اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا

سیرت النبی ﷺ پر تحقیقی مجلہ

شمارہ نمبر ۱۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۰ء، جلد نمبر ۶

زر تعاون فی شمارہ= /300روپے

شاہد ریسرچ فاؤنڈیشن

پتہ:3/327- C، بلاک نمبر ا، گلستانِ جوہر، کراچی۔

موبائل نمبر:0322-2413267، ای میل:shahidrf322@gmail.com

قومی مجلس مشاورت

بین الاقوامی مجلس مشاورت:

محترم مقالہ نگاران سے گذارشات

(۱)۔ مقالات سیرت طیبہ کی مختلف جہتوں کے حامل ہوں۔

(۲)۔ مقالے کا اسلوب نگارش تحقیقی ہو۔

(۳)۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔

(۴)۔ مقالہ عملی اور اطلاقی پہلو کا حامل ہو۔

(۵)۔ مقالات اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں تحریر کیے جاسکتے ہیں۔

(۶)۔ مقالات A4 سائز پر "ایم ایس ورڈ" پر کمپوز کرا کے ای میل کے ذریعے ارسال کیے جائیں۔

(۷)۔ مقالے کے ساتھ انگریزی زبان میں اس کی تلخیص ضرور شامل کی جائے۔

(۸)۔ وہی مقالات شاملِ اشاعت ہوں گے جن کی پروف ریڈنگ کرائی گئی ہو۔

(۹)۔ حوالہ، حواشی اور کتابیات مروجہ معیاری طریقہ پر تحریر کی جائیں۔

(۱۰)۔ مقالے کی اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا جائے۔

(۱۱)۔ کسی بھی مقالے کی اشاعت کے لیے ادارے کی طرف سے نامزد کردہ ماہرین کی تائید ضروری ہے۔

(۱۲)۔ ناقابل اشاعت مقالات واپس ارسال نہیں کیے جائیں گے۔

(۱۳)۔ اشاعت کی صورت میں مقالہ نگار کو مجلے کے دو اعزازی نسخے روانہ کیے جائیں گے۔

(۱۴)۔ سیرت پر مشتمل کتب پر تبصرے کے لیے ادارے کو کتاب کے دو نسخے ارسال کیے جائیں۔

نوٹ: شائع شدہ مقالات کے صحتِ متن اور حوالہ جات کی ذمہ داری مقالہ نگار پر عائد ہوتی ہے۔ مقالہ نگار کی رائے سے مجلس ادارت کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

حسنِ ترتیب

محور خیال:

یکساں قومی نصاب تعلیم برائے اسلامیات

اور سیرت النبی ﷺ

پروفیسر دلاور خاں

موجودہ حکومت نے ''ایک قوم، ایک نصاب'' کے فلسفے کے تحت تعلیمی اصلاحات کا آغاز کیا ہے ۔جسے عملی جامہ پہنانے کے لیے " قومی نصاب کونسل، وزارت وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت حکومت پاکستان " نے جماعت اول تا پنجم کے مضامین ریاضی، اردو، سائنس، معاشرتی علوم، معلومات عامہ اور اسلامیات کے لیے قومی نصاب 2020 تیار کیا ہے جو بلا تخصیص پاکستان کے تمام اسکولوں اور دینی مدارس میں 2021 سے نافذ العمل ہو گا۔ ہم یہاں صرف یکساں قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی جماعت اول تا پنجم میں سیرت النبی ﷺ کے حصے کا جائزہ لیں گے۔

تعارف

اجزاء:(Strands)

(۱)۔ قرآن مجید و حدیث نبوی ﷺ، (۲)۔ ایمانیات، (۳)۔ سیرت طیبہ، (۴)۔ اخلاق و آداب، (۵)۔ حسن معاملات و معاشرت، (۶)۔ ہدایت کے سرچشمے / اور مشاہیر اسلام، (۷)۔ اسلامی تعلیمات اور عصری ے تقاضے۔

معیارات:(Standards)

ان مذکورہ سات اجزا کے لیے الگ الگ یہ تین، علم، مہارتیں اور رویے بطور معیارات مقرر کئے گئے ہیں یعنی طلبا و طالبات کو نصاب کے ساتوں اجزا کا مکمل علم ہو اور اس علم کے مطابق عملی مہارتیں ہوں اور ان کے ذہنی خیالات و کردار میں مطلوبہ مثبت تبدیلی رونما ہو۔

حد تدریج:(Bench marks)

مطلوبہ معیارات کے حصول کے لیے نصاب کو حد تدریج میں تقسیم کیا گیا ہے:

حد تدریج	جماعتیں
پہلا	اول تا دوم
دوسرا	سوم تا پنجم

حاصلات تعلم:(Learning out comes)

یکساں قومی نصاب برائے اسلامیات اول تا پنجم کو دو حدود تدریج میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر تدریج کی جماعت، باب یا عنوان کے لیے حاصلات تعلم مقرر کیے گیے ہیں۔

مجوزہ سر گرمیاں:(Suggested Activities)

نصاب کے حاصلات تعلم کے حصول کے لئے بلوم ٹیکسانومی پر مبنی وقوفی، مہارتی اور رویہ جاتی پہلووں پر سر گرمیاں تجویز کی گئیں ہیں۔

اس نصاب کو حتمی شکل دینے کے لیے قومی کونسل برائے نصاب نے اسلامیات کے نصاب کا پہلا مسودہ تمام صوبوں کو بھیجا جہاں متعلقہ شعبے کے ماہرین کی کمیٹی نے مزید، علاقوں وفاقی تعلیمی اداروں اور اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے نمائندہ علمائے کرام، محققین اور ماہرین مضمون کے چار روزہ اجلاس میں پائے تکمیل کو پہنچا۔

سیرت النبی ﷺ کے نصاب کا تعارف:

جیسا کہ ہمارے علم میں ہے کہ یکساں قومی نصاب برائے اسلامیات اول تا پنجم سات اجزا پر مشتمل ہے جس کا تیسرا اجزو، سیرت النبی ﷺ مبنی ہے جو درج ذیل ہے:

معیار:

طلبا و طالبات اپنے دلوں میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اور ادب پیدا کرتے ہوئے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ہر پہلو سے آگاہی حاصل کریں گے اور یہ جانیں گے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنا ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضامن ہے۔

حد تدریج اول تا دوم:(Benchmarks)

- خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت مبارکہ اور گھرانے سے متعلق جان سکیں گے۔
- خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں اخلاق حسنہ کو جان سکیں گے اور ان پر عمل کر سکیں گے۔
- یہ سمجھ سکیں کے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ اور تعلیمات کی پیروی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حد تدریج برائے جماعت سوم تا پنجم:

- یہ سمجھ سکیں گے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت سے لے کر غزوات تک سیرت طیبہ کے واقعات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- ایمان وعقیدت کے ساتھ کی اتباع کرتے ہوئے روزمرہ زندگی میں رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

سیرت نگاری میں صحت واستناد کے جدید مباحث

ڈاکٹر حافظ مبشر حسین

(لیکچرار / ریسرچ ایسوسی ایٹ، ادارۂ تحقیقاتِ اسلام و بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

Abstract:

"The classical Sirah literature is an amalgam of both authentic and unauthentic reports, as described by Hadith scholars. The logic behind compilation of these narratives was to avoid the loss of any minor information if available about the life of Holy Prophetﷺ despite its significance this approach also has some disadvantages. Unauthentic reports have been a constant source to defame and criticize Islam and the personality of the last Prophetﷺ.

This aspect of Sirah writing has generated a new debate about classical sources and their critical evaluation was considered indispensable by Muslim scholars. This produced a good deal of literature about old collections of traditions and narratives. In this article the author has made an attempt to analyze and evaluate some of these works.

اس بات سے مجال انکار نہیں کہ سیرت کے مآخذ و مصادر میں صحیح و مستند روایات کے پہلو بہ پہلو کمزور روایات کا بھی خاصا انبار موجود ہے اس لیے کہ متقدمین نے جب حضور نبی کریم ﷺ کے سیرت پر لکھنا شروع کیا تو انہیں اس سلسلہ میں جو کچھ رطب و یابس ملا وہ اسے جمع کرتے چلے گئے۔ تاہم محدثین نے سیرت سے متعلقہ مواد کو اپنے کڑے معیار سے گزارنے کے بعد ہی قبول کیا لیکن اس سے سیرتِ رسول ﷺ کا تفصیلی مطالعہ کرنے والوں کے لیے تشنگی کا احساس پیدا ہوتا تھا، اس لیے کہ محدثین روایات کے اخذ و انتخاب میں احکامی و غیر احکامی کے فرق کو ملحوظ رکھتے اور احکامی روایات کو فوقیت دیتے ہوئے ان کی قبولیت کے لیے قبولیت روایت کا معیار ہمیشہ سخت رکھتے تھے جبکہ سیرت کا ایک خاصا حصہ ایسا ہے جو احکام کی قبیل سے نہیں ہے اور ظاہر ہے اس کے لیے کمزور معیار بھی گوارا ہو سکا ہے (جیسا کہ خود بعض محدثین کی تصریحات اس سلسلہ میں موجود ہیں) مگر ایسی کمزور روایات کو محدثین اپنے مجموعہ ہائے حدیث میں شامل کرنا ان مجموعہ ہائے حدیث کے استناد کو کمزور بنا دینے کے مترادف سمجھتے تھے۔

غالباً یہی وہ نمایاں سبب ہے کہ محدثین کے مقابلہ میں مؤرخین اور سیرت نگاروں کا تیار کردہ سیرتی مواد (ادب) عوام میں زیادہ مقبول رہا۔ لیکن اس سیرتی مواد (ادب) میں بہت کچھ رطب و یابس بھی ہمیشہ موجود رہا۔ اس رطب و یابس اور صحیح و ضعیف مواد میں سے محض صحیح مواد کو الگ کر کے سیرت مرتب کرنے کا رجحان پھر بھی برابر اہل علم کے ہاں کسی نہ کسی درجہ میں جاری رہا، خاص کر امام ابن کثیر، حافظ ابن حجر، حافظ ابن القیم وغیرہ کی کاوشیں اس سلسلہ میں بطور مثال پیش کی جا سکتی ہے۔

دورِ جدید میں جب مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو ہدف بنا کر اپنی علمی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور مسلمانوں کے مآخذ و مصادر ہی سے ایسا لٹریچر تیار کرنا شروع کیا جس سے خود بعض مسلمان بھی شکوک و شبہات کا شکار ہونے لگے تو مسلمان سیرت نگاروں کے ہاں اس رجحان کے احساس میں اضافہ ہوا کہ سیرت پر جو کچھ لکھا جائے وہ قطعی مستند ہونا چاہیے تا کہ سیرت کے

ماخذ میں موجود غیر مستند مواد کی بنیاد پر جو اعتراضات قائم ہوتے ہیں ان کی بنیاد خود ہی ختم ہو جائے۔ اس احساس کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں نے صرف قرآن کی روشنی میں سیرت مرتب کرنے کی کوشش کی۔ بعض اہلِ علم نے قرآن کے ساتھ صرف صحیح احادیث کے دائرہ میں رہتے ہوئے سیرت پر کتابیں لکھیں۔ بعض اہلِ علم نے سیرت پر موجود تمام دستیاب مواد سے اخذ وانتخاب کا بیڑہ اٹھایا۔ گویا یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس حد تک تو علمی حلقوں میں خاصا اتفاقِ رائے دکھائی دیتا ہے کہ سیرت سے متعلقہ مواد نہایت مستند ہو مگر اس مستند مواد کے ماخذ و مصادر کیا ہوں اور ان مصادر سے اس کا اخذ وانتخاب کن اصولوں کی بنیاد پر ہو، اس سلسلہ میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

دورِ جدید میں بہت سی ایسی کتب سیرت سامنے آئی ہیں جو مستند سیرت نگاری کے اس اسلوب کی ترجمانی کرتی ہیں مثلاً اردو میں: "سیرت النبی ﷺ" (از: شبلی نعمانی/ سید سلیمان ندوی)، "اصح السیر" (از: عبد الرؤف داناپوری) وغیرہ۔ عربی میں: السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، (از: اکرم ضیاء العمری)، السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ، (از: مہدی رزق اللہ)، صحیح السیرۃ النبویۃ، (از: ابراہیم العلی)، وغیرہ۔ سنی اہل علم کے علاوہ بعض شیعہ اہلِ علم نے بھی اس سلسلہ میں ضخیم مواد مرتب کر کے پیش کیا ہے، جیسے الصحیح من سیرۃ النبی الاعظّم، (از: سید جعفر مرتضی العاملی)۔

زیر نظر مقالہ میں ان میں سے عربی اور اردو کی چند اہم کتابوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک تنقیدی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

سیرت نگاری میں صحت واستناد کی ضرورت واہمیت: پس منظر:

جیسا کہ آغاز میں ذکر کیا گیا کہ سیرت کے ماخذ و مصادر میں صحیح و مستند روایات کے پہلو بہ پہلو کمزور روایات کا بھی خاصا ذخیرہ موجود ہے کیونکہ متقدمین نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی

سیرت پر لکھنا شروع کیا تو انہیں اس سلسلہ میں جو کچھ دستیاب تھا وہ اسے جمع کرتے چلے گئے۔ جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی اس سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ:

جس طرح امام بخاری و مسلم نے یہ التزام کیا کہ کوئی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب میں درج نہ کریں گے، اس طرح سیرۃ کی تصنیفات میں کسی نے یہ التزام نہیں کیا، آج بیسیوں کتابیں قدماء سے لے کر متأخرین تک کی موجود ہیں، مثلاً ''سیرت ابن اسحاق''، ''سیرت ابن ہشام''، ''سیرت ابن سید الناس''، ''سیرت دمیاطی''، ''حلبی''، ''مواہب لدنیہ'' کسی میں یہ التزام نہیں۔[۱]

اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ سیرت کا بڑا حصہ غیر احکامی نوعیت کا ہے اور محدثین بالعموم غیر احکامی نوعیت کی روایات کے لیے اپنے اصولوں میں نرمی برتنے کے قائل تھے، جیسا کہ معروف محدث عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ قول اس سلسلہ میں بڑا مشہور ہے کہ:

اذا روینا عن النبیﷺ فی الحلال والحرام والا حکام شددنا فی الاسانید وانتقدنا فی الرجال، واذا روینافی الفضائل والثواب والعقاب سھلنا فی الاسانید وتسامحنا فی الرجال۔[۲]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے تھی، جیسا کہ خطیب بغدادی نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

إذا روینا عن رسول اللهﷺ فی الحلال والحرام والسنن والأحکام تشددنا فی الأ سانیدوإذا روینا عن النبیﷺ فی فضائل الأعمال ومالا یضع حکما ولا یرفعه تساهلنا فی الأسانید۔[۳]

خطیب بغدادی کے بقول امام سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اور دیگر اسلاف محدثین کا بھی یہی مؤقف ہے۔[۴]

بعد کے اہل علم میں بھی یہ مؤقف مقبول رہا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے بعض راویوں کو حدیث کی روایت میں ضعیف قرار دینے کے باوجود تاریخ وسیرت کی

روایت میں انہیں مقبول قرار دیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے سیف بن عمر (یا بقول بعض: عمرو) کے بارے میں لکھا ہے کہ:

ضعیف فی الحدیث عمدۃ فی التاریخ۔ (۵)

(یعنی یہ راوی حدیث میں تو ضعیف قرار پاتا ہے، مگر تاریخ میں عمدہ ہے)۔ اسی طرح کی بات انہوں نے اور راویوں کے بارے میں بھی کہی ہے مثلاً احمد بن عبد الجبار عطاردی کوفی راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

ضعیف وسماعہ للسیرۃ صحیح (۶)

اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی میں جب اسلامی علوم خاص کر سیرت کی قدیم اور اہم کتابوں کی اشاعت اور یورپین زبانوں میں ان کے ترجمے کا سلسلہ سامنے آیا تو مستشرقین نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف انہی اسلامی مآخذ و مصادر ہی کی روشنی میں پہلے سے مختلف ایک نئے انداز سے لٹریچر تیار کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور وغیرہ کی مثالیں قابل ذکر ہیں جنہوں نے سیرت کے قدیم مآخذ میں سے کمزور اور ناقابلِ استناد روایات کو بنیاد بنا کر پیغمبر اسلام کے خلاف ضخیم کتابیں تالیف کیں۔ سر سید احمد خان جنہوں نے سر ولیم میور کی کتاب کا سب سے پہلے جواب لکھا انہوں نے اپنی کتاب ''الخطبات الاحمدیۃ'' کے مقدمہ میں اس حوالے سے کچھ حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا درج ذیل اقتباس اس سلسلہ میں قابل توجہ ہے:

''غرض کہ اب فن سیرت کی تمام کتابیں کیا قدیم کیا جدید، مثل ایسے غلہ کے انبار کے ہیں جس میں سے کنکر پتھر کوڑا کرکٹ کچھ چنا نہیں گیا اور ان میں تمام صحیح و موضوع جھوٹی اور سچی سند اور بے سند ضعیف و قوی مشکوک و مشتبہ روایتیں مخلوط اور گڈ مڈ ہیں۔ سر ولیم میور صاحب ارقام [کذا] فرماتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ کے حالاتِ زندگی کی تین کتابیں ہشامی [کذا]، واقدی، طبری ایسی ہیں کہ وہ شخص دانشمندی سے آنحضرت ﷺ کے حالات لکھے گا تو اپنی

تحریر کے لیے انہی کتابوں کو سند گردانے گا" مگر صاحبِ ممدوح نے اس بات کو بیان نہیں فرمایا کہ ان کتابوں میں کس قدر ایسی روایتیں ہیں جن سے آنحضرت ﷺ کو کچھ بھی علاقہ نہیں۔ اور کس قدر ایسی ہیں جن کے راویوں کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہے اور کس قدر ایسی ہیں جن کے راویوں کی خصلت نہ کسی مذہبی مسئلہ کے سبب بلکہ اخلاقی نقصانوں کے سبب مشتبہ اور ان کی راست بیانی مشکوک یا مطعون ہے اور کس قدر ایسی ہیں جن کے بیان کرنے والے بالکل لامعلوم شخص ہیں اور کس قدر ایسی ہیں جن کی تحقیق یا تصدیق نہیں ہے۔

ڈاکٹر اسپر نگر صاحب نے نہایت گرم جوشی سے واقدی کی قدر و منزلت کو اس کی اصلی حقیقت سے بہت بڑھا دیا ہے جس کی نسبت سر ولیم میور صاحب یہ ارقام فرماتے ہیں کہ "ڈاکٹر اسپر نگر نے اس کتاب کی تعریف اس کی حد سے زیادہ کی ہے"۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود اس کے صاحب ممدوح نے بھی واقدی کی کم قدر نہیں کی اور اوروں پر ترجیح دینے میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔ اس لیے کہ انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی زندگی کے تمام حالات کو اسی کتاب سے لکھا ہے اور اسی کی سند پر مذہب اسلام کے برخلاف تمام رایوں کو قائم کیا ہے۔(۷)

سر ولیم میور نے اپنی کتاب میں ہر طرح کی کمزور اور موضوع روایات کو اپنے مدعا کے لیے استعمال کیا تھا، اور ایسی کمزور روایات خود اسلامی لٹریچر ہی سے اور دیگر مستشرقین کو فراہم ہو گئی تھیں(۸)، چنانچہ سر سید نے یہ خیال کیا کہ اسلامی لٹریچر کے رطب ویابس میں سے اپنے معیار صحت کے ساتھ مستند روایات لے کر سیرت مرتب کی جائے تاکہ غیر مستند روایات سے استفادہ کی بنیاد ہی ختم کر دی جائے جیسا کہ وہ خود اس رجحان کی عکاسی ان لفظوں میں کرتے ہیں:

میرے دل پر جو اس کتاب سے اثر پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ اسی زمانہ میں میں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق حالات میں ایک کتاب اس طرح پر لکھی جاوے کہ جو باتیں صحیح اور اصلی اور واقعی اور منقح ہیں اور معتبر روایتوں اور صحیح صحیح سندوں سے بخوبی ثابت ہیں ان کو بخوبی چھان بین کر، اور امتحان کر کے ترتیب سے لکھا جائے اور جو حالات مشتبہ اور مشکوک ہیں

اور ان کا ثبوت معتبر یا کافی نہیں ہے ان کو جداگانہ اسی ترتیب سے جمع کیا جائے اور جو محض جھوٹ اور افترا و بہتان یا خود غرض یا احمق واعظوں اور حمقاء کو دام تزویر میں پھنسانے والے لوگوں یا احمق خدا پرست اور جھوٹی نیکی پھیلانے والوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں ان کو علیحدہ بہ ترتیب لکھا جائے اور ان ہی کے ساتھ ان کے غلط اور نامعتبر ہونے کا ثبوت اور ان کے موضوع ہونے کی وجوہات بھی بیان کی جاویں۔ (۹)

سرسید کی اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب رقم طراز ہیں:

یہ سیرت کی تاریخ میں پہلی کتاب ہے جو ایک مسلمان دانشور نے غیر مسلم ملک میں جاکر غیر مسلم ماحول میں، غیر مسلموں کے اسلوب اور استدلال سے کام لے کر ایک غیر مسلم مصنف کی تردید میں لکھی اور سیرت کے بارے میں جو نقطہ نظر ان کی رائے اور تحقیق میں درست تھا اس کو بیان کیا۔ یہ کتاب ایک ضخیم کتاب تھی۔ کئی سو صفحات پر مشتمل تھی لیکن پھر بھی یہ ایک نامکمل کتاب ہے۔ اس کی تکمیل سرسید نہیں کرسکے۔ اس کے بارہ ابواب یا بارہ خطبات تیار کیے گئے۔ ان بارہ خطبات میں سرسید نے ایک نیا انداز اپنایا، مغربی تحقیقات اور تصانیف سے استفادہ کیا، مستشرقین کے جواب دینے کی کوشش کی، مستشرقین نے بالعموم اور ولیم میور نے بالخصوص جو اعتراضات کیے تھے ان کا جواب دیا، قدیم سیرت کے مآخذ کے بارے میں سرسید نے ایک نیا رویہ اختیار کیا جس کی بعد میں تقریباً ہر سیرت نگار نے پیروی کی ہے۔ وہ یہ کہ تمام قدیم مآخذ کا ناقدانہ جائزہ لے کر یہ طے کیا جائے کہ کون سے مآخذ قابل اعتماد ہیں اور کون سے ناقابلِ اعتماد ہیں۔ (۱۰)

یہ رویہ کیوں اختیار کیا گیا اس کی وجہ غازی صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ:

"بعض مآخذ کے بارے میں شروع میں ہی محدثین نے تحفظات کا اظہار کیا تھا مثلاً ابن اسحاق، واقدی اور دیگر کئی لوگ غیر مستند سمجھے جاتے تھے اور محدثین ان کے بیانات کو قبول کرنے میں تامل کرتے تھے۔ بعد میں جب ان حضرات کی کتابیں مرتب ہوگئیں تو ان کی حسنِ ترتیب، جامعیت اور دوسری خوبیوں نے ان کو جلد ہی قبول عام عطا کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ

کتابیں اتنی عام ہو گئی کہ بیشتر لوگوں نے محدثین کے اس تحفظ کو بھی فراموش کر دیا اور یہ کتابیں سیرت نگاری کے میدان میں رائج ہو گئیں۔ بعد میں تقریباً ایک ہزار بلکہ گیارہ سو سال تک کسی نے یہ سوال نہیں اٹھایا کہ واقدی کے بارے میں محدثین کیا کہتے تھے، ابن اسحاق کے بارے میں محدثین کو کیا تأمل تھا، فلاں اور فلاں کے بارے میں محدثین کو کیوں تأمل تھا۔ جب سر ولیم میور نے یہ کتاب لکھی اور اس میں ان تمام مآخذ کی کمزور باتوں کو جمع کیا اور ان کی وہ تعبیریں کیں جو مسلمانوں کے لیے دل آزاری تھی تو بہت سے مسلمان اہلِ علم کو ان قدیم سیرت نگاروں کے بارے میں محدثین کے تحفظات ایک بار پھر یاد آئے۔ دوسرے متعدد سیرت نگاروں کی طرح سر سید کو بھی دوبارہ یہ خیال ہوا کہ اس پورے ذخیرے کا اب از سر نو جائزہ لینا چاہیے اور یہ طے کرنا چاہیے کہ سیرت کے ان قدیم مصادر میں کون کون سی چیزیں قابل اعتماد ہیں اور کون کون سی چیزیں ناقابل اعتماد ہیں۔ جو قدیم مضامین محل نظر سمجھے جاتے تھے اور نسبتاً مبالغہ آمیز تھے ان کو دہرانے سے اجتناب کیا جائے اور اب سیرت کی کتابوں میں صرف وہ مضامین شامل کیے جائیں جو قابلِ اعتماد ہیں اور جن پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔[۱۱]

یہ وہ پس منظر ہے جس کے پیشِ نظر سیرت نگاری میں اس رجحان کے احساس میں اضافہ ہوا کہ سیرت پر جو کچھ لکھا جائے وہ مستند ہونا چاہیے تاکہ سیرت کے مآخذ میں موجود غیر مستند مواد کی بنیاد پر جو اعتراضات قائم ہوتے ہیں ان کی بنیاد خود ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ اس احساس کا ایک مظہر تو یہ سامنے آیا کہ بعض لوگوں نے صرف قرآن کی روشنی میں سیرت مرتب کرنے کی کوشش کی۔ جبکہ دوسرا مظہر یہ سامنے آیا کہ بعض اہل علم نے قرآن کے ساتھ صرف صحیح احادیث کے دائرہ میں رہتے ہوئے سیرت پر کتابیں لکھیں۔ اور تیسرے مظہر کے طور پر بعض ایسے اہلِ علم بھی سامنے آئے جنہوں نے سیرت پر موجود تمام دستیاب مواد میں سے اخذ و انتخاب کا بیڑہ اٹھایا۔ یہ گویا ایک ہی رجحان کے تین مختلف مظاہر تھے اور وہ رجحان یہ کہ سیرت

پر جو کچھ لکھا جائے اس کا درجہ استناد حتی الامکان ناقابل اعتراض ہو۔ آئندہ سطور میں ان تینوں مظاہر کے حوالے سے ضروری تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

الف: پہلا مظہر؛ صرف قرآن سے ترتیبِ سیرت:

قرآن مجید کا تواتر کے درجہ میں ثابت ہونا چونکہ مسلمانوں کے ہاں ایک اجماعی مسئلہ ہے، اس لیے ظاہر ہے قرآن مجید جس میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کے بہت سے پہلو بیان ہوئے ہیں، سیرت کے مآخذ میں سب سے مستند مآخذ قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت یا مآخذ سیرت پر لکھنے والوں نے صحت واستناد کے لحاظ سے قرآن مجید ہی کو بلا اختلاف پہلا درجہ دیا ہے۔ (۱۲)

قرآن مجید میں سیرت کے کن حصوں کا کس قدر بیان ہے، یہاں اس کی تفصیل ممکن ہے نہ مطلوب، تاہم اختصار کے ساتھ یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی یتیمی، قبلِ بعثت کی پاک صاف زندگی، آغازِ وحی، نزول وحی، ختم نبوت، کفار سے دشمنی کی وجہ، غیر مسلموں کو دعوت دین اور اس کا اسلوب، دشمنوں سے جنگیں، یہود ونصاریٰ اور مشرکین سے تعلقات کی نوعیت، منافقین کے ساتھ برتاؤ، صحابہ کے ساتھ آپ کا طرز عمل، دین پر ثابت قدمی، صبر وشکر اور دیگر اخلاق حسنہ وغیرہ کے حوالے سے بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۱۳)

قرآن مجید سیرت کا سب سے مستند مآخذ تو ضرور ہے، مگر کیا سیرت کے دیگر مآخذ سے صرفِ نظر کر کے صرف قرآن ہی کی روشنی میں سیرت پر ایک جامع اور مکمل کتاب تصنیف کی جا سکتی ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے اور راقم الحروف کے خیال میں غالباً فتنۂ انکارِ حدیث کے بعد اس سوال کی اہمیت میں اضافہ ہوا اور حدیث کی اہمیت کو تسلیم کرنے والے اور اس کی ضرورت واہمیت کے سے صاف انکار کرنے والے دونوں حلقوں نے اس کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔ مؤخر الذکر حلقہ چونکہ حدیث کی صحت و استناد کو مشکوک قرار دیتا ہے، اس لیے لامحالہ سیرت کے بیان میں وہ کتب حدیث اور ضمناً کتب سیرت سے استفادہ کی ضرورت کو لایعنی خیال کرتا ہے

اور اگر ان کے ہاں سیرت سے متعلقہ مواد میں روایات کو لیا بھی گیا تو اس اصول کے ساتھ کہ یہ مواد قرآن کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے نہ کہ اس کے منافی، مگر اس اصول کو بہ حد تک غلط طور پر استعمال کیا گیا اور اس کے نتیجے میں مسلمہ روایات سے صاف انکار کی جھلک ان کے لٹریچر میں نمایاں ہے۔ اس سلسلے میں اس حلقے کے مشہور صاحبِ قلم جناب غلام احمد پرویز صاحب (۱۹۰۳۔ ۱۹۵۸ء) کی کتاب ''معراج انسانیت'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جب کہ دوسرا حلقہ جو اگرچہ حدیث وسنت کی ضرورت واہمیت کا قائل ہے، مگر چونکہ قرآن کے علاوہ سیرت کے دیگر مآخذ میں صحیح ومستند روایتوں کے پہلو بہ پہلو ضعیف اور موضوع قسم کی روایتوں کا بھی انبار ہے، بلکہ ایسی روایتیں بھی ہیں جن کا قرآن مجید سے تضاد وتعارض بالکل نمایاں ہے، اس لیے غالباً یہ حلقہ صحیح ومستند روایتوں کی چھان پھٹک میں پتہ ماری سے بچنے کے لیے اسی میں عافیت سمجھتا ہے کہ سیرت کو قرآن ہی سے مرتب کرلیا جائے۔ تاکہ سیرت بھی مرتب کرلی جائے اور اس کا درجہ استناد بھی نہایت محکم رہے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے اور اس طرح سیرت پر ایک جامع کتاب مرتب کی جاسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں لکھی گئی اکثر وبیشتر کتابوں کے مطالعہ کی روشنی میں اس سوال کا جواب بھی نفی میں ہے، جیساکہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر:

ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ گوکہ حدیث وسیرت کی امہات کتب کی اہمیت کو یقینی طور پر تسلیم کرتے تھے۔ [۱۴]، مگر اس کے باوجود آپ اس بات کی ضرورت محسوس کرتے تھے کہ قرآن حکیم کی روشنی میں سیرت پر جامع کتاب مرتب کی جائے۔ چنانچہ اپنی اس رائے کا اظہار کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

لوگوں نے حیات وسیرت طیبہ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حیثیت سے بہت کم نظر ڈالی ہے کہ اگر روایات ودفاترِ تاریخ سے قطع نظر کرلیا جائے اور صرف قرآن حکیم کو سامنے رکھا جائے تو آپ کی سیرت وحیات پر کیسی روشنی پڑتی ہے اور جس طرح قرآن اپنی کسی

بات میں اپنے غیر کا محتاج نہیں، اسی طرح اپنے حامل و مبلغ کے وجود وحیات کے بیان میں بھی خارج کا محتاج ہے یا نہیں؟ اصحاب سیرت و محدثین کرام نے فضائل و مدائح منصوصہ قرآنیہ کے تو باب باندھے ہیں مثلاً قاضی عیاض نے ''شفا'' کے متعدد ابواب میں قرآنِ حکیم کی آیات متعلق فضائل و مدائح جمع کی ہیں، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے، آج تک کبھی اس کی کوشش نہیں کی گئی کہ صرف قرآن حکیم میں دائرۂ اسناد واخذ محدود رکھ کر ایک کتاب سیرت میں مرتب کی جائے۔[۱۵]

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی اس رائے کا اظہار مولانا شبلی نعمانی کے سامنے بھی کیا، مگر انہوں نے مولانا آزاد کی رائے کو خاص وزن نہ دیا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

''جس زمانے میں مولانا شبلی نعمانی سے سیرت نبویہ ﷺ کے بارے میں تذکرے رہتے تھے تو ایک مرتبہ مجھے اس کا خیال ہوا تھا۔ میں نے کہا، آپ سیرت میں ایک خاص باب یا سیرت کا ایک خاص حصہ اس عنوان سے قرار دیجیے ''قرآن و سیرت محمدیہ ﷺ'' اور اس میں صرف آیات قرآنیہ کو بہ ربط و ترتیب جمع کر کے دکھلایئے کہ خود قرآن سے کہاں تک آپ کی شخصیت اور آپ کے دقائق و ایام معلوم ہو سکتے ہیں؟...... بہر حال انہوں نے اس خیال پر بہت ہی پسندیدگی ظاہر کی، مگر وہی اپنی عادت کے مطابق اظہار شک و ناامیدی کہ اتنا مواد صرف قرآن سے کہاں نکل سکتا ہے، کہ سیرت کا ایک باب مرتب ہو سکے! لیکن جب میں نے بہت اصرار کیا تو کہا: اچھا تم اگر یہ ٹکڑا مرتب کر دو تو سیرت کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ آخری یکجائی دہلی میں ہوئی تھی۔ اس وقت انہوں نے کہا: اب مجھ کو خیال ہوتا جاتا ہے کہ یہ ممکن ہے اور بہت ہی اہم چیز ہو گی''۔[۱۶]

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر علامہ شبلی اس سلسلہ میں یہاں تک آمادہ ہو گئے تھے تو انہوں نے اپنی شاہکار تصنیف ''سیرت النبی ﷺ'' میں اس سلسلہ میں پیش رفت کیوں نہ کی؟

مقالہ نگار کی عاجزانہ رائے میں مولانا آزاد جیسی عبقری شخصیت کے مذکورہ بالا دعویٰ میں کچھ مبالغہ دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے کہ سیرت کی جامع تصویر قرآن مجید کی روشنی میں مرتب کرنا ممکن ہی نہیں ہے، کیوں کہ قرآن مجید نہ تاریخ کی کتاب ہے اور نہ سیرت وسوانح کی۔ جن لوگوں نے بظاہر اس کے امکان کو دعویٰ کیا ہے اور اس سلسلہ میں کچھ قلم آزمائی کی ہے، وہ بھی اپنے اس دعوے کو عملاً پورا کرنے میں ناکام ہی رہے ہیں، جیسا کہ آئندہ عنوان کے تحت بیان کردہ تفصیلات سے واضح ہو گا۔

قرآن کی روشنی میں لکھی گئی چند کتبِ سیرت:

یہ فہرست بہت طویل ہے اور آئے روز اس میں مزید اضافہ ہو تا جارہاہے، بطور نمونہ چند کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ سيرة الرسول ﷺ صور مقتبسة من القرآن الكريم وتحليلات ودرسات قرآنية، از: محمد عزة دروزة، القاهرة: مطبعة الاستقامة، طبع اول ۱۹۴۸ء۔

۲۔ سيرة الرسول ﷺ من القرآن، سید محمد رضوان اللہ، انتظام اللہ شہابی، کراچی: دائرۃ المعارف القرآنیۃ، طبع ۱۹۶۳ء۔

۳۔ ''سیرتِ رسول ﷺ قرآن کی روشنی میں''، عبد الماجد دریابادی (۱۸۹۲۔۱۹۷۷ء)، (اس کتاب پر مصنف کے پیش لفظ سے معلوم ہو تا ہے کہ یہ ان کی زندگی میں شائع ہوگئی تھی۔ بعد میں ۱۹۸۲ء میں ''نقوش رسول ﷺ نمبر'' کی جلد اول ص ۲۳۲۔۳۰۲ میں بھی اسے شامل اشاعت کیا گیا۔ ۲۰۰۳ء میں لاہور کے ادارہ ''تخلیقات'' نے اسے ''سیرت نبوی ﷺ قرآنی'' کے نام سے شائع کیا ہے)۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ فی القرآن الکریم، حسن کامل الملطاوی، القاہرۃ، دارالمعارف، طبع دوم ۱۹۷۹ء۔

۵۔ ''جمال مصطفیٰ ﷺ۔۔ سیرت نبی کریم ﷺ قرآن کی روشنی میں بترتیب نزول''، عبدالعزیز عرفی، کراچی: گیلانی پبلشرز، ۴ مجلدات، طبع اول بالترتیب، ۱۹۷۸ء، ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء۔

۶۔ شخصیۃ الرسول ﷺ و دعوتہ فی القرآن الکریم، محمد علی الہاشمی، بیروت: عالم الکتب، طبع سوم ۱۹۸۳ء۔

۷۔ ''ثنائے خواجہ''، بریگیڈئر گلزار احمد، طبع اول ۱۹۹۴ء۔

۸۔ ''تذکارِ نبی ﷺ۔۔ قرآنی آیات کی روشنی میں''، عزیز ملک۔

۹۔ دلالۃ القرآن المبین علی ان النبی ﷺ افضل العالمین، عبداللہ بن صدیق الغماری، طبع اوّل، ۱۹۹۷ء۔

۱۰۔ ''حیاتِ رسول اُمّی ﷺ''، خالد مسعود، لاہور: دارالتذکیر، طبع اوّل ۲۰۰۳ء۔[۱۷]

۱۱۔ ''حیات محمدی ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں''، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، کراچی: دادا بھائی فاؤنڈیشن، طبع اول ۱۹۹۰ء، طبع ثانی ۲۰۰۶ء کراچی: دارالاشاعت۔

۱۲۔ ''مقام محمد ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں''، وہی مصنف، کراچی: دارالاشاعت طبع اوّل، ۲۰۰۵ء۔

۱۳۔ ''اخلاقِ محمد ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں''، وہی مصنف۔ یہ کتاب ابھی شائع نہیں ہوئی، تاہم اسکے جملہ مباحث ''السیرۃ'' (کراچی: زوار اکیڈمی، پبلی کیشنز) کے شماروں (۱۵ تا ۲۰) میں چھ قسطوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

۱۴۔ ''سیرت رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں''، ڈاکٹر عبدالغفور راشد، لاہور: نشریات، طبع اوّل، ۲۰۰۶ء۔

مذکورہ بالا کتابوں میں سے بعض پر ڈاکٹر ایس۔ایم زمان چشتی صاحب نے ایک مختصر مگر نہایت عالمانہ نقد و تبصرہ کیا ہے، جو ان کی کتاب ''نقوشِ سیرت'' میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اس

نقد میں انہوں نے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ ”محض قرآن کریم کی آیات مبارکہ کی روشنی میں سیرت طاہرہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم) پر کسی مبسوط ومربوط کتاب کی تالیف کہاں تک ممکن ہے؟“۔ (۱۸)

اس سلسلہ میں موصوف اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:

قرآن کریم میں بے شمار ایسی آیات مختلف مقامات پر منتشر ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر روشنی پڑتی ہے۔ حضور ﷺ کے حالات زندگی کا سب سے معتبر اور شک وشبہ سے پاک سرچشمہ بھی قرآن کریم ہی ہے مگر حدیث وسیر کی روایات سے مدد لیے بغیر نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی مکمل قابل فہم تاریخی تصویر کھینچنا امر محال ہے، تاہم اس سلسلے میں حسن نیت سے کی گئی کوششیں جزائے خیر کی سزاوار ہیں، ان شاء اللہ۔ (۱۹)

ب: دوسرا مظہر؛ قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں سیرت نگاری:

مستند سیرت نگاری کے ضمن میں دوسرا مظہر یہ سامنے آیا کہ سیرت نگاری کے لیے قرآن مجید کے ساتھ صحیح احادیث کو بھی شامل کیا جائے کیونکہ احادیث کے بغیر سیرت نگاری ممکن نہیں۔ لیکن یہ پہلو فی نفسہ تیسرے مظہر، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، کے ساتھ مخلوط ہو کر رہ گیا، اور اپنی کوئی مستقل حیثیت قائم نہ کر سکا۔ اس لیے کہ کتب احادیث میں صحیح کے ساتھ ضعیف روایات بھی شامل ہیں اور بعض روایات کے ضعیف ہونے میں خود محدثین کے ہاں اختلاف رائے بھی پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک روایت کسی محدث کے نزدیک ضعیف ہے تو کسی اور محدث کے نزدیک وہی حسن (مستند) کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی طرح متقدم سیرت نگاروں میں سے بیشتر محدثانہ اوصاف سے موصوف ہیں۔ ان کے ہاں روایت سیرت میں اسی طرح سند کا اہتمام موجود تھا جس طرح محدثین کے ہاں پایا جاتا تھا۔ یہی صورت حال بعض اولیں مؤرخوں کے ہاں بھی موجود ہے۔ اب ان سیرت نگاروں یا تاریخ نگاروں کو کلیۃً نظر انداز کر دینے یا سیرت نگاری میں نسبتاً کمزور روایات سے کلیۃً پہلو تہی کر لینے سے سیرت نگاری میں بہت سے

خلارہ جانے اور سیرت کی مکمل اور مربوط صورت کشی نہ ہوپانے کے پیشِ نظر یہ پہلو تیسرے پہلو کے ساتھ مخلوط ہو گیا۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی لائق توجہ ہے کہ جس طرح محض قرآن مجید کی روشنی میں تالیف سیرت ناممکن ہے بلکہ کئی غلط فہمیوں کا باعث بھی ہے، اسی طرح محض احادیث صحیحہ کی روشنی میں کی جانے والی سیرت نگاری بھی بعض جگہوں پر خلا اور نقص پیدا کر سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔ (۲۰)

مثلاً جیسا کہ محمد الغزالی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ غزوہ بنوالمصطلق کے حوالے سے بخاری و مسلم کی روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول پاک ﷺ کا بنوالمصطلق پر حملہ آور ہونا اسلام کی دعوت دیے بغیر اچانک تھا وہ اس سے بالکل بے خبر تھے، غزالی لکھتے ہیں: کہ اس قسم کا اقدام اسلامی تعلیمات کی روح سے میل نہیں کھاتا اور سیرتِ طیبہ سے بعید ہے یہ اور اس طرح کی مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ محض احادیث صحیحہ کی روشنی میں سیرت نگاری سے غلط فہمیوں کا بھی دروازہ کھل سکتا ہے۔

ج: تیسرا مظہر: تمام مصادر سیرت سے محدثانہ اصولوں کی بنیاد پر اخذ و انتخاب:

یہ پہلو دوسرے مظہر ہی کی ایک ترقی یافتہ اور نسبتاً بہتر شکل تھی۔ اس مظہر کی عکاسی ان تمام کتابوں سے ہوتی ہے جن کے مؤلفین نے اس بات کا دعویٰ یا اہتمام کیا کہ وہ سیرت نگاری میں صرف اور صرف مستند روایات لیں گے، تاہم سیرت کے مختلف پہلوؤں کی تکمیلی ضرورتوں کے پیش نظر کمزور روایات بھی لیں گے لیکن جہاں کمزور روایتوں کا قوی روایتوں سے تصادم ہوگا اور جمع و تطبیق بھی ممکن نہ ہو گی وہاں کمزور روایتوں پر قوی روایتوں کو ترجیح دیں گے۔ اس ضمن میں جو کتابیں سامنے آئیں ہیں، ان سب کا استقصار تو یہاں ممکن نہیں، تاہم ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

۱۔ سیرت النبی ﷺ (از: شبلی نعمانی/ سید سلیمان ندوی)، اس کتاب کے ضخیم مقدمہ میں مصنف نے اس بات پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ وہ سیرت پر موجود تمام دستیاب مواد سے استفادہ کریں گے اور یہ کہ روایات کے اخذ وانتخاب میں ان کے پیشِ نظر کیا اصول ہوں گے، کو بھی زیرِ بحث لائے ہیں۔ اس پر مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

۲۔ أصحُّ السِیَر (از: عبدالرؤف دانا پوری، نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س، ن)۔ اس کتاب کے مصنف نے بھی سیرت کے مواد کو قرآن وحدیث اور سیرت وتاریخ کی کتابوں سے محدثانہ اصولوں کی رعایت سے ترتیب دیا ہے۔ بعض واقعات میں اصولوں کے اطلاق میں مصنف نے مولانا شبلی پر نقد بھی کیا ہے۔

۳۔ سیرۃ المصطفیٰ (از: مولانا ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور، ط۱۹۷۹ء)۔ اس کتاب کے مقدمہ [۲۱] میں مصنف نے وضاحت کی ہے کہ وہ اس کتاب میں محدثانہ نقطہ نظر سے صحیح ومعتبر روایات سے استفادہ کریں گے۔ مصنف کے ہاں مولانا شبلی پر نقد ونظر کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

۴۔ الرحیق المختوم (از: صفی الرحمٰن مبارکپوری، دارالسلام، الریاض، ط۱۹۹۲ء)۔ صحت واستناد کے زیر بحث اصولوں کی رعایت سے لکھی جانے والی یہ کتاب بنیادی طور پر رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام سیرت نگاری کے ایک عالمی مقابلے (۱۳۹۸ھ) کے لیے پیش کی گئی تھی اور اس میں یہ پہلے انعام کی حقدار قرار پائی۔ اصلاً یہ کتاب عربی میں ہے، تاہم اس کا اردو ترجمہ بھی مصنف ہی کے قلم سے شائع شدہ ہے۔

۵۔ السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ: (از: ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، مدینہ منورہ، مکتبۃ العلوم والحکم، طبع پنجم ۱۹۹۳ء)۔ اس کتاب کے عنوان ہی سے مصنف نے یہ وضاحت کردی ہے کہ وہ سیرت پر مستند مواد ہی پیش کریں گے۔ اس پر مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

۶۔ صحیح السیرۃ النبویۃ، (از: ابراہیم العلی، دارالنفائس، عمان، اردن، ط سوم، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء)۔ جیسا کہ عنوان ہی سے واضح ہے کہ اس میں سیرت پر مستند مواد جمع کیا گیا ہے، تاہم مقدمہ میں [۲۲] مصنف نے چار طرح کے مصادر سیرت یعنی ۱۔ قرآن، ۲۔ کتب حدیث، ۳۔ کتب مغازی وسیر ودلائل وشمائل اور ۴۔ کتب ادب ولغت وشعر کا بالترتیب ذکر کیا ہے اور ان سے استفادہ کے لیے پہلے تین کا درجہ بدرجہ ذکر کیا ہے جبکہ آخری مصدر سے استفادہ کی بات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

۷۔ السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ، (از: ڈاکٹر مہدی رزق اللہ، ریاض: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسامیۃ، طبع اوّل ۱۹۹۲ء)۔ یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر نہایت اہم ہے۔ مصنف نے سیرت کے مواد کو محدثانہ اصولوں کی رعایت سے اخذ کیا ہے، چنانچہ جابجا روایات کی صحت وضعف پر محدثانہ مباحث پڑھنے کو ملتے ہیں۔ حال ہی میں مکتبہ دارالسلام، (ریاض/سعودی عرب) کی طرف سے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔

۸۔ السیرۃ النبویۃ، (از: نجاح الطائی، مؤسسۃ البلاغ، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)۔ اس کتاب کے مقدمہ میں [۲۳] مصنف نے اپنی کتاب کے لیے یہ عنوان ذکر کیا ہے: السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، بالفاظ دیگر اپنی کتاب میں درج مواد کے بارے میں انہوں نے صحت واستناد کا دعویٰ کیا ہے۔ (قطع نظر اس سے کہ وہ اس دعویٰ پر پورا اترے ہیں یا نہیں)۔

۹۔ صحیح السیرۃ النبویۃ المسماۃ السیرۃ الذہبیۃ، (از: محمد بن رزق طرھونی، دار ابن تیمیہ، قاہرہ، ط اول ۱۴۱۰ھ)۔ مصنف نے جیسا کہ عنوانِ کتاب سے واضح ہے، قرآن اور صحیح احادیث سے انتخاب کی کوشش کی ہے بلکہ اس سلسلہ میں دیگر اہل علم کے برعکس کچھ شدت پسند واقع ہوئے ہیں، جیسا کہ موصوف کتاب کے مقدمہ (ص ۱۸) میں لکھتے ہیں کہ ''اہل علم کے ہاں یہ منہج معروف ہے کہ سیرت، مغازی، فضائل ورقاق اور زہد وغیرہ جیسے (یعنی غیر احکامی) مباحث میں کمزور روایات نقل کرنا جائز ہے، لیکن میں نے اس کی بجائے اس سلسلہ میں وارد

ہونے والی روایات کے ساتھ وہی طریق کار اختیار کیا ہے جو احکامی روایات کے بارے میں اہلِ علم کرتے ہیں یعنی یہ کہ ان میں بھی تساہل (یعنی کمزور روایات) سے کام نہیں لیا"۔ بلکہ مصنف نے اسماء وانساب اور اماکن وغیرہ میں بھی صرف حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ روایات سے استفادہ کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۰۔ السیرۃ النبویۃ کما جاء ت فی الاحادیث الصحیحۃ، (محمد الصویانی، مکتبہ العبیکان، الریاض، ط ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۴ء)۔ اس کتاب کی ورق گردانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے نصوص اور ان کے حوالہ جات میں خاص اہتمام اور احتیاط سے کام نہیں لیا۔ دوسرے لفظوں میں عنوان ہذا کتاب کے مواد کی درست نمائندگی نہیں کرپایا۔

۱۱۔ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، (سید جعفر مرتضیٰ العاملی، المرکز الاسلامی للدراسات، بیروت، ط پنجم، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء)۔ یہ کتاب پینتیس ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے صحت مواد کے اہتمام کا دعویٰ کیا ہے، تاہم مصنف چونکہ خود شیعہ نقطہ نظر کے حامل ہیں، اس لیے اسی نقطہ نظر کی روشنی میں انہوں نے کتاب ترتیب دی ہے۔ اس لیے ظاہر ہے ان کے اصول سیرت نگاری کا سنی اصول سیرت نگاری سے خاصا اختلاف رائے بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں مصنف نے سنی اور شیعہ دونوں مصادر سے واقعات سیرت کے تقابلی مطالعہ کا اہتمام بھی کیا ہے۔

۱۲۔ السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ، (د۔ محمد بن محمد ابوشہبہ، دارالقلم، دمشق، ط اول، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء)۔ یہ بھی زیر نظر موضوع پر ایک اہم کاوش ہے۔

ان کے علاوہ کچھ ایسی کتابیں بھی سامنے آئی ہیں جن میں سیرت نگاری کی بجائے مصادر سیرت اور اصول سیرت پر نظری بحث کی گئی ہے، یہ کتابیں بھی زیر بحث موضوع کے حوالے سے اہم ہیں، مثلاً:

۱۔ مصادر السیرۃ النبویۃ، (از: ضیف اللہ بن یحییٰ الزہرانی، مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد، س ن)۔ یہ کتاب سیرت کی بجائے صرف مصادر سیرت پر بحث کرتی ہے اور دورِ جدید میں سیرت نگاری میں صحت مصادر کی بحث سے اس کا تعلق یہ ہے کہ یہ سیرت کے اصلی اور تکمیلی مصادر پر بحث کرتی ہے۔ مصنف کے نزدیک مصادر سیرت دو طرح کے ہیں۔ ایک مصادر اصلیہ ہیں جو یہ ہیں: ۱۔ قرآن، ۲۔ کتبِ احادیث، ۳۔ کتب مغازی وسیر اور ۴۔ کتبِ دلائل وشمائل۔ اور دوسرے مصادر تکمیلیہ ہیں۔ مصادر تکمیلیہ کے ضمن میں مصنف نے یہ مصادر ذکر کیے ہیں: ۱۔ کتبِ تاریخِ مکہ ومدینہ، ۲۔ کتبِ ادب وشعر، ۳۔ کتبِ تراجم، ۴۔ کتبِ بلدان۔

۲۔ مصادر السیرۃ النبویۃ وتقویمھا، (از: فاروق حمادہ، دارالثقافۃ: الدارالبیضاء، طبع اول ۱۴۰۰ھ)۔ یہ کتاب بھی سیرت کی بجائے مصادر سیرت اور گیارہ اہم معاصر کتب سیرت کے تعارفی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ تاہم ان کے ہاں درج ذیل آٹھ مصادر اصلیہ ہیں: (۱)۔ قرآن، (۲)۔ کتب احادیث، (۳)۔ کتب دلائل، (۴)۔ کتب شمائل، (۵)۔ مغازی وسیر، (۶)۔ کتب تاریخ مکہ ومدینہ، (۷)۔ کتب تاریخ عام، (۸)۔ کتب ادب ولغت۔

اس کے علاوہ مصنف کے نزدیک مذکورہ مصادر کی بنیاد پر متقدمین کے قلم سے لکھی گئی 'کتب سیرت' سیرت نگاری میں 'مصادر فرعیہ' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مصنف نے قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) کی کتاب الشفا سے لے کر امام محمد بن یوسف صالحی شامی (م ۹۴۲ھ) کی سبل الھدیٰ والرشاد تک آٹھ اہم کتابوں کا تعارف کروایا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کے ایک باب میں گیارہ اہم معاصر کتب سیرت کا مختصر تعارفی مطالعہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ مصادر تلقی السیرۃ النبویۃ، (از: محمد انور بن محمد البکری، مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد، س ،ن)۔ مذکورہ بالا سلسلہ کو زیر نظر موضوع کے حوالے سے رسائل و جرائد اور کانفرنسوں میں پیش ہونے والے علمی وتحقیقی مقالات کی روشنی میں مزید بڑھایا جاسکتا ہے، تاہم راقم الحروف اس سلسلہ میں سے صرف دو اہلِ علم کی سیرت نگاری کو یہاں موضوعِ بحث بنائے

گا۔ ایک تو علامہ شبلی نعمانی ہیں اور دوسرے ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری ہیں۔ اول الذکر سے اردو دان طبقہ کی نمائندگی ہوتی ہے جبکہ ثانی الذکر سے عربی دان طبقہ کی۔ نیز ان کے انتخاب کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں اپنی اپنی زبان میں دیگر معاصر کتابوں پر بہت سے پہلوؤں سے فوقیت بھی رکھتی ہیں، خاص کر یہ پہلو کہ ان دونوں حضرات نے سیرت نگاری کے اصول وضوابطہ پر وقیع مقدمات لکھے ہیں اور پھر ان اصولوں کی روشنی میں سیرت ترتیب دینے کی کوششیں بھی کی ہیں۔ آئندہ سطور میں ان دونوں اہل علم کے حوالے سے سیرت نگاری کے مصادر اور اصول وضوابط کو زیر بحث لایا جارہا ہے، نیز ان پر ہونے والی تنقیدات کے نمونے اور ان تنقیدات کا علمی تجزیہ بھی پیش کیا جائے گا۔

ا۔ علامہ شبلی نعمانی اور سیرت نگاری:

برصغیر میں سیرت کے سلسلہ میں مستشرقین کی علمی سرگرمیوں نے سرسید کی طرح اور بھی بہت سے علماء کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ سیرت کے مآخذ ومصادر کا جائزہ لے کر از سر نو سیرت پر مستند کتابیں تصنیف کریں۔ چنانچہ سرسید کے بعد علامہ شبلی نعمانی کا نام اس حوالے سے سرفہرست ہے جنہوں نے اس ضرورت کا نہ صرف یہ کہ شدت سے احساس کیا بلکہ عملی اقدام کرتے ہوئے سیرت پر ایک ایسی مستند کتاب تیار کردی جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ موصوف خود اس ضرورت کا احساس کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”خاص سیرت پر آج تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں صرف صحیح روایتوں کا التزام کیا جاتا، حافظ زین الدین عراقی جو حافظ ابن حجر کے استاد تھے، سیرۃ نبوی میں لکھتے ہیں:

ولیعلم الطالب ان السیرا تجمع ما صح و ما قد انکرا

یعنی طالب فن کو جاننا چاہیے کہ سیرۃ میں ہر قسم کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں، صحیح بھی اور قابل انکار بھی۔ یہی سبب ہے کہ مستند اور مسلم الثبوت تصنیفات میں بھی بہت سی ضعیف روایتیں شامل ہوگئیں۔ اس بنا پر ضروری تھا کہ نہایت کثرت سے حدیث ورجال کی کتابیں بہم

پہنچائی جائیں اور پھر نہایت تحقیق اور تنقید سے ایک مستند تصنیف تیار کی جائے، لیکن سیکڑوں کتابوں کا استقصا کے ساتھ دیکھنا اور ان سے معلومات کا اقتباس کرنا، ایک شخص کا کام نہ تھا، اس کے ساتھ ایک ضرورت یہ بھی تھی کہ یورپ میں آنحضرت ﷺ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے واقفیت حاصل کی جائے۔ میں بد قسمتی سے یورپ کی کوئی زبان نہیں جانتا، اس لیے ایک محکمۂ تصنیف کی ضرورت تھی، جس میں قابل عربی دان اور مغربی زبانوں کے جاننے والے شامل ہوں، خدا نے جب یہ سامان پیدا کر دیے تو اب مجھ کو کیا عذر ہو سکتا تھا، اب بھی اگر اس فرض کے ادا کرنے سے قاصر رہتا تو اس سے بڑھ کر کیا بد قسمتی ہو سکتی تھی"۔ (۲۴)

مستشرقین نے اسلامی مصادر سے کمزور روایات کی بنیاد پر جو 'سیرت نگاری' کی ہے یا دوسرے لفظوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت پر جو 'تنقیدات' کی ہیں، علامہ شبلی نے اس کا بھرپور نوٹس لیا ہے اور اس کے پس منظر، وجوہات اور ان کی تنقیدات کی کمزوری کو موضوع بحث بنایا ہے، چنانچہ آپ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

یورپین مصنفوں کی غلط کاریوں کی بڑی وجہ تو وہی ان کا مذہبی اور سیاسی تعصب ہے لیکن بعض وجوہ اور بھی ہیں جن کی بنا پر ہم ان کو معذور رکھ سکتے ہیں۔

ا۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کا تمام سرمایہ استناد صرف سیرت و تاریخ کی کتابیں ہیں، مثلاً مغازی واقدی سیرت، ابن ہشام، سیرت محمد بن اسحاق، تاریخ طبری وغیرہ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی غیر مسلم اگر آنحضرت (ﷺ) کی سوانح عمری مرتب کرنا چاہے گا تو عام قیاس یہی رہبری کرے گا کہ اس کو تصنیفات سیرت کی طرف رجوع کرنا چاہیے لیکن واقعہ یہ ہے کہ سیرت کی تصنیفات میں سے ایک بھی نہیں جو استناد کے لحاظ سے بلند رتبہ ہو چنانچہ اس کی بحث اوپر گزر چکی، مصنّفین سیرت سے قطع نظر، سیرت کی روایتیں زیادہ تر جن لوگوں سے مروی ہیں، مثلاً سیف، سرّی، ابن سلمہ، ابن نجیح عموماً ضعیف الروایہ ہیں اس لیے عام اور معمولی

واقعات میں ان کی شہادت کافی ہو سکتی ہے لیکن وہ واقعات جن پر مہتم بالشان مسائل کی بنیاد قائم ہے، ان کے لیے یہ سرمایہ بے کار ہے۔

آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری کے یقینی واقعات وہ ہیں جو حدیث کی کتابوں میں بہ روایات صحیحہ منقول ہیں، یورپین مصنّفین اس سرمایہ سے بالکل بے خبر ہیں، اور ایک آدھ کوئی ہے (مثلاً مارگولیس) تو اولاً وہ اس فن کا ماہر نہیں اور ہو بھی تو تعصب کی ایک چنگاری سینکڑوں خرمن معلومات کو جلانے کے لیے کافی ہے۔

۲۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ یورپ کے اصولِ تنقیح شہادت اور ہمارے اصولِ تنقیح میں سخت اختلاف ہے، یورپ اس بات کو بالکل نہیں دیکھتا کہ راوی صادق ہے، یا کاذب، اس کے اخلاق وعادات کیا ہیں، حافظ کیسا ہے؟ اس کے نزدیک یہ تحقیق و تدقیق نہ ممکن ہے، نہ ضروری ہے وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ راوی کا بیان بجائے خود، قرائن اور واقعات کے تناسب سے مطابق رکھتا ہے، یا نہیں؟ فرض کرو، ایک جھوٹے سے جھوٹا راوی ایک واقعہ بیان کرتا ہے جو قرائن موجودہ اور گرد وپیش کے واقعات کے لحاظ سے صحیح معلوم ہوتا ہے، بیان بالکل مسلسل ہے اور کہیں سے نہیں اکھڑتا، تو یورپ کے مزاج کے موافق واقعہ کی صحت تسلیم کرلی جائے گی۔

بخلاف اس کے مسلمان مورخ اور خصوصاً محدثین اس کی پروا نہیں کرتے کہ خود روایت کی کیا حالت ہے، بلکہ سب سے پہلے وہ دیکھتے ہیں کہ ''اسمائے رجال'' کے دفتر تحقیقات میں اس شخص کا نام ثقہ لوگوں کی فہرست میں درج ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو ان کے نزدیک اس کا بیان بالکل ناقابلِ اعتنا ہے، بخلاف اس کے اگر ثقہ راوی نے کوئی واقعہ بیان کیا، تو گو قرائن اور قیاسات کے خلاف ہو اور گو بظاہر عقل کے مطابق بھی نہ ہو، لیکن اس کی روایت قبول کرلی جائے گی۔

اس اختلاف اصول نے یورپین تصنیفات پر بہت بڑا اثر پیدا کیا ہے مثلاً اہل یورپ واقدی کے بیان پر سب سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ واقدی کے بیان نہایت مسلسل اور مربوط ہوتا ہے، جزئیات کی تمام کڑیاں باہم ملتی چلی جاتی ہیں، واقعات میں کہیں خلا نہیں

ہوتا، جو چیزیں کسی واقعہ کو دلچسپ بناسکتی ہیں، سب موجود ہوتی ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہی باتیں اصلی راز کی پردہ دری کرتی ہیں، جو روایتیں سو برس سے زیادہ زمانہ تک محض زبانوں پر رہیں، ان میں اس قدر استقصائے جزئیات ممکن نہیں، یہ البتہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح تاریخی افسانے لکھے جاتے ہیں، چند واقعات کا ذخیرہ سامنے رکھ کر قیاس و قرائن اور معلومات عامہ کے ذریعہ سے ایک سادہ خاکہ کو نقش و نگار سے کامل کردیا جائے لیکن یہ جرأت صرف واقدی کرسکتا ہے، محدثین اس سے معذور ہیں۔

تاہم اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ہر موقع پر محض راوی کا ثقہ ہونا کافی نہیں، ثقات بھی غلطی کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ درایت کے جو اصول محدثین نے قائم کیے ہیں اور جن کو بعض جگہ وہ بھول جاتے ہیں، ان کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کی جائے"۔ (۲۵)

علامہ شبلی کے ہاں اصولِ سیرت نگاری:

علامہ شبلی نے اپنی "سیرت النبی ﷺ" میں سیرت نگاری کے جو اصول قائم کیے ہیں، ان کی تفصیل انہوں نے خود ان الفاظ میں مہیا کی ہے:

"ہم نے اس کتاب میں جو اصول اختیار کئے ہیں، اب ان کے بتانے کا وقت آگیا ہے:

ا۔ سب سے پہلے یہ کہ سیرت کے واقعات کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے، ان کو سب پر مقدم رکھا ہے، یہ قطعاً ثابت ہے کہ بہت سے واقعات کے متعلق خود قرآن مجید میں ایسی تصریحات یا اشارے موجود ہیں جن سے اختلافی مباحث کا فیصلہ ہوجاتا ہے، لیکن لوگوں نے آیات قرآنی پر اچھی طرح نظر نہیں ڈالی، اس لیے وہ مباحث غیر مفصل رہ گئے۔

۲۔ قرآن مجید کے بعد حدیث کا درجہ ہے، احادیث صحیحہ کے سامنے سیرت کی روایتیں نظر انداز کردی ہیں۔ جو واقعات بخاری و مسلم میں مذکور ہیں ان کے مقابلہ میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اربابِ سیر کو ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ وہ واقعات کو کتب حدیث

میں ان موقعوں پر ڈھونڈ ھتے ہیں، جہاں عنوان اور مضمون کے لحاظ سے اس کو درج ہونا چاہیے، اور جب ان کو ان موقعوں پر کوئی روایت نہیں ملتی تو وہ کم درجہ کی روایتوں کو لے لیتے ہیں لیکن کتب حدیث میں ہر قسم کے نہایت تفصیلی واقعات ضمنی موقعوں پر روایت میں آجاتے ہیں، اس لیے اگر عام استقراء اور تفحص سے کام لیا جائے تو تمام اہم واقعات میں خود صحاح ستہ کی روایتیں مل جاتی ہیں، ہماری اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہی ہے کہ اکثر تفصیلی واقعات ہم نے حدیث ہی کی کتابوں سے ڈھونڈ کر مہیا کیے، جو اہلِ سیر کی نظر سے بالکل اوجھل رہ گئے تھے۔

۳۔ روز مرہ اور عام واقعات میں ابن سعد، ابن ہشام اور طبری کی عام روایتیں کافی خیال کی ہیں، لیکن جو واقعات کچھ بھی اہمیت رکھتے ہیں ان کے متعلق تنقید اور تحقیق سے کام لیا ہے، اور تا اِمکان کدّ و کاوش کی ہے۔ اس خاص ضرورت کے لیے ہم نے پہلا کام یہ کیا کہ ابن ہشام، ابن سعد، اور طبری کے تمام رواۃ کے نام الگ انتخاب کر لیے، جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے، پھر اسماء الرجال کی کتابوں سے ان کی جرح و تعدیل کا نقشہ تیار کیا تا کہ جس سلسلۂ روایت کی تحقیق مقصود ہو بہ آسانی ہو جائے۔

۴۔ جن فروگزاشتوں کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، جہاں تک ممکن تھا ان کی اصلاح اور تلافی کی ہے۔[۲۶]

یہ تو وہ اصول ہیں جنہیں علامہ شبلی نے خود بیان کیا ہے، تاہم آپ کے مقدمہ سیرت النبی کے مختلف مقامات پر آپ کی طرز تحریر سے مترشح ہونے والے اصولوں کی مزید تعمیم و ترتیب آپ کے شاگرد رشید اور شریک تالیف سید سلیمان ندوی نے کچھ یوں مہیا کی ہے:

۱۔ سب سے پہلے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں، پھر احادیثِ صحیحہ میں، پھر عام احادیث میں کرنی چاہیے، اگر نہ ملے تو روایات سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔

۲۔ کتبِ سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کی روایات واسناد کی تحقیق لازم ہے۔

۳۔ سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایۂ صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں۔ اس لیے بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

۴۔ بصورتِ اختلافِ روایاتِ احادیث، رواۃ اربابِ فقہ و ہوش [کذا] کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہو گی۔

۵۔ سیرت کے واقعات میں علت و معلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

۶۔ نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہیے۔

۷۔ روایت میں اصل واقعہ کس قدر ہے؟ اور راوی کی ذاتی رائے و فہم کا کس قدر جز شامل ہے۔

۸۔ اسبابِ خارجی کا کس قدر اثر ہے؟

۹۔ جو روایت عام وجوہ عقلی، مشاہدۂ عام، اصول مسلمہ اور قرائن حال کے خلاف ہو گی، لائق حجت نہ ہو گی۔

۱۰۔ اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق و جمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہیے کہ راوی سے ادائے فہم میں تو غلطی نہیں ہوئی ہے۔

۱۱۔ روایات آحاد کو موضوع کی اہمیت اور قرائن حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہیے۔[۲۷]

۲۔ علامہ اکرم ضیاء العمری کے ہاں اصولِ سیرت نگاری:

آپ نے اپنی عمر کا بڑا حصہ فن سیرت کی تدریس و تالیف پر صرف کیا ہے۔ نیز آپ نے اپنی نگرانی میں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر ڈاکٹریٹ کے بہت سے مقالوں کی نگرانی کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔[۲۸]

آپ نے مصادر سیرت اور اصول سیرت نگاری کے حوالے سے جو مباحث اٹھائے ہیں ان کا حاصل درج ذیل ہے:

۱۔ مصادر سیرت میں قرآن مجید کو اولیت اور فوقیت حاصل ہے لیکن دیگر مصادر سیرت سے قطع نظری اور محض قرآن ہی پر اکتفا کر لینا تالیفِ سیرت کے لیے درست رویہ نہیں کیونکہ قرآن مجید اول تو دستورِ ہدایت ہے نہ کہ تاریخ کی کتاب۔ پھر قرآنی آیات کی توضیح و تفسیر محض لغت اور عقل کی روشنی میں کرنا بھی غلط فہمیوں کی بنیاد بنتا ہے، اس ضمن میں حدیث اور تفسیر کی کتابوں کی طرف مراجعت بھی ناگزیر ہے۔[۲۹]

۲۔ قرآن مجید کے بعد دوسرا بڑا اور مستند ذریعہ حدیث کی عمومی کتابیں ہیں۔ مثلاً "موَطا امام مالک"، "مسند احمد"، "صحاح ستہ" وغیرہ۔[۳۰]

۳۔ سیرت نگاری میں تیسرا بڑا ذریعہ حدیث کی وہ مخصوص کتب ہیں جو شمائل و دلائلِ نبوت سے تعرض کرتی ہیں، مثلاً "دلائلِ نبوت" از فریابی، "أعلام النبوۃ" از، اصبہانی، "دلائلِ نبوت" از بیہقی وغیرہ۔[۳۱]

۴۔ قرآن مجید اور حدیث کی (عمومی و خصوصی) کتب کے بعد سیرت نگاری کا بڑا اور اہم ذریعہ وہ کتابیں ہیں جو یا تو خاص سیرت کے حوالے سے لکھی گئی ہیں جنہیں "کتب المغازی" یا "کتب السیرۃ" بھی کہا جاتا ہے۔ یا جو عمومی تاریخ کے حوالے سے لکھی گئی ہیں مگر ان میں سیرت پر بھی مواد موجود ہے، مثلاً "تاریخ خلیفہ بن خیاط"، "تاریخ طبری"، "الکامل فی التاریخ"، وغیرہ۔[۳۲]

۵۔ سیرت نگاری چونکہ محدثین کا براہ راست موضوع نہیں تھا اس لیے کتب احادیث میں سیرت سے متعلقہ واقعات نہ تو یکجا ملتے ہیں نہ ہی ان میں کوئی زمانی ترتیب پائی جاتی ہے بلکہ ایک ہی واقعہ کے مختلف اجزاء مختلف مقامات پر ٹکڑوں کی شکل میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ بعض اوقات تو ایک واقعہ اپنی پوری شکل میں جمع کرنا ممکن ہی نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں اگر محض کتب احادیث پر اکتفا کر کے سیرت نگاری کی کوشش کی جائے تو اس سے بہت سے التباسات

جنم لے سکتے ہیں۔ اس لیے کتب احادیث کے ساتھ کتب سیرت کی طرف مراجعت بھی ضروری ہو جاتی ہے۔ (۴۳)

۶۔ قرآن مجید، کتب احادیث اور کتب سیرت کے بعد کچھ مصادر ایسے ہیں جنہیں تکمیلی مصادر کہا جا سکتا ہے۔ اس میں ادب کی کتابیں، تراجم وطبقات کی کتابیں، جزیرہ عرب کے جغرافیہ کے حوالے سے لکھی گئی کتابیں شامل ہیں۔ ان میں بعض ایسی مفید معلومات ملتی ہیں جو سیرت کے بعض وقائع و حوادث کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوتی ہیں، تاہم یہ ہمیشہ اول الذکر نوع کے مصادر کے تابع ہیں۔ (۴۴)

۷۔ سیرت سے متعلقہ جو معلومات قرآن مجید یا حدیث کی کتابوں میں صحیح اسناد کے ساتھ موجود ہے اگر کہیں ان کا سیرت یا تاریخ یا ادب وغیرہ کی کتابوں سے تعارض ہو تو وہاں اول تو تطبیق کی کوشش کی جائے گی، ورنہ قرآن اور کتب حدیث میں موجود صحیح روایات کو باقی مصادر (یعنی کتب سیرت و تاریخ وغیرہ) پر ترجیح دی جائے گی۔ (۴۵)

۸۔ کتب سیرت میں صحیح وضعیف ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ اس لیے سیرت نگاری میں ان روایات کے انتخاب کا یہ اصول پیشِ نظر رکھا جائے گا کہ جو صحیح ترین روایات ہیں پہلے انہیں لیا جائے گا پھر انہیں جو صحت میں ان کے بعد درجہ رکھتی ہوں جیسے حسن روایات اور پھر وہ جو حسن سے قریب تر ہوں، اور جہاں ان روایات میں تعارض ہو گا وہاں اسی ترتیب سے اقویٰ کو قوی پر اور قوی کو کمزور پر ترجیح دی جائے گی۔ ان کے بعد ضعیف روایات کی طرف بھی مراجعت کی جائے گی بشرطیکہ وہ ضعیف روایات عقائد و شریعت سے تعلق نہ رکھتی ہوں، ہاں اگر وہ اخلاقیات، عمرانیات، صنعت و حرفت، زراعت اور مجاہدین کی شجاعت اور جذبہ جہاد وغیرہ کی قبیل سے ہوں اور اس سلسلہ میں قوی روایات موجود نہ ہوں تو پھر ان سے استفادہ میں کوئی مانع نہیں۔ (۴۶)

ڈاکٹر عمری صاحب نے اپنے منہج کو محدثین کے منہج سے مربوط کیا ہے اور کئی جگہ محدثین کے حوالے دے کر اپنی بات کو مستند بنایا ہے اور یہ زاویہ فکر کہ محدثین کے ہاں ضعیف روایات کی مطلقاً کوئی اہمیت نہیں تھی، یا یہ کہ تاریخ وسیرت کی روایات کو بھی لامحالہ محدثین کے انہیں ضوابط پر پرکھا جائے جو انہوں نے تشریعی احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے قائم کیے تھے، کی خود محدثین کے اقوال وتصریحات کی روشنی میں تردید کی ہے [۳۷] اور انہوں نے بارہا اسی بات پر زور دیا ہے کہ اسلامی تاریخ کی تدوین نو محدثین کے قواعد ہی کی روشنی میں کی جانی چاہیے۔[۳۸]

علامہ شبلی اور علامہ عمری کے اصولِ سیرت نگاری کا موازنہ:

علامہ شبلی اور علامہ عمری کے ہاں اصول سیرت نگاری میں خاصی حد تک اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے، تاہم ان اصولوں کی تنقیح اور ان کے اطلاق کے وقت جزئیاتی نوعیت کے بعض اختلافات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

مشترکہ اصول:

علامہ شبلی اور علامہ عمری کے ہاں سیرت نگاری کے سلسلہ میں جن اصولوں میں قریب قریب اتفاق رائے پایا جاتا ہے انہیں یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ سیرت کا بنیادی مصدر قرآن مجید ہے، سیرت نگاری کے لیے سب سے پہلے اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۔ قرآن مجید کے بعد دوسرا بڑا اور مستند ذریعہ حدیث کی عمومی وخصوصی کتابیں ہیں۔

۳۔ قرآں مجید اور حدیث کی (عمومی وخصوصی) کتب کے بعد سیرت نگاری کا بڑا اور اہم ذریعہ سیرت اور تاریخ کی وہ کتابیں ہیں جن میں سند اور رواۃ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۴۔ حدیث اور سیرت وتاریخ کی کتابیں محتاجِ تنقیح ہیں اور ان کی روایات واسناد کی تحقیق لازم ہے۔

۵۔ سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایۂ صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں۔ اس لیے بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

۶۔ سیرت نگاری میں روایات کا انتخاب اس طرح کیا جائے گا کہ جو صحیح ترین روایات ہیں پہلے انہیں لیا جائے گا پھر انہیں جو صحت میں ان کے بعد ہوں جیسے حسن روایات اور پھر وہ جو حسن سے قریب تر ہوں۔

۷۔ سیرت نگاری میں ضعیف روایات کی طرف بھی مراجعت کی جائے گی بشرطیکہ وہ ضعیف روایات عقائد و شریعت سے تعلق نہ رکھتی ہوں، اور نہ ہی ان کا تعلق کسی اہم واقعہ کے بیان سے ہو۔ ہاں اگر وہ اخلاقیات، عمرانیات، صنعت و حرفت، زراعت اور مجاہدین کی شجاعت اور جذبۂ جہاد وغیرہ یا روزمرہ اور عام واقعات کی قبیل سے ہوں اور اس سلسلہ میں قوی روایات موجود نہ ہوں تو پھر ان سے استفادہ میں کوئی مانع نہیں۔

اصولوں کی تنقیح کا مسئلہ:

جہاں تک علامہ شبلی اور علامہ عمری کے ہاں سیرت نگاری کے اصول وضوابط کی تنقیح کا مسئلہ ہے، اس سلسلہ میں واقدی کی مرویات سے استفادہ کی نوعیت کو بطور مثال ذکر کیا جاسکتا ہے۔ علامہ شبلی نے واقدی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

واقدی تو بالکل نظر انداز کر دینے کے قابل ہے، محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں: کہ وہ خود اپنے جی سے روایتیں گھڑتا ہے اور حقیقت میں واقدی کی تصنیف خود اس بات کی شہادت ہے، ایک ایک جزئی واقعہ کے متعلق جس قسم کی گوناگوں اور دلچسپ تفصیلیں وہ بیان کرتا ہے، آج کوئی بڑا سے بڑا واقعہ نگار چشم دید واقعات اس طرح قلمبند نہیں کر سکتا۔[۳۹]

لیکن اس کے باوجود علامہ شبلی واقدی کو "بالکل" نظر انداز نہیں کر پائے۔ خود آپ کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق بھی ایسا ممکن نہیں تھا کہ واقدی کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا۔ کیونکہ جب آں موصوف سیرت نگاری کے اصول قائم کرتے وقت یہ کہتے ہیں کہ "روزمرہ اور

عام واقعات میں ابن سعد، ابن ہشام اور طبری کی عام روایتیں کافی خیال کی ہیں، لیکن جو واقعات کچھ بھی اہمیت رکھتے ہیں ان کے متعلق تنقید اور تحقیق سے کام لیا ہے" (یعنی دوسرے لفظوں میں اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ روزمرہ اور عام واقعات میں کمزور روایتوں کی تنقید و تحقیق کی خاص ضرورت نہیں اور ایسی روایتوں سے سیرت نگاری میں استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے) تو اس سے خود واقدی کے بارے میں بھی یہ رائے قائم ہوجاتی ہے کہ روزمرہ یا کم اہم واقعات میں واقدی کی کمزور روایتیں بھی کفایت کرتی ہیں۔ اور عملی طور پر علامہ شبلی کے ہاں قدم قدم پر واقدی کی روایات سے استفادہ کی مثالیں موجود ہیں، خواہ وہ واقدی کے نام کی صراحت کیے بغیر ہی لی گئی ہوں یا ابن سعد کے حوالے سے انہیں جگہ دی گئی ہو۔ کیونکہ ابن سعد نے اپنی "کتاب الطبقات الکبیر" میں ایک بڑا حصہ واقدی ہی سے روایت کیا ہے۔[۴۰]

ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو شاید یہ غلط فہمی پیدا ہو کہ مولانا شبلی سیرت نگاری کے اصول قائم کرنے اور ان کا اپنی کتاب میں اطلاق کرتے ہوئے بعض جگہوں پر داخلی تضاد کا شکار ہوئے ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کی مولانا شبلی کے بارے میں علی الاطلاق یہی رائے ہے اور انہوں نے اپنی کتاب "مولانا شبلی نعمانی بحیثیت سیرت نگار" میں جابجا اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لیکن راقم الحروف اس رائے کو علی الاطلاق شبلی کی طرف منسوب کرنے کو درست خیال نہیں کرتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ خیال کرتا ہے کہ علامہ شبلی کے ہاں بعض اصول سیرت نگاری تنقیح مزید کے محتاج رہ گئے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مولانا نے سیرت کا مقدمہ پہلے لکھا اور واقدی کے بارے میں ایک رائے قائم کرلی۔ لیکن جب کتاب کی تدوین میں واقعات سیرت کی مختلف پہلوؤں سے تکمیل کا مسئلہ سامنے آیا اور ایسی صورت میں کمزور روایتوں کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس ہوئی جو کہ خود موصوف کے اختیار کردہ اصولوں کی روشنی میں ایک درست اقدام تھا، تو انہوں نے واقدی کی روایات کو بھی لیا اور اس کی وجہ سے اس کے سوا کچھ

نہیں ہو سکتی کہ ایسے مواقع پر واقدی کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے، خواہ وہ بھی کمزور اور غیر مستند ہی ہو، جزئی تفصیلات دستیاب نہیں ہو سکی ہوں گی۔ (۴۱)

لیکن علامہ عمری کے ہاں اصولِ سیرت زیادہ منقح شکل میں موجود ہیں، واقدی ہی کو لیجیے۔ موصوف نے واقدی کے بارے میں محدثین کی مختلف آراء نقل کی ہیں اور اپنی رائے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

ولا تصلح مروياته للاحتجاج بها فيما يتعلق بالعقيدة والشريعة، ولكنها تنفع في وصف تفاصيل الاحداث مما لا يتصل بالعقيدة والشريعة، خاصة اذا لم يخالف الاخبار الصحيحة۔ (۴۲)

واقدی کی روایات عقائد و شرعی مسائل سے متعلق تو استدلال کے قابل نہیں، البتہ ان واقعات کی تفصیلات بیان کرنے میں جن کا تعلق عقیدہ و شریعت سے نہیں، مفید ہیں، خصوصاً جبکہ وہ صحیح روایات کے مخالف نہ ہوں۔

اسی طرح سیرت نگاری میں کمزور روایات سے استفادہ کے بارے میں بھی آپ صاف طور پر یہ رائے رکھتے ہیں کہ:

کتب سیرت میں صحیح و ضعیف ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ اس لیے سیرت نگاری میں ان روایات کے انتخاب کا یہ اصول پیش نظر رکھا جائے گا کہ جو صحیح ترین روایات ہیں پہلے انہیں لیا جائے گا پھر انہیں جو صحت میں ان کے بعد درجہ رکھتی ہوں جیسے حسن روایات اور پھر وہ جو حسن سے قریب تر ہوں اور جہاں ان روایات میں تعارض ہو گا وہاں اسی ترتیب سے اقویٰ کو قوی پر اور قوی کو کمزور پر ترجیح دی جائے گی۔ ان کے بعد ضعیف روایات کی طرف بھی مراجعت کی جائے گی بشرطیکہ وہ ضعیف روایات عقائد و شریعت سے تعلق نہ رکھتی ہوں، ہاں اگر وہ اخلاقیات، عمرانیات، صنعت و حرفت، زراعت اور مجاہدین کی شجاعت اور جذبہ جہاد وغیرہ کی قبیل سے ہوں اور اس سلسلہ میں قوی روایات موجود نہ ہوں تو پھر ان سے استفادہ میں کوئی مانع نہیں۔ (۴۳)

علامہ شبلی اور علامہ عمری پر کی گئی تنقیدات

ا۔ علامہ شبلی پر کی گئی تنقیدات:

علامہ شبلی پر سیرت نگاری کے سلسلہ میں کئی ایک اہل علم نے نقد بھی کیے ہیں۔ مجموعی طور پر ان تنقیدات کا تعلق موصوف کے اختیار کردہ سیرت نگاری کے اصولوں پر بحیثیت اصول نقد کی قبیل سے نہیں بلکہ ان اصولوں کی پاسداری یعنی ان کی تطبیقات اور ان کے عملی اطلاقات کی قبیل سے ہے۔ آپ پر ہونے والی مختلف تنقیدات کے حوالے سے مولانا نعمت اللہ اعظمی (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) رقم طراز ہیں:

ماضی میں مولانا محمد اسحٰق صاحب، علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا عبدالرؤف صاحب داناپوری، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور کتنے ہی بالغ نظر علماء نے مختلف مقامات پر جستہ جستہ تنقیدیں کی ہیں اور ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور ان سب کے خلاصہ کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ مصنف نے کتاب کے استناد کے لیے جن شرائط کے اہتمام کا دعویٰ کیا تھا، وہ اس کو پورا نہ کرسکے۔[۴۴]

یعنی مولانا شبلی نے سیرت نگاری کے لیے جن شرائط یا دوسرے لفظوں میں جن اصول وضوابط کو طے کیا تھا، ان کو عملاً اپنی "سیرت النبی ﷺ" میں ہر جگہ برت نہیں پائے۔ گویا آپ پر نقد کرنے والے اہل علم کو بالعموم آپ کے اختیار کردہ اصولوں سے اختلاف نہیں بلکہ اختلاف اس بات سے ہے کہ مولانا نے ہر جگہ اپنے ان ضوابط وشرائط کی پاسداری کیوں نہیں کی۔ ظفر احمد صدیقی صاحب کی کتاب (مولانا شبلی نعمانی بحیثیت سیرت نگار) ان اطلاقی پہلوؤں کی کافی حد تک مثالیں مہیا کرتی ہے مگر وہ شبلی کے اصولوں سے بحیثیت اصول کوئی خاص تعرض نہیں کرسکے۔ خود سید سلیمان ندوی نے بھی اس کتاب کے بعض مباحث میں اپنے شیخ شبلی سے اصولوں کے اطلاقات میں اختلاف کیا ہے اور "سیرت النبی ﷺ" میں جگہ جگہ اس کی مثالیں موجود ہیں۔[۴۵]

جہاں تک مولانا شبلی کے ہاں اپنے شرائط وضوابط کی پاسداری نہ کرنے کا مسئلہ ہے تو اس کی بعض وجوہات مولانا نعمت اللہ اعظمی نے یوں بیان کی ہیں:

شرائط کو پورا نہ کرسکنے کی اصل وجوہ تو کام کرنے والا ہی بتا سکتا ہے، تاہم مصنف کی جانب سے جو معذرت پیش کی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس دور میں کتابیں اتنی عام نہیں تھیں، یا بعض کتابیں مہیا بھی ہوئیں تو وہ قلمی تھیں، جن سے استفادہ دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ مشہور واقعات کے نقل کرنے میں زیادہ تجسس و تحقیق کے بجائے، سہل الحصول اور متداول کتابوں کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہو۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ محدث کے بارے میں اسی طرح کی بات منقول ہے کہ انہوں نے راویوں کے بارے میں جن سخت شرائط کی پاسداری کا ذکر کیا، ہر جگہ اس کو پورا نہ کرسکے۔ امام مسلم سے اس کی وجہ معلوم کی گئ تو انہوں نے بیان کیا کہ بعض مشہور روایات کی نقل میں، علوسند کی وجہ سے انہوں نے ایسے راویوں کو لے لیا جو کچھ محدثین کے نزدیک قابل اعتراض تھے، کیوں کہ یہ روایات ثقہ راویوں سے اپنی جگہ پر موجود ہی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اسی طرح کا کوئی عذر علامہ شبلی کے پیشِ نظر رہا ہو۔

دوسری معذرت مصنف کی جانب سے یہ پیش کی جاسکتی ہے کہ ان کے دور میں پورا عالم اسلام مستشرقین کے حملوں کی زد میں تھا۔ مستشرقین کے حملوں سے پیدا ہونے والے تاثر کا ازالہ بھی مصنف کے پیشِ نظر ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ علماء نے اس دور میں مستشرقین کے مقابلے پر صرف دفاعی کام کیا ہے۔ اقدام کی حیثیت کا کوئی علمی کام ہمارے علم میں نہیں، اور دفاعی کام کرنے والے بھی دو گروہ نظر آتے ہیں، ایک گروہ تو ان مستشرقین کے حملوں سے اتنا مرعوب تھا کہ اس نے مسلمات شرعیہ سے انکار، یا ان میں رکیک تاویل تک سے اجتناب نہیں کیا، اس گروہ کی مشہور شخصیت سر سید احمد خاں تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو اس درجہ مرعوب تو نہیں تھا کہ مسلمات شرعیہ میں تاویل کے راستے اختیار کرے، لیکن وہ ایسی چیزوں کے نقل کرنے کا اہتمام کرتا تھا جس پر مستشرقین کا اعتراض کم سے کم ہو، شبلی نعمانی مرحوم اسی دوسرے

گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس پر مستزادیہ ہے کہ خود ان کا انداز فکر، عقل کو نقل پر ترجیح دینے کا ہے، جس کی وجہ سے انہیں معتزلہ کے انداز فکر کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ خلاصہ کے طور پر یوں کہنا چاہیے کہ خود ان کا انداز فکر یہ ہے کہ عقل کو نقل پر ترجیح دی جائے۔ پھر یہ مجبوری کہ ایسی نقل چاہیے جس پر مستشرقین کو مطمئن کیا جاسکے۔ ان مجبوریوں نے کتنی ہی جگہ مصنف کو پابہ زنجیر کردیا اور وہ درجۂ استناد میں اپنے دعوے سے نیچے اترنے پر مجبور ہوگئے۔ (۴۶)

اس کی ایک تیسری اور بڑی وجہ فہم اور تعبیر کے اختلاف سے بھی موسوم کی جاسکتی ہے جو سراسر اجتہادی قبیل سے ہے۔ مثلاً مولانا کے ہاں سیرت کے واقعات میں کچھ اہم اور کچھ کم اہم کی قبیل سے ہیں۔ اہم واقعات کے لیے تو آپ صرف اور صرف مستند روایات ہی کی بات کرتے ہیں جبکہ کم اہم واقعات میں آپ روایات کی تنقید و تحقیق میں زیادہ چھان بین کے قائل نہیں۔ لیکن کسی واقعہ کو ہوسکتا ہے کہ آپ نے کم اہم سمجھا ہو اور اس کی تفصیل آپ نے کمزور مصادر سے بہم پہنچائی ہو مگر کسی دوسرے صاحب کے نزدیک کسی وجہ سے اسی واقعہ کی اہمیت بہت زیادہ بھی ہوسکتی ہے اور اس کے لیے وہ کمزور روایات کی تفصیل کو درخور اعتنا تسلیم نہیں کرے گا اور لامحالہ ایسی صورت میں مولانا سے اختلاف رائے ہوگا اور اسے ایسے اجتہادی اختلاف کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے جس کی گنجائش ایسے امور میں بہر حال موجود رہتی ہے۔ اور سیرت نگاری میں ایسے اختلافات اصول وضوابط پر اتفاق رائے کے باوجود پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے۔

۲۔ علامہ عمری پر کی گئی تنقیدات:

علامہ شبلی کی نسبت علامہ عمری کے کام پر تنقیدات کم سامنے آئی ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ ان کا کام سامنے آئے کوئی بہت عرصہ نہیں ہوا اور دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ علامہ عمری صاحب کے ہاں اصول سیرت نگاری کی کافی حد تک تہذیب و تنقیح موجود ہے اور پھر ان کی تطبیق واطلاق میں بھی موصوف نے قدرے احتیاط سے کام لیا ہے۔ تاہم اس کے باوجود

علامہ عمری پر ہونے والی ایک تنقید جو ڈاکٹر عبد القادر بن حبیب اللہ سندھی کے قلم سے سامنے آئی ہے، کا جائزہ بطور مثال یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

عبد القادر سندھی صاحب کا پہلا اعتراض اس کتاب کے عنوان پر ہے۔ ان کے بقول اس کتاب کے لیے سیرت نبویہ کے ساتھ "صحیحہ" کا اضافہ درست نہیں اور اس کی وجہ انہوں نے یہ ذکر کی ہے کہ سیرت سنت ہی کا ایک جز ہے اور محدثین نے سنت و سیرت دونوں کی تدوین کے وقت صحت واستناد کا اہتمام کر دیا تھا۔ لیکن عمری صاحب کے عنوانِ کتاب سے عامۃ الناس کو یہ غلط فہمی ہونے کا اندیشہ ہے کہ شاید آغاز اسلام سے آج تک فن سیرت کی تدوین میں صحت واستناد کا اہتمام بالکل نہیں کیا گیا۔[۴۷]

مولانا سندھی صاحب کا یہ اعتراض زیادہ وزنی معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ محدثین نے اگرچہ سیرت کے مباحث کو بھی اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے مگر یہ کہنا کہ محدثین نے پوری سیرت کو کسی کتاب یا باب میں یکجا کر دیا ہے اور اب اس کام کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بداہتاً غلط ہے۔ جبکہ عمری صاحب یا انہی کے نقش قدم پر چلنے والے دیگر اہلِ علم کا اس سلسلہ میں یہی موقف ہے کہ محدثین اور سیرت نگاروں نے سیرت کے حوالے سے جو مواد مدون کیا ہے اس سب سے استفادہ کر کے ایسی کتاب مرتب کی جائے جو صحت واستناد کے لحاظ سے بھی محدثین کے قواعد پر پورا اترے اور اس میں زمانی ترتیب بھی قائم کی جائے جو کہ یقیناً محدثین کے ہاں نہیں پائی جاتی اس لیے کہ ان کا کتب احادیث کی تدوین کے وقت یہ مطمح نظر نہیں تھا۔

مولانا سندھی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عمری صاحب نے روایات کو لفظ بہ لفظ روایات کرنے کی بجائے روایات کو بالمعنیٰ ذکر کیا ہے اور (سندھی صاحب کے بقول) یہ طرز تحریر محدثین سے مطابقت نہیں رکھتا۔ آپ موصوف لکھتے ہیں:

ان الأخ الكريم [العمری] قد أورد نصوص السنة بأسلوبه العصري الذي لا يتفق مع أصول المحدثين۔[۴۸]

مولانا سندھی صاحب کے اس اعتراض میں بھی کوئی معنویت نہیں ہے، اس لیے کہ روایت بالمعنی کا مسئلہ خود محدثین میں بھی مختلف فیہ رہا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ خود سندھی صاحب نے اس اختلاف کی موجودگی کا اعتراف بھی کیا ہے۔[۴۹]

مولانا سندھی صاحب کے دیگر اعتراضات بھی کچھ اسی نوعیت کے ہیں، مثلاً ایک اعتراض یہ ہے کہ عمری صاحب نے روایات ذکر کرتے ہوئے ان کی اسناد کو حذف کر دیا ہے۔[۵۰]

حالانکہ یہ بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ البتہ سندھی صاحب کا ایک اعتراض جو بہت سے صفحات پر محیط ہے، قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ عمری صاحب نے سیرت کے حوادث واقعات کے ضمن میں صحیح روایتوں میں موجود بہت سے واقعات کو اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا، مثلاً:

۱۔ نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے دن اور تاریخ کا مسئلہ۔

۲۔ آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ۔

۳۔ بچپن میں آپ ﷺ کے بکریاں چرانے کا مسئلہ۔

۴۔ تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کے وقت ہونے والے نزاع کے خاتمہ کا مسئلہ۔

۵۔ صغر سنی میں تعمیر کعبہ کے وقت اپنے ازار بند کو اتار کر کندھے پر رکھنے کا مسئلہ۔

۶۔ زید بن عمرو بن نفیل کا قصہ جو دورِ جاہلیت میں دین حنیفی کے پیروکار تھے۔

۷۔ نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ کی صفات واخلاقیات کی قبیل کی بعض روایات۔[۵۱]

مذکورہ بالا واقعاتِ سیرت سندھی صاحب کے بقول جب صحیح روایتوں میں مذکور ہیں تو علامہ عمری صاحب نے انہیں کیوں نہیں ذکر کیا، یہ یقیناً ایک اہم اعتراض ہے، گو کہ سندھی صاحب نے اپنے تئیں اس کی کچھ وجوہات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے لیکن ایسے واقعات کے بارے میں بہتر رویہ ہے کہ خود مصنف (جو کہ حیات ہیں) کی طرف مراجعت کرلی جائے کہ آیا یہ واقعات ان کی نظر سے اوجھل رہ گئے ہیں یا وہ ان واقعات کی صحت کو معتبر نہیں سمجھتے یا اختصار

یا کسی اور خاص ضرورت کی تحت انہوں نے انہیں ذکر نہیں کیا۔ تاہم اس کی کوئی بھی وجہ ہو، اس سے عمری صاحب کے اختیار کردہ اصول سیرت نگاری پر کوئی جوہری قدغن لازم نہیں آتی۔

مولانا سندھی صاحب نے اس کے علاوہ بھی کچھ اعتراضات اٹھائے ہیں، مگر وہ بھی اصول سیرت نگاری کی قبیل سے نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق ضمنی اور اطلاقی نوعیت سے ہے مثلاً یا تو ان کا تعلق کسی روایت کے الفاظ یا اس کے مصدر کے نقل میں تسامح سے ہے یا کسی روایت کی سند پر صحت وضعف کا حکم لگانے سے ہے۔(۵۲)

حاصلِ بحث:

ا۔ سیرت کے مآخذ ومصادر میں صحیح ومستند روایات کے پہلو بہ پہلو کمزور روایات بھی موجود ہیں۔

۲۔ انہی کمزور روایات کو بنیاد بنا کر انیسویں صدی عیسوی میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ضخیم لٹریچر تیار کیا۔

۳۔ مستشرقین کے لٹریچر سے پیدا ہونے والے شبہات واعتراضات نے سیرت نگاری میں اس رجحان کو پروان چڑھایا کہ سیرت پر جو کچھ لکھا جائے وہ انتہائی مستند ہونا چاہیے تاکہ سیرت کے مآخذ میں موجود غیر مستند مواد کی بنیاد پر جو اعتراضات قائم ہوتے ہیں ان کی بنیاد خود ہی ختم ہو جائے۔

۴۔ اس احساس کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم نے صرف قرآن کی روشنی میں، بعض نے قرآن کے ساتھ صرف صحیح احادیث کی روشنی میں اور بعض نے تمام بنیادی اور تکمیلی مصادر سیرت کی روشنی میں اخذ وانتخاب کے بعد مستند سیرت مرتب کرنے کی کوشش کی۔

۵۔ محقق اہل علم کے نزدیک سیرت کے دیگر مآخذ سے صرفِ نظر کرکے صرف قرآن ہی کی روشنی میں سیرت پر ایک جامع اور مکمل کتاب کی تصنیف ناممکن ہے۔

۶۔ قرآن کے ساتھ صحیح احادیث کے ذخیرہ سے مدد لے کر سیرت مرتب تو کی جا سکتی ہے مگر اس صورت میں بھی بعض واقعات میں خلا اور تشنگی رہ جانا یقینی امر ہے۔

۷۔ سیرت نگاری میں سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ قرآن وحدیث کے ساتھ دیگر مصادر سیرت (یعنی کتب سیرت، کتب تاریخ، کتب تراجم وطبقات، کتب شعر وادب وغیرہ) کو بھی مد نظر رکھا جائے اور ان سب کی روشنی میں قبول روایت کے مسلمہ اصولوں کی بنیاد پر اخذ وانتخاب کیا جائے۔

۸۔ قرآن مجید کے علاوہ دیگر مصادر سیرت میں صحیح وضعیف ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ اس لیے سیرت نگاری میں ان روایات کے انتخاب کا یہ اصول پیش نظر رکھا جائے گا کہ جو صحیح ترین روایات ہیں، پہلے انہیں لیا جائے گا پھر انہیں جو صحت میں ان کے بعد درجہ رکھتی ہوں جیسے حسن روایات، اور پھر وہ جو حسن سے قریب تر ہوں۔ اور جہاں ان روایات میں تعارض ہو گا وہاں اسی ترتیب سے اقوی کو قوی پر اور قوی کو کمزور پر ترجیح دی جائے گی۔

۹۔ سیرت نگاری میں ضعیف روایات کی طرف بھی مراجعت کی جائے گی بشرطیکہ وہ ضعیف روایات عقائد وشریعت سے تعلق نہ رکھتی ہوں، اور نہ ہی ان کا تعلق کسی اہم واقعہ کے بیان سے ہو۔ ہاں اگر وہ اخلاقیات، عمرانیات، صنعت وحرفت، زراعت اور مجاہدین کی شجاعت اور جذبہ جہاد وغیرہ یا روزمرہ اور عام واقعات کی قبیل سے ہوں اور اس سلسلہ میں قوی روایات موجود نہ ہوں تو پھر ان سے استفادہ میں کوئی مانع نہیں۔

۱۰۔ اصول سیرت نگاری میں علامہ شبلی اور علامہ عمری کا کام دیگر معاصر سیرت نگاروں پر کئی پہلوؤں سے فوقیت رکھتا ہے اور ان دونوں حضرات کے اصول سیرت نگاری کافی حد تک مشترک اور مبنی بر اعتدال ہیں تاہم اصول وضوابط کے اطلاق کے وقت ان حضرات کے ہاں تسامح بھی پایا جاتا ہے اور ان حضرات پر ہونے والی تنقیدات بالعموم ان کے اصول وضوابط کے انتخاب کے حوالے سے نہیں بلکہ وہ ان اصول وضوابط کے اطلاقی پہلوؤں کی قبیل سے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، مطبع معارف اعظم گڑھ، ط۴، برحاشیہ از علامہ شبلی، ص ۱۰

۲۔ محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی (۸۳۱۔۹۰۲/ ۱۴۲۷۔۱۴۹۷ھ)، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، الریاض، دار لمنہاج، ط ۱، ۱۴۲۶ھ، ج ۲، ص ۱۵۱

۳۔ احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، جمعیۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد الدکن، ۱۳۵۷ھ، ص ۱۳۳

۴۔ ایضاً

۵۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، تقریب التہذیب، مطبع منشی نولکشور، دہلی، ط ۱۲۹۰ھ، ص ۲۱۸

۶۔ ایضاً، بذیل ترجمہ: احمد بن عبد الجبار العطاردی الکوفی

۷۔ سر سید احمد خان، الخطاب الاحمدیۃ فی العرب والسیرۃ المحمدیۃ، کراچی، نفیس اکیڈمی، ط ۱، ۱۹۶۴ء، ص ۲۵۔ ۲۶

۸۔ مؤرخ جواد علی نے اپنی کتاب "المفصل فی تاریخ العرب" (ص ۹، ۱۱) میں اسپرنگر اور کایتانی پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اسلامی لٹریچر سے کمزور روایات کا انتخاب کیا اور انہیں مستند روایات پر ترجیح دیتے ہوئے سیرت کے حوالے سے بہت سے شکوک و شبہات پیدا کیے ہیں۔ اسی طرح دیگر اہلِ علم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، مثلاً محمد بن محمد ابوشہبہ کے بقول: مستشرقین کی بنیاد یا تو اسلامی ادب میں موجود باطل روایات ہیں یا پھر وہ صحیح روایات کی غلط تعبیر و تشریح سے کام لیتے ہیں۔ (دیکھیے: ابوشہبہ، محمد بن محمد، السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ، دار القلم، دمشق، ط ۱، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء، ج ۱، ص ۱۵)

۹۔ سر سید، محولہ بالا، ص ۳۰

۱۰۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ط۳، مئی ۲۰۰۹ء، ص ۶۲۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۶۲۰۔ ۶۲۱

۱۲۔ سیرت کے مآخذ و مصادر کی تفصیلات کے حوالے سے دیکھیے:

i۔ الزہرانی، ضیف اللہ بن یحییٰ، مصادر السیرۃ النبویۃ، مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد، س ن

ii۔ العمری، اکرم ضیاء، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، مدینہ منورہ، مکتبۃ العلوم والحکم، طبع پنجم ۱۹۹۳ء

iii۔ مہدی رزق اللہ، السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ، ریاض، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، طبع اول ۱۹۹۲ء

iv۔ البکری، محمد انور بن محمد، مصادر تلقی السیرۃ النبویۃ، مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد، س، ن

v۔ فاروق حمادہ، مصادر السیرۃ النبویۃ وتقویمہا، دار الثقافۃ: الدار البیضا، طبع اول ۱۴۰۰ھ

۱۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: دروزۃ، محمد عزۃ، سیرۃ الرسول ﷺ۔ صور مقتبسۃ من القرآن الکریم وتحلیلات و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۴۔ اس کی ایک دلیل تو آپ کی تحریروں میں ان مصادر سے بکثرت استدلال واستفادہ کی مثالیں ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے اکثر وبیشتر اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ قرآن کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی سنت وحدیث بھی مآخذ دین ہے، مثلاً "انکار حدیث و مصلحین متفرنجین" کے عنوان سے انکار حدیث متعلقہ فتنہ کے جواب میں ایک جگہ دوٹوک الفاظ میں آپ لکھتے ہیں:

"قرآن کریم کے بعد یقیناً اور حتماً احادیث صحیحہ کا درجہ ہے اور بغیر کسی خوف وتامل کے اس کا اعتراف کرلیناچاہیے کہ حدیث صحیح ایک ایسامصدر علم ضرور ہے جو ہمارے لیے دلیل وحجت ہو سکتاہے اور جس طرح ہم اپنے داخلی اعمال میں احادیث کے معترف ومعتقد ہیں، بالکل اسی طرح خارج کے اعتراضات میں بھی ان کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن حدیث ایک مدون ومنضبط فن ہے، جس کے اصول وقواعد ہیں اور اس کی جمع وترتیب کاکام صدیوں تک جاری رہاہے، اس لیے صحت واعتبار کے لحاظ سے مختلف طبقات ومدارج میں منقسم ہو گیاہے۔ اس کی بنیاد انسانوں کی روایت پر تھی، اس لیے اصول شہادت وروایت کی بنا پر ضروری تھا کہ نقد ودرایت کے اصول وضع کیے جاتے اور وضع کیے گئے۔ اس پورے کرۂ ارضی کے اندر جس میں انسان نے ہزارہا برس کے تجارب ومحن کے بعد صدہاعلوم وفنون تک رسائی حاصل کی ہے اور ہر قوم نے علم کی تفتیش وتدوین میں حصہ لیاہے، بے خوف دعوے کے ساتھ کہا جاسکتاہے کہ کسی علم وفن کو بھی انسانی دماغ نے اس درجہ منضبط اور سعی انسانی کی انتہائی حد تک مرتب ومہذب نہیں کیا، جیسا کہ علمائے سلف نے فن حدیث کو کیا اور یہ ایک مخصوص شرف ومزیت علمی ہے امت مرحومہ کی، جس میں دنیا کی کوئی قوم شریک وسہیم نہیں"۔ (آزاد، ابوالکلام، رسول رحمت ﷺ، مرتب، غلام رسول مہر، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، طبع اول)

۱۵۔ آزاد، محولہ بالا، ص۱۸۔ مولانا کی اسی تحریر میں آگے لکھاہے کہ "دہلی سے آکر میں نے کچھ وقت اس میں صرف کیا اور ایک مستقل سیرتِ نبویہ ﷺ مجرد قرآن حکیم سے ماخوذ مستنبط شروع کردی۔ جوں جوں قدم آگے بڑھتا گیا، نئے نئے دروازے کھلتے گئے اور امید وتوقع سے کہیں زیادہ کامیابی ہوئی۔ گو حقیقت پہلے

سے پیش نظر تھی حتیٰ کہ اس بارے میں بڑا ذخیرہ آیات کا ذہن میں مستحضر تھا، لیکن یہ بات تو کبھی وہم وگمان میں بھی نہیں گزری تھی کہ جس کتاب کو بظاہر جابجا ذکر، احکام ومسائل وقصص گزشتگان سے مملو پاتے ہیں، اس میں اس قدر وافر ذخیرہ خاص شخص رسالت کے حالات وواقع کا بھی موجود ہوگا۔ کتاب کے مرتب ہوجانے کے بعد جو دیکھا تو عجیب عالم نظر آیا۔ حیات وسیرت کا کوئی ضروری ٹکڑا ایسا نہیں جس کے لیے قرآن میں ایک سے زیادہ آیات نہ ہوں"۔ (ایضاً، ص ۱۰)، لیکن راقم الحروف کی مولانا کی ایسی کسی کتاب تک رسائی نہیں ہوسکی جس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے، نہ ہی غلام رسول مہر صاحب نے مولانا کے مقالات سیرت مرتب کرتے ہوئے ایسی کسی کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ ممکن ہے مولانا نے اس سلسلہ میں کتاب کا مسودہ تیار کرلیا ہو، مگر اس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی ہو اور وہ ان کے عہد کے ہنگامہ خیز حالات کی نذر ہوگئی ہو۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۸

۱۷۔ یہاں پیش کی گئی دیگر کتب سیرت کے مقابلہ میں اس کتاب کا فرق یہ ہے کہ اگرچہ اس میں بھی بنیادی طور پر سیرت کو قرآن ہی کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مگر مصنف نے پہلے ہی اس بات کو بھی واضح کردیا ہے کہ "میری یہ کوشش رہی ہے کہ کتب سیرت کی روایات سے بھی بھرپور استفادہ کروں" (ص ۱۲)

۱۸۔ ڈاکٹر ایس ایم زمان چشتی، نقوش سیرت، لاہور، پروگریسو بک، طبع ۱، ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۱، وبعدہ

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۴۴۔ محترم زمان صاحب نے اس سلسلہ کی ایک کتاب "سیرت رسول ﷺ قرآن کی روشنی میں" جو مولانا عبد الماجد دریابادی کی تصنیف ہے، کے بارے میں لکھا ہے کہ "اردو میں اس ادعاء کے ساتھ جو کچھ لکھا گیا ہے، اس میں مولانا عبد الماجد دریابادی کی "سیریت رسول ﷺ قرآن کی روشنی میں" خاصے کی چیز ہے اور شاید واحد کتاب ہے جو اس عنوان پر کمال حسن ولطافت کے ساتھ پوری اترتی ہے"۔ ایضاً، ص ۱۴۹۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں بھی کئی جگہوں پر بات کو مربوط ومدلل بنانے کے لیے مصنف دریابادی روایتوں کا سہارا لینے پر مجبور واقع ہوئے ہیں۔ اس موضوع کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مبشر حسین، قرآن بحیثیت مأخذ سیرت اور مولانا ابو الخیر کشفی، مجلّہ فکرونظر، اسلام آباد، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی۔

۲۰۔ دیکھیے: عمری، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ج ۱، ص ۵۰، نیز دیکھیے: محمد الغزالی، فقہ السیرۃ، عابدین، سوریا، دار الکتب الحدیث، شارع۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۱۔ دیکھیے: کتاب مذکورہ، ص ۴، ۱۲

۲۲۔ دیکھیے: کتاب مذکورہ، ص ۱۳

۲۳۔ دیکھیے: کتاب مذکورہ، ص ۱۰

۲۴۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ص ۹، ۱۰

۲۵۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۶۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۷۔ ایضاً، ص ۸۳۔ ۸۵

۲۸۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۴۷۔ ۴۸، نیز دیکھیے: وہی مصنف، المجتمع المدنی، المجلس العلمی، المدینۃ المنورۃ، ط اول، ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۳ھ، ص ۳۵

۳۰۔ ایضاً، ص ۴۹۔ ۵۰

۳۱۔ ایضاً، ص ۵۱۔ ۵۳

۳۲۔ ایضاً، ص ۵۳۔ ۶۹، والمجتمع المدنی، ص ۴۸۔ ۵۰

۳۳۔ صحیح السیرۃ النبویۃ، ص ۵۰ والمجتمع المدنی، ص ۲۸۔ ۳۰

۳۴۔ ایضاً، ص ۷۱

۳۵۔ ایضاً، ص ۲۵، ۲۶، ۳۳، ومرجع سابق، ص ۵۰

۳۶۔ ایضاً، ص ۲۹، والمجتمع المدنی، ص ۲۵، ۲۶۔ الحدیث، ۱۹۷۶ء، ص ۱۰۔ ۱۱، ۳۰۸

۳۷۔ دیکھیے: ایضاً، ص ۱۹، ۲۱، ۴۰، ۲۹، المجتمع المدنی، ص ۳۰

۳۸۔ ایضاً، ص ۴۵، تحت العنوان: ضرورۃ المرونۃ فی تطبیق قواعد المحدثین فی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۳۹۔ شبلی نعمانی، ص ۴۸

۴۰۔ خود مولانا شبلی نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ "ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں"۔ سیرت النبی ﷺ، ج ۱، ص ۴۹، اس حوالے سے مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: صدیقی، ڈاکٹر ظفر احمد، مولانا شبلی نعمانی بحیثیت سیرت نگار، بیت الحکمت، لاہور، ط ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۲، ۱۱۳

۴۱۔ خود متقدم سیرت نگار مثلاً حافظ ذہبی، ابن حجر، ابن کثیر، ابن القیم وغیرہ بھی ایسے مواقع پر واقدی کی طرف رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، دیکھیے: العمری، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ج ۱، ص ۶۱، تا ۶۳

۴۲۔ العمری، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ج ۱، ص ۶۱

۴۳۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۴۴۔ ظفر احمد صدیقی، (ابتدائیہ از: مولانا نعمت اللہ اعظمی)، ص ۱۴

۴۵۔ مثلاً دیکھیے، ایمان ابی طالب کا مسئلہ، حاشیہ، سیرت النبی، ج ۱، ص ۲۴۸، غزوہ مریسیع ربنی مصطلق کی بحث، حاشیہ، ص ۴۱۵، وغیرہ۔

۴۶۔ صدیقی، ظفر احمد، ص ۱۴، ۱۵

۴۷۔ عبد القادر سندھی، استدراکات وملاحظات حول کثیر مماوقع فیہ الدکتورأکرم العمری، ط س ن د، ص ۷، ۸، ۱۰، ۴۴

۴۸۔ ایضاً، ص ۴۵

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ ایضاً، ص ۴۷

۵۱۔ ایضاً، ص ۴۷ تا ۷۶

۵۲۔ دیکھیے: ایضاً، ص ۸۷، ۹۵، ۹۷، ۱۰۰۔ مولانا سندھی نے اپنی کتاب کے صفحہ ستانوے (۹۷) پر عمری صاحب کے ایک تسامح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا ہے کہ مولانا عمری کی یہ غلطی میری تقلید کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ ان سے پہلے یہی غلطی میں نے اپنے ایم فل کے مقالہ "الذهب المسبوك في تحقيق روايات غزوة تبوك" میں کی ہے اور عمری صاحب نے ہو بہو اسی کی نقل کی ہے اور نتیجۃً میری غلطی کے خود بھی مرتکب ہوئے ہیں۔ سندھی صاحب نے اپنے اس دعویٰ کے حق میں بعض دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شمائل وخصائل نبوی ﷺ

(ہندوؤں اور سکھوں کے ادبِ سیرت کا مطالعہ)

حافظ محمد نعیم

(ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، جی سی یونیورسٹی، لاہور)

نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک پر غیر مسلم حضرات کی طرف سے مثبت انداز میں لکھے گئے سیرتی ادب میں برصغیر کے ہندو اور سکھ حضرات کی کتب نمایاں حیثیت کی حامل ہیں اور ان میں سے بعض کتب اپنے اسلوب و منہج، عقیدت و محبت کے اظہار، دفاع اسلام وذات پیغمبر علیہ السلام اور خیالات وافکار کی ندرت کے حوالے سے منفرد اور الگ مقام کی حامل ہیں۔(۱) ہندوؤں ر سکھوں کی طرف سے حضور ﷺ کی شخصیت پر نظم ونثر ہر دو اصناف میں بہت کچھ لکھا گیا اگرچہ یہ سیرتی ادب ایک خاص عہد اور مخصوص ماحول کی پیداوار ہے اور چند معروضی مقاصد و محرکات کا آئینہ دار ہے۔(۲) لیکن اس کے باوجود اس ادب میں سیرت کے کچھ ایسے شہ پارے موجود ہیں جن کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہندو ر سکھ مصنفین کی طرف سے آپ ﷺ کی شخصیت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کتب سیرت میں مؤرخانہ اندازِ سیرت نگاری اپناتے ہوئے

سیرت کے تمام پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے اور زمانی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے سیرت کے تمام واقعات کو احاطۂ تحریر میں لایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کے حوالے سے ہندو ر سکھ حضرات کی کتب کو اگر دیکھا جائے تو بعض کتب ایسی ہیں جو کہ مستقل آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کو سامنے رکھ کر لکھی گئیں جبکہ کچھ کتب کا تالیفی پس منظر یہ ہے کہ چند ہندو ر سکھ حضرات نے جب برصغیر میں بسنے والی مختلف قوموں کے مذہبی رہنماؤں کے حالات زندگی قلم بند کیے تو وہاں آپ ﷺ کی سیرت کے لیے بھی ایک باب مخصوص کیا۔ علاوہ ازیں ہندوؤں ر سکھوں کی طرف سے تاریخ عالم اور خاص طور پر تاریخ اسلام پر لکھی گئی کتب میں بھی آپ ﷺ کی شخصیت کو موضوع بحث بنایا گیا اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا ناگزیر تھا کیونکہ اسلام اور ذاتِ پیغمبر اسلام لازم وملزوم ہے۔(۳)

مذکورہ بالا کتب میں سیرت کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ شمائل وخصائل نبوی ﷺ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ان غیر مسلم حضرات نے نبی کریم ﷺ کے شمائل وخصائل کے بیان کے ضمن میں آپ ﷺ کا حلیہ مبارک، عادات واطوار اور اخلاق و اوصاف کو مختصر انداز میں بیان کرتے ہوئے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ تذکار شمائل نبوی ﷺ سیرت نگاری کا ایک مستقل موضوع ہے۔ اس کے اولین نقوش وآثار کا منبع وماخذ کتاب الٰہی اور آخری صحیفہ آسمانی ہے۔ علاوہ ازیں کتبِ احادیث میں آپ ﷺ کے شمائل واخلاق کے حوالے سے محدثین نے مستقل ابواب باندھے ہیں اور بعد کے ادوار میں شمائل نبوی نے ایک الگ اور مستقل منہج واسلوب کی حیثیت اختیار کرلی اور اس موضوع پر مستقل کتب تحریر کی جانے لگیں۔(۴) لیکن عام کتب سیرت میں شمائل وخصائل کا تذکرہ بہر حال موجود ہوتا ہے۔ اردو سیرت نگاری میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ غیر مسلم سیرت نگاروں نے بھی اس روایت کی پیروی کی۔ ہندوؤں اور سکھوں کے سیرتی ادب کو اگر بنظر غائر دیکھیں تو ان کی کتب میں درج ذیل تین پہلو بہت نمایاں ہیں:

۱۔حلیہ مبارک کا بیان

۲۔عادات واطوار نبوی ﷺ کا بیان

۳۔اخلاق نبوی ﷺ کا تذکرہ

مندرجہ بالا تینوں موضوعات کی جھلک ان حضرات کی کتب سیرت میں ملتی ہیں کسی نے آپ ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے تو کسی نے اخلاق نبوی ﷺ کو موضوع بحث بنایا ہے۔ عادات واطوار کا تذکرہ بھی ان میں سے بعض کتب میں کیا گیا ہے۔ جبکہ کچھ کتب ایسی ہیں جن میں تینوں پہلوؤں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان تینوں کے حوالے سے بحث کی جائے گی اور ہندوؤں / سکھوں کی کتب سیرت سے اقتباسات نقل کرکے ان کے اسلوب و منہج اور عقیدت و محبت کے اظہار کو واضح کیا جائے گا۔

۱۔حلیہ مبارک کا بیان:

نبی کریم ﷺ کے شخصی شمائل کا بیان بھی ہندو مصنفین کی کتب سیرت کا نمایاں پہلو ہے جس میں آپ ﷺ کی جسمانی ساخت، خدوخال اور حسن وصحت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کے چہرے کی نورانیت، قدمبارک کی مناسبت، آنکھوں کی خوبصورتی، مسکراہٹ کی دل آویزی، دانتوں کی چمک اور آنکھوں کی کشش وغیرہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی داڑھی کا گھناپن، بالوں کی لمبائی، کندھوں کی چوڑائی، ناک کی ساخت اور جسم اطہر سے نکلنے والی خوشبو وغیرہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

ہندو سیرت نگاروں کے حلیہ مبارک کے بیان سے پہلے ایک اہم امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اگر ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہندوؤں کے مذہبی ادب میں نراشنس (نراشنس لفظ ''نر'' اور اشنس سے مل کر بنا ہے۔ نر کے معنی ہوتے ہیں آدمی اور اشنس کے معنی ہیں ممدوح(۵) اور دنیاوی نراشنس کا لفظ ایسے آدمی کا پتہ دیتا ہے جو تعریف کیا گیا ہو ''محمد'' نراشنس کا عربی ترجمہ ہے(۶) علاوہ ازیں ایک کلکی اوتار (یعنی آخری رسول) کے آنے کا

بھی تذکرہ ملتا ہے۔ ہندوؤں کے مذہبی ادب میں کلکی اوتار کی آمد کی پیش گوئی موجود ہے اور یہ ہندوؤں کے نزدیک ایک ایسی عظیم الشان پیش گوئی ہے۔ جو تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور ہندوؤں کو اب تک اس کلکی اوتار کا انتظار ہے۔ کلکی اوتار نام رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جس وقت یہ رسول آئے گا اس وقت ہر طرف گمراہی و ظلم اور فساد کے غلبے کی وجہ سے فضا تاریک ہوگی۔ یہ رسول انسان کو تاریکیوں سے نکال کر اجالے میں لے آئے گا اور فضاء میں چھائی ہوئی سیاہی (کالک) کو دھوکر انسانی معاشرے کو پاک اور روشن کردے گا۔(۷)

''نراشنس وانتم رشی'' اور ''کلکی اوتار اور حضرت محمد'' پنڈت وید پرکاش کی ہندی زبان میں لکھی گئی کتب ہیں جن میں فاضل مصنف نے ہندوؤں کے مذہبی ادب سے ثابت کیا ہے کہ ویدوں میں جس نراشنس کا ذکر ملتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ مصنف نے براہین وشواہد کے ساتھ اس حقیقت کو اپنی مذکورہ بالا کتب میں ثابت کیا ہے۔(۸) مصنف کے نزدیک ویدوں میں، بائبل میں اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جس آخری نبی (اوتار) کے آنے کا اعلان ہے وہ حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔ لہٰذا میرے ضمیر نے یہ نیک جذبہ دیا کہ ایسی صداقت کا اظہار بہر طور لازمی ہے۔(۹) علاوہ ازیں پران یا پوران ہندو دھرم کی مشہور کتابیں ہیں ان میں سے ایک کتاب بھوشیا پران ہے۔ بھوشیا کے معنی پیش گوئی کے ہیں چونکہ اس میں آئندہ پیش آنے والی باتوں کا ذکر ہے۔ اس لیے اس کا نام بھوشیا پران ہے۔ مذکورہ پران کی ایک فصل کا عنوان پرتی سرگ ہے۔ اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ جو رسول ''کل جگ'' میں پیدا ہوگا اس کا نام ''سروانما'' ہوگا ''انما'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کی تعریف کی جائے اور ''سرو'' کے معنی ہیں سب سے زیادہ۔ لہٰذا ''سروانما'' کے معنی ہیں: وہ انسان جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے۔ عربی کے لفظ ''محمد'' کے بھی ٹھیک یہی معنی ہیں۔(۱۰)

ہندوؤں کے مذہبی ادب میں جس شخصیت کے آنے کا انتظار ہے اس کا حلیہ اور اوصاف بھی بیان کیے گئے ہیں اور پنڈت وید پرکاش کے مطابق حضرت محمد ﷺ ان تمام اوصاف اور

نشانیوں پر پورا اُترتے ہیں جو کلکی اوتار اور نراشنس کے حوالے سے ہندوؤں کے مذہبی ادب میں ملتی ہیں۔ پنڈت وید پرکاش نے ''نراشنس وانتم رشی'' میں ویدوں کی تعلیم کے ذریعہ سے جبکہ کلکی اوتار میں ہندوؤں کے مذہبی ادب پرانوں کے ذریعہ سے ثابت کیا ہے کہ ہندوؤں کے مذہبی ادب میں جس کلکی اوتار کے آنے کا ذکر ہے اور ہندو اپنے عقیدہ کے مطابق جس آخری اوتار کی آمد کے منتظر ہیں اور جو ان کے عقائد کے مطابق نہ صرف ان کا بلکہ پوری دنیا کا نجات دہندہ ہے، وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے اور وہ آج سے چودہ سو سال پہلے آچکے اور اپنا کام مکمل کر کے اس دنیا کو کب کا چھوڑ چکے۔(۱۱)

حلیہ مبارک کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو نراشنس اور کلکی اوتار کا جو حلیہ بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق وہ ایسا خوبصورت ہوگا کہ اس کے حسن و جمال کی مثال نہ ہوگی۔(۱۲) علاوہ ازیں کلکی اوتار کے جسم سے نکلنے والی خوشبو سے لوگوں کی روح معطر ہو جائے گی اور ان کے بدن کی خوشبو ہوا میں مل کر لوگوں کے دلوں کو نرم کر دے گی اور طبیعتوں میں انتہائی فرحت لائے گی۔(۱۳) جسمانی طور پر بھی وہ بہادر اور طاقتور ہوگا۔(۱۴) نورانی حسن کا مالک ہوگا۔ رگ وید میں نراشنس کے حوالے سے ''سورچی'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے نورانی حسن، خوبصورت نور سے معمور یا ایسا خوبصورت صاحب جمال جس کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہوں۔(۱۵)

پنڈت وید پرکاش مزید لکھتے ہیں کہ جس منتر میں نراشنس کو سورچی کہا گیا یعنی ''نورانی حسن'' والا اسی جگہ اس کے بارے میں یہ بھی واضح بتا دیا گیا کہ وہ اپنی عظمت و کردار سے گھر گھر کو روشن کر دے گا۔(۱۶) اسی حقیقت کو باندازِ دیگر سوامی لکشمن پرشاد نے بھی بیان کیا ہے۔ قبل از اسلام عربوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسی جہالت اور ضلالت کے مرکز اعظم جزیرہ نمائے عرب کے کوہ فاران کی چوٹیوں سے اک نور چمکا۔ جس نے دنیا کی حالت کو یکسر بدل دیا۔ گوشہ گوشہ کو نور ہدایت سے جگمگادیا اور ذرہ ذرہ کو فروغ تابش حسن سے غیرت خورشید بنادیا۔(۱۷)

اسی طرح قرآنِ ناطق کے مصنف سرجیت سنگ لامبا کی رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت بھی ملاحظہ کیجئے۔ لامبا صاحب نے نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیاہے بلکہ آپ ﷺ کے شمائل واخلاق کو بھی بہت خوبصورت انداز میں تحریر کیاہے۔ ایسا اسلوب کسی سکھ سیرت نگار کی طرف سے بہت نایاب ہے۔ لکھتے ہیں:

رحمت کائنات، فخر موجودات، پیکرِ نُور، آفتابِ حق، جسمِ مزکیٰ، روحِ مُصفّیٰ، قلبِ مجلّیٰ، نُورِ مُبین، حُسنِ سراپا، خیرِ مجسم، سرورِ کائنات، فخر دوعالم، علمِ لدّنی، شانِ کریمی، خُلقِ خلیلی، نُطقِ کلیمی، زُہد مسیحا، عفتِ مریم حضرت محمد مصطفٰے ﷺ، الہام جن کا جامہ، قُرآن جن کا عمامہ، رتبہ جن کا خیر البشر، خُطبہ آوازِ حق، جو آفتابِ غار بھی، پرچمِ یلغار بھی، عجزووفا بھی پیار بھی، شہ زور بھی سالار بھی، قُربِ الٰہی جن کا گھر، الفقر فخری جن کا وظیفہ، خوشبو جن کی جُوئے کرم، آنکھیں جن کی بابِ حرم، منبر جن کا عرشِ بریں، آفاق جن کے سامعین، نُورِ ازل جن کی جبیں، لقب جن کا رحمۃ للعالمین۔ ذاتِ بابرکات رحمت، شفقت، تواضع، انکساری، شجاعت، کرم، حیاء، شرم، صبر، صدق، خلوص، محبت، امانت، دیانت، عصمت، عفت اور حسنِ اخلاق کا مجموعہ اور نمونہ تھی۔(۱۸)

مذکورہ بالا پیراگراف میں نبی کریم ﷺ کے شمائل کے بیان کے لیے پیکر نور، جسم مزکی، حسن سراپا، نطق کلیمی، خوشبو جن کی جوئے کرم، آنکھیں جن کی بابِ حرم، نور ازل جن کی جبیں جیسے الفاظ واصطلاحات اور تشبیہات واستعارات کا استعمال مصنف کی رسول اکرم ﷺ سے عقیدت کا اظہار بھی ہے اور آپ ﷺ کے سراپا کا بیان بھی، جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

بی کے نارائن (B.K. Narayan) نے تو آپ ﷺ کی شخصیت کی کشش اور حسن وجمال کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کے لیے ایک اہم محرک قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں موصوف نے نبی کریم ﷺ کو صحت اور حسن کا اوتار (Embodiment of Health and Beauty) قرار دیا ہے اور بہت خوبصورت انداز میں آپ ﷺ کے قد، داڑھی، بال، ناک، پلکوں، آنکھوں اور مسکراہٹ کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

The Prophet's Personality and the charm, which it wielded, played and important role in drawing people into the fold of Islam. The holy Prophet was an embodiment of health and beauty. There was a natural dignity about him and an aura of purity, which singled him out in any crowd. He was medium-statured and proportionately built. He wore a thick, black beard, long hair and had an aquiline nose. His thick eyebrows stretched in a continuous line, without an arch in the center. His eyes had streaks of crimson at the sides, which imparted a strange attraction to his personality. A faint smile always played on his lips.(19)

دیوان چند شرما (Diwan Chand Sharma) نے "دی پرافٹز آف دی ایسٹ" (The Prophets of the East) کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں بدھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے حالاتِ زندگی کو بیان کیا۔ دیوان چند شرما نے لکھا کہ پیغمبر ﷺ جس طرح اپنے کردار کے حوالے سے بہت خوبصورت اور پاکیزہ تھے اسی طرح اپنی ظاہری شکل وصورت میں بھی بہت خوبصورت تھے۔ موصوف نے آپ ﷺ کے سر مبارک، آنکھوں، دانتوں، کندھوں، داڑھی اور ناک کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں:

He was just as handsome in appearance as he was noble in character. He had a fine head set on broad shoulders, and his arched eyebrows and piercing eyes denoted insight and

intelligence. He had a shapely nose, and even, white teeth, and a full beard which lent dignity to his countenance. (20)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو اور سکھ سیرت نگار حضرات حضور ﷺ کے خدوخال اور حلیہ مبارک کے بیان میں مسلمان سیرت نگار حضرات کی پیروی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور اگر نام کے بغیر مذکورہ تحریرات کو پڑھا جائے تو کسی طور بھی یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی غیر مسلم کی تحریر ہے۔ جس طرح ہندو اور سکھ سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے جسم کی خوبصورتی اور کردار کی عظمت کو بیان کیا ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

۲۔ عادات و خصائل نبوی ﷺ کا بیان:

آپ ﷺ کی عادات و اطوار اور رہن سہن کا بیان بھی ہندوؤں اور سکھوں کی سیرت نگاری کا ایک اہم پہلو اور نمایاں وصف ہے۔ اگرچہ انتہائی اختصار اور سادہ انداز میں حضور ﷺ کے خصائل وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن عقیدت و محبت، خلوص اور آپ ﷺ کے حوالے سے ان کے قلبی جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ ان حضرات نے نہ صرف نبی کریم ﷺ کے خصائل کا تذکرہ کیا ہے بلکہ تمام انسانیت کو اپنانے کا درس بھی دیتے ہیں اور مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کو دیکھتے ہوئے بطور خاص یہ تلقین کرتے نظر آتے ہیں کہ مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کی عادات کو اپنائیں اور رسول خدا کا سچا امتی ہونے کا ثبوت دیں۔ پروفیسر کے ایس راما کرشنا راؤ (K.S. Rama Krishan Rao) کے نزدیک حضور ﷺ کی زندگی ہر شعبہ حیات کے لیے مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت کے کل تک رسائی نہایت مشکل ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے مثالی نمونہ ہے۔ پروفیسر صاحب اس حوالے سے لکھتے ہیں:

The personality of Muhummed it is most difficult to get into the whole truth of it. Only a glimpse of it I can catch. What a dramatic succession of picturesque scenes? There is Muhummed, the Prophet. There is Muhummed, the General; Muhummed, the

King;Muhummed, the Businessman; Muhummed, the Preacher; Muhummed, the Philosopher; Muhummed, The Statesman; Muhummed, the Orator; Muhummed, the Reformer; Muhummed, the Refuge of Orphans;Muhummed, the Protector of Slaves; Muhummed, the Emancipator of Woman; Muhummed, the Judge; Muhummed, the Saint. And in all these magnificent roles, in all these departments of human activities, he is alike a hero.(21)

ایسا شخص جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کے لیے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے تو بلاشبہ اس کی عادات واطوار اور خصائل بھی بہت پاکیزہ اور نیک ہوں گے اسی لیے محمد عبد اللہ اڈیار (سابقہ ہندو نام مسٹر اڈیار) آپ ﷺ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"عرب کا حکمران ہونے کے باوجود آپ ﷺ اپنے کام خود کر لیتے تھے۔ اپنے جوتے آپ ﷺ خود گانٹھتے تھے۔ اپنے کپڑوں کا پیوند دست مبارک سے خود لگا لیتے تھے۔ مویشیوں کو اپنے ہاتھ سے چارہ دیتے تھے اور ہاتھوں سے دودھ دوہتے تھے۔ دودھ نوش کرنے والے اور دودھ ہی میں نہانے والے حکمرانوں کو تو دنیا جانتی ہے لیکن دودھ دوہنے والے واحد حکمران آپ ﷺ ہیں۔(۲۲)

چار مینار (بھگوان رام، حضرت مسیح، حضرت محمد ﷺ، بابا گرونانک) کے مصنف گوبند رام سیٹھی رقمطراز ہیں:

"گھر کا کام کاج کرنے سے آپ ﷺ کو کچھ عار نہ تھا۔ آپ ﷺ خود ہی جھاڑو دیتے۔ خود ہی آگ سلگاتے اور اپنے کپڑے بھی آپ ہی سیتے تھے۔ ان تمام باتوں سے آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور بلند خیالات کا پتہ چلتا ہے"۔(۲۳)

اسی طرح حیات محمد ﷺ کے مصنف گوراند دایا جنڈھوک بھی کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"(حضور ﷺ) گھر کا کام کاج خود کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ گھر میں خود جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا لاتے۔ جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے۔ غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور کھانا کھانے میں پرہیز نہ تھا۔"(۲۴)

دیوان چند شرما حضور اکرم ﷺ کی زندگی کی سادگی سے متاثر نظر آتے ہیں اور آپ ﷺ کی پاکیزہ عادات و خصائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Muhammad was the soul of simplicity and sincerity. He was respected by everyone. He was not ashamed to do the humblest kind of work. He milked his goats, patched his clothes and mended his own shoes. He loved his camel and tended it very carefully. (25)

ہندوؤں/سکھوں کی کتب سیرت میں حضور ﷺ کے لباس پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے کے آداب و اطوار کے حوالے سے بھی کچھ چیزوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ لباس کے حوالے سے حضور ﷺ کی پسند، رنگ کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ترجیح اور کپڑے کی ساخت کے ضمن میں آپ ﷺ کی پسندیدگی وغیرہ کا تذکرہ ان کتب میں ملتا ہے۔ مثلاً پنڈت سندر لال اس حوالے سے حضور ﷺ کے مزاج مبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محمد ﷺ صاحب کبھی ریشمی کپڑا نہیں پہنتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ:"دھرم والے آدمی کو کبھی ریشمی کپڑے نہیں پہننے چاہیے" رنگین کپڑا وہ کبھی کبھی پہن لیتے تھے لیکن سفید رنگ کا موٹا سوتی کپڑا زیادہ پسند کرتے تھے۔"(۲۶)

دیوان چند شرما بھی لباس کے حوالے سے حضور ﷺ کی اسی عادت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

His dress was always simple. He did not like to put on silken clothes because he thought they were a sign of

effeminacy, and never minded if his garments were patched, so long as they were clean. (27)

قرآنِ ناطق کے مصنف سرجیت سنگھ لامبا "حضور ﷺ کی عادات وخصائل" کی سرخی کے تحت آغاز ہی آپ ﷺ کے لباس کے بیان سے کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیشہ موٹا کپڑا استعمال کرتے اور تہہ بند کے علاوہ اور کپڑا نہ پہنتے تھے۔ علاوہ ازیں سرپر عمامہ باندھنا حضور ﷺ کو بے حد پسند تھا۔(۲۸)

لباس کے علاوہ کھانے پینے کی عادات وآداب کے حوالے سے بھی ہندوؤں رسکھوں نے نبی کریم ﷺ کے احوال کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں کھانے کے آداب، آپ ﷺ کے کھانے کی سادگی، آپ ﷺ کی مرغوب غذائیں، حضور ﷺ کے کھانے کے برتن، آنحضرت ﷺ کا کھانے کے لیے بیٹھنے کا طریقہ وغیرہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

پنڈت سندرلال کے مطابق:

"محمد ﷺ صاحب اونٹ یا بکری کا ماس کھالیتے تھے لیکن عام طور پر ان کا کھانا کھجور اور پانی یا جوء کی روٹی اور پانی ہوتا تھا اور دودھ اور شہد انہیں پسند تھے۔ لیکن انہیں کھاتے کم تھے ایک بار کسی نے بادام کا آٹا لاکر انہیں بھینٹ کیا انہوں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کردیا" یہ فضول خرچ لوگوں کا کھانا ہے" پیاز اور لہسن سے انہیں نفرت تھی"۔(۲۹)

کھانے کے آغاز واختتام کے حوالے سے بھی بعض ہندو رسکھ حضرات نے آپ ﷺ کے طریقہ مبارک کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی اللہ کا نام لیے بغیر کھانے کا آغاز نہیں کیا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد آپ نے خدا کا شکر ادا نہ کیا ہو۔ بی۔ کے۔ نارائن حضور ﷺ کی اسی عادت کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

He ate very sparingly, and advised others to do the same, for the habit was the key to good health; before every meal, he followed the ritual of thanking God for his bounties, and he ate without fuss whatever was served, poor fare or rich with gratitude

and appreciation. However, he did not accept food procured through charity or any dubious and deceitful means. (30)

دیوان چند شرما بھی کچھ اسی قسم کے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

He never sat down to a meal without first invoking a blessing and never rose without uttering a thank giving. (31)

کھانے کے برتن کھانے کا ایک اہم حصہ ہیں۔ سرجیت سنگھ لامبا نے آپ ﷺ کے کھانے کے برتنوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک آپ ﷺ الگ بیٹھ کر کھانا کھانا پسند نہیں کرتے۔ ہمیشہ بیٹھ کر کھاتے میز اور کرسی پر بیٹھ کر کھانے کے حق میں نہیں تھے۔ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کو آپ ﷺ نے حرام قرار دیا۔ آپ ﷺ تانبے، کانچ اور لکڑی کے برتن استعمال کرتے تھے۔ (۳۲)

علاوہ ازیں آپ ﷺ کے جسم کی صفائی اور پاکیزگی طہارت وغیرہ کو بھی ہندو رسکھ مصنفین زیر بحث لائے ہیں اور ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی پیروی میں اگر ظاہر وباطن کی پاکیزگی اختیار کی جائے تو سارا عالم اسلام پاکیزگی کا گہوارہ بن جائے۔ مسٹر اڈیار اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ، خود پاکیزگی کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ دانت صاف کرنے کے لیے آپ ﷺ کی مسواک ہمیشہ آپ ﷺ کے تکیہ کے نیچے ہوتی تھی۔ ہر جگہ تھوکنے کو آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی غلط جگہ تھوک دیتا تو آپ ﷺ آگے بڑھ کر خود اس کو صاف کر دیتے تھے۔ آپ اپنے قیام کی جگہ کو آئینہ کی طرح صاف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کا لباس سادہ ہوتا تھا، لیکن پاک صاف۔ طہارت ایمان کا جز ہے، یہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے"۔ (۳۳)

۳۔ اخلاق نبوی ﷺ کا تذکرہ:

اخلاق نبوی ﷺ کا بیان سیرت نگاری کا ایک اہم حصہ رہا ہے۔ اس روایت کی پیروی ہندو رسکھ سیرت نگار حضرات کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ بعض ہندو رسکھ مصنفین نے نہ صرف

اخلاق نبوی ﷺ کا تذکرہ کیا ہے بلکہ ان کو خود اپنانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور انسانیت اور خاص طور پر مسلمانوں کو اختیار کرنے کی تلقین بھی کی ہے۔ آپ ﷺ کی مہمان نوازی، ایثار و قربانی، اپنی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے سے منع کرنا، نگاہ کا نیچا رکھنا، دوسروں کی بات میں دخل اندازی سے اجتناب، سلام کہنے میں پہل کرنا، مصافحہ کرنے کے بعد ہاتھ کھینچنے میں پہل نہ کرنا، جنازہ میں شرکت، میت کے اہلِ خانہ سے تعزیت، میت کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا، جانوروں پر رحم، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، دشمنوں کے ساتھ عفوودر گزر، دعوت اور تحائف کی قبولیت، عاجزی وانکساری سے چلنا، اہل و عیال سے محبت، لعنت و ملامت سے گریز اور انتقام، عداوت اور سخت گیری سے پاک طبیعت جیسے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کا تذکرہ ان کتب میں عقیدت و محبت کے پیرائے میں کیا گیا ہے۔(۳۴)

گوراند جنڈھوک نے تو "حیات محمد" میں دائرہ اخلاق کی وسعت کی بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسئلہ اخلاق کے متعلق لوگوں نے ایک بڑی غلطی یہ کی ہے کہ صرف رحم، مہربانی، تواضع اور خاکساری کو پیغمبرانہ اخلاق کا مظہر قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ اخلاق وہ چیز ہے جو زندگی کی ہر تہہ میں اور واقعات کے ہر پہلو میں نمایاں ہوتی ہے۔ دوست، دشمن، عزیز، بیگانہ، مفلس، دولتمند، صلح، جنگ، تنہائی، محفل غرض ہر جگہ اور ہر ایک تک دائرہ اخلاق کی وسعت ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عنوان اخلاق پر اسی حیثیت سے نظر ڈالنی چاہیے اور پھر جیسا اخلاق بھی انسان اپنے لیے پسند کرے اس کی شدت سے پابندی کرے اور اس شخص سے وہ افعال ایسے صادر ہوں جیسے آفتاب سے روشنی، درخت سے پھل اور پھول سے خوشبو۔ آنحضرت ﷺ اپنے تمام کاموں میں اسی اصول کی پابندی فرماتے تھے۔(۳۵)

پروفیسر کرشناراؤ بھی حضور ﷺ کی اسی خوبی کا اظہار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

Circumstances changed, but the Prophet of God did not; In victory or in defeat, in power or in adversity, in affluence

or in indigence, he was the same man, disclosed the same character.(36)

دیوان چند شرما حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ اور آپ ﷺ کی عاجزی وانکساری سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں کہ عرب کا بادشاہ وحکمران ہونے کے باوجود بھی آپ ﷺ میں تکبر نہیں تھا اور آپ ﷺ کا غلاموں کے ساتھ ویسا ظالمانہ تعلق نہیں تھا۔ جیسا کہ عرب میں عام طور پر رواج تھا اور چلتے وقت بھی آپ ﷺ اپنے آپ کو برتر سمجھتے ہوئے دوسروں سے فاصلہ رکھنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ دیوان چند شرمار قمطراز ہیں:

He was good to the poor, and no one ever appealed to him for help in vain. He was the Emperor of all Arabia, but greatness did not turn his head; and when he went out in the company of other people, he would not have them follow him at a respectful distance, as servants do with their masters. He would always mix freely with them, as if he were one of them, and avoided everything which might draw attention to himself. He said that he was a humble creature of God, in no way different from his fellowmen. (37)

بابو کنج لال دلوالی نے جناب رسول اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کو گیارہ(۱۱) نکات میں بڑی عمدگی کے ساتھ قدرے تفصیل سے مندرجہ ذیل سرخیوں کے تحت بیان کیا ہے:

۱۔ پاکیزہ اور بے لوث زندگی

۲۔ الفقر فخری، سادگی اور کفایت شعاری کی زندگی

۳۔ مصائب کے زمانہ میں استقلال

۴۔ منصف مزاجی

۵۔ حضور ﷺ کا کسی جائز کام کو عار نہ سمجھنا

۶۔ رواداری اور وسعت اخلاق

۷۔ آپ ﷺ کا انسانی زندگی کا نہایت صحیح اور سنجیدہ معیار

۸۔ آپ ﷺ کی نفاست طبع

۹۔ مراعات حقوق

۱۰۔ جانوروں پر رحم

۱۱۔ عفو اور سزا کا موازنہ

مندرجہ بالا موضوعات کے حوالے سے بابو کنج دلوالی نے سیرت کے مختلف واقعات بیان کرکے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہندو رسکھ سیرت نگار حضرات میں سے بابو کنج لال کی کتاب سیرت بہت منفرد اور تجزیاتی اسلوب کی حامل ہے۔ موصوف نے جس عقلی اور نقلی انداز میں حضور ﷺ کے اسوۂ، اخلاق اور عادات واطوار کو بیان کیا ہے یہ اسلوب بہت کم سیرت نگاروں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ مسٹر اڈیار کے نزدیک سبھی نیک لوگ اور مصلحین اعلیٰ صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ لیکن تاریخِ انسانی میں محمد ﷺ جیسی شخصیت کہیں نہیں ملتی۔ اس بات کا اعلان میں اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرتا ہوں۔(۳۹)

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے حوالے سے ہندوؤں رسکھوں کا سیرتی ادب بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ان حضرات کے نزدیک کیسی بدنصیبی ہے کہ دنیا اس آفتاب اخلاق کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھائے اور ایثار و ہمدردی کی ان مثالوں کو واجب العمل نہ سمجھا جائے۔ اس سے بڑھ کر مسلمان قوم کی کیا خوش قسمتی ہوگی کہ اسے خدا نے ایسا نیکی مجسم راہنما عطا کیا۔ لیکن اس سے بڑھ کر مسلمانون کی کیا بدبختی ہوگی کہ وہ اپنے سچے راہنما کے قدم بقدم نہ چلیں اور اس کی ہدایتوں پر عمل نہ کریں۔(۴۰)

خلاصۂ بحث:

مندرجہ بالا بحث کو درج ذیل نکات کی صورت میں مختصراً بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ہندوؤں ر سکھوں کی کتب سیرت میں شمائل نبوی کا تذکرہ اگرچہ اختصار کے ساتھ سادہ انداز میں کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں عقیدت و محبت کی جھلک نظر آتی ہے اور ان کے قلبی جذبات کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ حضور ﷺ کی عادات و خصائل اور آداب و اطوار کا تذکرہ بھی غیر مسلم حضرات کی سیرت نگاری کا ایک اہم جزو ہے۔

۳۔ آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ کو ہندو ر سکھ سیرت نگار حضرات نے نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ ان کا اپنانے کی خواہش اور انسانیت و خاص طور پر مسلمانوں کو ان کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ جیسا کہ بابو گنج لال دلوالی نے لکھا ہے کہ اے میرے مسلمان بھائیو! یہ وسیع خلقی تمہارا خاص حصہ ہے جو تمہیں آنحضرت ﷺ سے ورثہ میں پہنچا ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کیا آپ کا دل اس میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ کا وسیع خلق غیروں کے دلوں میں گھر کرتا اور انہیں کشش کر کے لاتا تھا اور آج آپ کی ناروا داری اور کرختگی نے مسلمانوں کا مسلمان رہنا مشکل کر دیا ہے۔ (۴۱)

۴۔ شمائل، اخلاق اور عادات کا بیان سادہ، مختصر مگر عقیدت و محبت کے جذبات سے مملو نظر آتا ہے۔

۵۔ بعض سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کو شخصیت کے اعتبار سے ہیرو اور حسن و صحت کے اعتبار سے اوتار قرار دیا۔

۶۔ شمائل و اخلاق اور دیگر پہلوؤں کے ضمن میں جن روایات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کا متن دینے کی بجائے تقریباً تمام سیرت نگاروں نے محض اردو یا انگریزی ترجمہ نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۷۔ بیشتر کتب سیرت میں حوالہ جات کا اہتمام نہیں کیا گیا اگر کہیں کسی نے کوئی حوالہ دیا بھی ہے تو نامکمل۔

۸۔ شمائل واخلاق وعادات وصفات کے بیان میں ہندو ر سکھ سیرت نگار حضرات کے اسلوب میں مماثلت نظر آتی ہے۔ ایک دوسرے سے استفادہ کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اپنے ماخذ کی صراحت نہیں کرتے۔

۹۔ آپ ﷺ کے لیے عزت اور احترام کے جذبات کا اظہار ہندوؤں، سکھوں کی سیرت نگاری کا ایک اہم پہلو ہے۔

۱۰۔ نام کی صراحت کے بغیر اگر ہندو ر سکھ حضرات کے بیان کردہ اوصاف واخلاق نبوی ﷺ اور شمائل وخصائل پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھا جائے تو کسی طور اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی مسلم یا غیر مسلم کی تحریر ہے کیونکہ ان کے اسلوب تحریر میں ایسا والہانہ پن، خلوص نیت، احترام کے جذبات اور عقیدت پائی جاتی ہے کہ ایک مسلمان کے لیے بھی وہ باعث رشک ہے۔

حوالہ جات وحواشی

ا۔ مثلاً بابو کنج لال دلوالی کی کتاب ''حضرت محمد صلعم اور اسلام'' کسی غیر مسلم کی طرف سے لکھی گئی ایک نہایت عمدہ اور منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کی خاص بات نبی کریم ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کا رد اور اسلام کا دفاع ہے۔ علاوہ ازیں موصوف نے آج سے نوے سال پہلے اسلام کے تین بڑے دشمنوں کی نشاندہی کی تھی اور کہا تھا کہ ان تین طبقات نے اسلام کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ تین دشمن درج ذیل ہیں:
(i)۔ دقیانوسی خیال کے مولوی، (ii)۔ وہ اصلاح کرنے والے جوان مولویوں کے بالکل برعکس ہیں۔ (iii)۔ حب جاہ والے ہادیانِ اسلام جن کو دین، اخلاق، اسلام اور خدا سے درحقیقت کچھ واسطہ نہیں۔ آج کے تناظر میں اگر تحریر کو پڑھا جائے تو موصوف کی بصیرت کی داد دینا پڑتی ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: (دلوالی، بابو کنج لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، دہلی، جید برقی پریس بلیماران، (س ن) صفحات، ۵۹/ مزید دیکھیے: محمد نعیم، حافظ، بابو کنج لال دلوالی، ایک منفرد ہندو سیرت نگار، معارف اعظم گڑھ، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، انڈیا، جنوری ۲۰۱۲، جلد نمبر ۱۸۹، عدد ا، صفحات ۳۴۔ ۲۷)

۲۔ ہندوؤں اور سکھوں کی سیرت نگاری کے اغراض ومقاصد اور اسباب ومحرکات کے لیے ملاحظہ کیجئے: محمد نعیم، حافظ، ہندوؤں اور سکھوں کی سیرت نگاری کے محرکات، خدابخش لائبریری جرنل، پٹنہ، خدابخش اورئینٹل پبلک لائبریری، اپریل، جون، ۲۰۱۰، شمارہ ۱۶۰، صفحات ۱۲۷۔ ۲۰۴۔

۳۔ ہندوؤں/سکھوں کی کتب سیرت کی تقسیم اور تفصیلی تعارف کے لیے دیکھیے: محمد نعیم، حافظ، برصغیر کے ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کے کام کا تحقیق مطالعہ، غیر مطبوعہ مقالہ ایم فل، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، سیشن ۲۰۰۲۔ ۲۰۰۴ء، صفحات ۶۶۔ ۱۴۲

۴۔ شمائل النبی کی تعریف وتحدید، ادب شمائل کے آغاز وارتقاء اور شمائل النبی کے حوالے سے ابتدائی دور میں لکھی گئی کتب کی فہرست کے لیے دیکھیے (منیر احمد، برصغیر میں شمائل نبی ﷺ پر لکھی جانے والی کتب، فکر ونظر، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء، اپریل۔ جون، جولائی۔ ستمبر، جلد ۴۲۔ ۴۳، شمارہ ا، ۴، صفحات۔ ۸۷۔ ۱۰۹/ خالق داد ملک، ڈاکٹر، شمائل نبوی کا ایک ارتقائی جائزہ، فکر ونظر، اسلام آباد، جلد ۳، محرم۔ جمادی الثانی، ۱۴۱۳ھ۔ جولائی۔ دسمبر ۱۹۹۲ء، شمارہ ا۔ ۲، صفحات ۱۹۹۔ ۲۲۳/ انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۹، ص ۱۷۳۔ ۱۷۶

۵۔ اپادھیائے، پنڈت وید پرکاش، بعثت نبوی کی پیشگوئیاں (ترجمہ کتب "نراشنس وانتم رشی" اور "کلکی اوتار اور حضرت محمد") مترجم، محمد ایوب انصاری، مرتب، ڈاکٹر حقانی میاں، لاہور، دارالکتاب، ۲۰۰۴، ص ۱۹

۶۔ ایضاً، ص ۱۸۔ ۱۹ / عبدالمالک مجاہد (نگران اعلیٰ)، اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دارالسلام، سعودی عرب، ۲/ ۵۷۱۔ ۵۷۲

۷۔ اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، ۲/ ۵۶۲

۸۔ دونوں کتب کے تعارف کے لیے دیکھیے: محمد نعیم، حافظ، برصغیر کے ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کے کام کا تحقیقی مطالعہ، صفحات ۹۹۔ ۱۰۶

۹۔ اپادھیائے، پنڈت وید پرکاش، بعثت نبوی کی پیشگوئیاں، ص ۱۷

۱۰۔ اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، ۲/ ۵۶۲

۱۱۔ اپادھیائے، پنڈت وید پرکاش، بعثت نبوی کی پیشگوئیاں، ص ۱۱۷۔ ۱۱۸

۱۲۔ اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، ۲/ ۵۶۸ / اپادھیائے، پنڈت وید پرکاش، بعثت، نبوی کی پیشگوئیاں، ص ۱۰۸

۱۳۔ اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، ۲/ ۵۶۸ / بعثت نبوی کی پیشگوئیاں، ص ۱۰۹

۱۴۔ اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، ۲/ ۵۷۰ / بعثت نبوی کی پیشگوئیاں، ص ۱۰۹

۱۵۔ اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، ۲/ ۵۷۸ / بعثت نبوی کی پیشگوئیاں، ص ۲۶

۱۶۔ اپادھیائے، پنڈت وید پرکاش، بعثت نبوی کی پیشگوئیاں، ص ۲۶ / اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، ۲/ ۵۷۸

(۱۷)۔ لکشمن پرشاد، سوامی، عرب کا چاند، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، (س ن)، ص ۴۱

(۱۸)۔ لامبا، سرجیت سنگھ، قرآن ناطق، لاہور، نشریات، ۲۰۰۸، ص ۲۷

(19). B. K. Narayan, Mohammad the Prophet of Islam, New Delhi, Lancers Publishers, 1978, p.33

(20). Sharma, Diwan Chand, The Prophets of the East, London, Longmans, Green & Co., Ltd,1945 ,p.III

(21). Rao, K. S. Ramakrishna, Muhammad the Prophet of Islam, Jeddah, Saudi Arabia, AbulQasim Bookstore, p.16

۲۲۔ اڈیار، محمد عبداللہ (سابقہ ہندو)، اسلام جس سے مجھے عشق ہے، مترجم ایم۔اے جمیل احمد، لاہور، حرا پبلی کیشنز اردو بازار، ۱۹۸۸، ص ۵۵

(۲۳)۔ سیٹھی، گوبند رام، چار مینار، لاہور، قومی کتب خانہ، ریلوے روڈ، ۱۹۴۳، ص ۱۴۸

(۲۴)۔ گوراند، دایا جنڈھوک، حیات محمد، لاہور، گیلانی الیکٹرک پریس / چمن لال پبلشرز موہن لال روڈ، ۱۹۳۲، ص ۷۷

(۲۵)۔ لامبا، سرجیت سنگھ، قرآن ناطق، ص ۱۷۲۔۱۷۵، Sharma, Diwan Chand, The Prophets of the East, p. 135

۲۶۔ سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، الہ آباد، پبلشر بشمبھر ناتھ، ۱۹۴۲، ص ۱۸۷

(27). Sharma, Diwan Chand, The Prophets of the East, p.135-136

(۲۸)۔ لامبا، سرجیت سنگھ، قرآن ناطق، ص ۱۷۱

(۲۹)۔ سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، ص ۱۸۸

(30). B. K. Narayan, Mohammad The Prophet of Islam, p.33

(31). Sharma, Diwan Chand, The Prophet Muhammad, The Islamic Review, June-July, 1943, vol.xxxi, p.213

(۳۲)۔ لامبا، سرجیت سنگھ، قرآن ناطق، ص ۱۷۴

(۳۳)۔ اڈیار، محمد عبداللہ (سابقہ ہندو)، اسلام جس سے مجھے عشق ہے، ص ۶۲

(۳۴)۔ سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، ص ۱۸۴۔۱۹۰ / گوراند جنڈھوک، حیات محمد، ص ۸۰ / لامبا، سرجیت سنگھ، قرآن ناطق، ص ۱۷۱۔۱۷۵ / کوشل، رام سروپ، پیام محبت، (پبلشر کا نام مذکور نہیں)، ۱۹۶۸، ص ۱۲۶۔۱۲۷ / پریتم سنگھ، ہمارے مربی، لاہور، ۱۹۴۱، ص ۱۰۰۔۱۰۱

(۳۵)۔ گوراند، دایا جنڈھوک، حیات محمد، ص ۷۱۔۷۲

(36). Rao, K. S. Ramakrishna, Muhammad, The Prophet of Islam, p.20

(37). Sharma, Diwan Chand, The Prophets of the East, p.135

(۳۸)۔ دلوالی، بابو کنج لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، ص ۲۵۔۳۱

(۳۹)۔ اڈیار، محمد عبداللہ (سابقہ ہندو)، اسلام جس سے مجھے عشق ہے، ص ۶۲

(۴۰)۔ رائے بہادر لالہ پارس داس، رائے بہادر کی نعت، دہلی، برقی پریس، ۱۹۲۸، ص ۱۵

(۴۱)۔ دلوالی، بابو کنج لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، ص ۲۷

پاکستان میں بچوں کے لیے اردو سیرت نگاری

آغاز وارتقاء اور جدید رجحانات

اُم سلمیٰ
(پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور)

ڈاکٹر طاہرہ بشارت
(پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور)

Abstract:

"Children are born with immature piety and innocence. Their childhood impressions are everlasting, so whatever they are imbued with in their early age, they carry on with it. The need of the hour is to inculcate in them a taste for reading. In this regard, the material regarding morality and character building has an important position.

The Pakistani Society should introduce such literature for kids that help them to become good Muslims, who follow in the footsteps of the Holy Prophet (S.A.W.). Over the years, many books are produced in Pakistan, there are replete with different aspects and thematic concerns of Seerah. A full-fledged analysis of these works of literature in Seerah for children is made so that the coming generations are make conscious about the challenges of the recent times and how they can be helpful by studying about the life of the Holy Prophet Muhammad (S.A.W.)."

حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ہر پہلو آپ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ اور آپ ﷺ کی سنت اور طرزِ عمل کا ہر ذرہ مکمل طور پر محفوظ رہا۔ ہزارہا لوگوں نے اس کو دیکھا، سینکڑوں نے اس کو قلمبند کیا، یاد کیا اور پھر انتہاء کے اعتماد، ذمہ داری اور دیانت داری کے ساتھ آئندہ آنے والی نسل یعنی ہزاروں تابعین میں سے سینکڑوں تابعین نے اس کو قلمبند کیا اور اس کو اس اعتماد محبت اور دیانت داری اور جذبہ اشتیاق سے آئندہ نسل کو منتقل کیا۔ آغاز اسلام سے لیکر آج تک تاریخ کے کسی دور میں ایسا دن نہیں گزرا، ان صدیوں میں کوئی صدی تو درکنار، کسی صدی کا ایک عشرہ، کسی عشرے کا کوئی سال اور کسی سال کا کوئی ایک مہینہ ایسا نہیں گزرا کہ دنیائے اسلام کے کسی نہ کسی گوشہ میں مسلمان سیرت اور سنت نبوی ﷺ کے ذخائر سے استفادہ نہ کر رہے ہوں۔ یہ کام انتہائی تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ ایک دینی ضرورت بھی ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔(۱)

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔(۲)

حضور ﷺ رحمتِ عالم، اطفال پر زیادہ رحیم نظر آتے ہیں۔ بچوں سے آپ ﷺ کو بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ نے بچوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت فرمائی، دختر کشی کی رسم کو ختم کیا، مسلمان معاشرے کی بچیوں کی عزت و حرمت بحال کرنے کی خاطر اقدامات فرمائے، لڑکیوں کے ساتھ محبت اور مہربانی کے سلوک کی طرف توجہ دلائی۔ بچوں کی پرورش ان کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ان کی تعلیم وتربیت کو پیارے نبی ﷺ نے بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ آپ ﷺ نے بچوں کی بہترین تعلیم وتربیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے، اولاد زندہ در گور نہ کی جائے، اس کی بہترین پرورش اور نشوونما کا حق ادا کیا جائے، بچوں کو فضائل اخلاق کی تعلیم دی اور ان کی حسن تربیت کا اہتمام موجود ہو اور اس کے لیے بہترین اور عمدہ ذریعہ نبی ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ہے۔

آپ ﷺ نے بچوں کے لیے خاص رہنمائی فرمائی۔ آپ ﷺ نے تربیت اطفال کے سلسلے میں جو اصول وضع فرمائے ہیں وہ موثر اور فطری ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہود انہ اوینصرانہ اویمجسانہ۔ (۳)

ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔

بے شمار احادیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دلائی ہے۔ بچے بالکل سادہ ہوتے ہیں۔ اگر ان کی تربیت نہ کی جائے اور علم وعمل سے آراستہ نہ کیا جائے تو دیکھنے میں وہ انسان نظر آتے ہیں مگر درحقیقت ان کے اخلاق وعادات نامکمل رہ جاتے ہیں۔

اکرموا اولادکم واحسنوا ادبھم۔ (۴)

باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تربیت ہے۔

اولاد کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ کرو اور ان کو اچھی تعلیم وتربیت دو۔

اولاد کی تربیت میں جو چیز معاون ومددگار ہوتی ہے۔ وہ نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے ہی لوگوں کے دلوں میں بچوں کی محبت کا بیج بو دیا ہے۔ ہر خاندان شروع سے ہی اپنے ماحول اور معاشرہ کے مطابق بچوں کی شخصیت کی تعمیر کا خواہش مند رہا ہے۔ بچّے کسی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں، ان کو محض بچہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی عمدہ تعلیم وتربیت آنے والے کل کو روشن کرسکتی ہے۔ ماہرین نفسیات طویل تجربے اور مشاہدے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بچپن کے افکار وخیالات بچے کے ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں اور اس کے اثرات تاحیات رہتے ہیں۔ (۵)

بچے والدین کے پاس امانت ہوتے ہیں، بچے کا قلب پاکیزہ، سادہ اور نقش ونگار سے خالی ہوتا ہے اور اس قابل ہوتا ہے کہ اس میں جس طرح کے نقش چاہے ابھار دیے جائیں اور جو میلانات چاہیں اس میں پیدا کر دیے جائیں۔ اسے اگر نیکی اور خیر کی تعلیم وتربیت دی جائے تو وہ اس کا عادی

ہو جائے گا اور نہ صرف خود دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گا بلکہ اس کے والدین اور معلم بھی اس ثواب میں شریک ہوں گے۔ اگر بچے کو برائیوں کا خوگر بنا دیا گیا تو وہ خود بھی تباہ ہو گا بلکہ اس کی تباہی کا وبال اس کے سرپرستوں پر بھی ہو گا، والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کے دل میں نبی ﷺ کی محبت کو جاگزیں کریں، ان کو سیرت رسول ﷺ کے مطالعے کی رغبت دلائیں تاکہ وہ اسوہ حسنہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں اور زندگی میں معاشرے کا مفید شہری بنیں اور آخرت میں بھی کامیاب انسان قرار پائیں۔(۶)

بچوں کے لیے سیرت نگاری: آغاز وارتقاء:

صدیوں تک بچوں کے ادب کو کوئی سماجی مقام حاصل نہیں تھا۔ بچوں کے لیے علیحدہ ادب تخلیق کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ اسی ادب کو بچوں کے لیے کافی سمجھا گیا جو بڑوں کے لیے تخلیق ہوتا رہا۔ اس کے برعکس بچوں کی ذہنی تربیت کے لیے شروع ہی سے ان کی نفسیاتی ضرورتوں اور تقاضوں کے پیش نظر ایسے مواد کی فراہمی درکار ہوتی ہے جو ان کی ذہنی نشوونما، ان کی نفسیاتی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارے اور ان کے اندر ادبی ذوق وشوق کو پروان چڑھائے اور بچوں کے لیے ایسی کتاب کی تخلیق ان کی بنیادی ضرورت ہے جس کا مطالعہ کرکے وہ اپنی سیرت و کردار کو بہترین سانچوں میں ڈھال سکیں۔

اگرچہ بچوں کے ادب میں ترقی کا سلسلہ انیسویں صدی عیسوی میں شروع ہوا لیکن اس سے قبل جو دور گزرا اس میں بھی امریکا، انگلستان، روس، چین، فرانس، جرمنی اور ہندوستان و عرب میں بچوں کا ادب وہاں کی قوموں کے مخصوص مزاج ان کے مذہبی عقائد اور معاشرتی ضرورتوں کا آئینہ دار رہا ہے۔ مغرب میں بچوں کے ادب کی بنیاد معاش اور معاشی خوشحالی رہی ہے۔ اس کے برعکس مشرقی اور مسلم ممالک میں ادب اطفال میں بچے کے اخلاق و کردار کو بلند کرنے کے لیے پند و نصائح اور اخلاقی تعلیمات کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ لاطینی ادب میں ہمیں ایک کتاب ایسی بھی ملتی ہے جو بچوں کی تربیت کے نکتہ نظر سے تحریر کی گئی ہے۔ A Token of Children جسے

عیسائی مبلغ جینولے نے لکھا ہے۔ اسی طرح جال سنیار نے 1688 میں pilgrimage progress لکھی۔ اسے بچوں کے لیے عیسائیت کی مشہور تبلیغی کتاب تصور کیا جاتا ہے جس میں فاتحین مذہبی ہیروز اور مذہبی رہنماؤں کا تذکرہ ہے۔(۷)

بچوں کے لیے ابتداء میں جو کتب برصغیر میں تحریر کی گئیں وہ زیادہ تر درسی کتب ہیں لیکن ان کا مقصد تربیت ہی تھا۔ تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اردو ادب اطفال بھی تغیر آشنا رہا ہے۔ بچوں کی کتب کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

دوراول	آغاز تا ۱۸۵۷ء	آغاز وارتقاء کا دور
دور ثانی	۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء	متحدہ ہندوستان میں بچوں کے لیے اردو سیرت نگاری
دورِ ثالث	۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۰ء	پاکستان میں بچوں کے لیے اردو سیرت نگاری

آغاز وارتقاء کا دور (آغاز تا ۱۸۵۷ء):

اس دور میں درسی کتب کا سراغ ملتا ہے کیونکہ بچوں کو تعلیم مدرسوں میں دی جاتی تھی۔ سب سے پہلی کتاب ''نصاب الصبیان'' ہے اور یہ فارسی میں تحریر کی گئی تھی۔ اس کے مصنف ابوالفرس ہیں۔ اس کتاب کا مقصد تعلیم و تربیت ہے۔ دوسری کتاب ''خالق باری'' ہے۔ جو امیر خسرو نے ۱۲۵۳ء میں بچوں کے لیے لکھی۔(۸)

اردو ادب میں بچوں کے ادب کا آغاز اورنگ زیب عالمگیر کے عہد سے ہوتا ہے۔ اس زمانے میں نو عمر افراد کے لیے متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں اور وہ زیادہ تر منظوم کلام پر مشتمل ہیں۔ مثلاً ''خالق باری'' ''ایزد باری''، ''صفات باری'' وغیرہ، محمد صدیقی بھی خالق باری، نامی کتاب کو ہی ہندوستان کی سب سے قدیم اور پہلی کتاب تسلیم کرتے ہیں، جو بچوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی پیروی میں بے شمار کتب تصنیف کی گئیں، اس میں عبدُالصمد بیدل کی ''حمد باری'' قابل ذکر ہے۔(۹)

اٹھارہویں صدی کی ابتداء میں میر تقی میر نے بچوں کے لیے نظمیں تحریر کیں۔ اردو کے ممتاز ترین شاعر ابتداء ہی سے بچوں کے لیے لکھتے آئے ہیں اور وجہ تصنیف ہمیشہ تعلیم و تربیت، اخلاقی و ذہنی تربیت ہی رہی۔ میر تقی میر کے بعد نظیر اکبر آبادی کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے بچوں کے لیے ''ایام طفلی'' اور ''معصوم بھولے بھالے'' کے نام سے اخلاقی نظمیں لکھیں۔ ان کے ہم عصر غالب نے بھی بچوں کے لیے ''قادر نامہ'' تحریر کیا ہے۔

متحدہ ہندوستان میں بچوں کے لیے سیرت نگاری (۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء):

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی ہندوستان میں برطانوی سامراج کے اقتدار کے مزید استحکام کا موجب ہوئی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب انگریزی کے زیر اثر ادب نو کی تشکیل کا رجحان پیدا ہوا۔ جس نے ہندوستان کی دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو میں بچوں کے ادب پر بھی اثرات مرتب کیے۔ اس دور میں بچوں کی تربیت بذریعہ ادب کرنے والوں میں ڈپٹی نذیر احمد، مولانا محمد حسین آزاد اور خواجہ الطاف حسین کے ساتھ ساتھ مفتی محمد شفیع، مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد حسین آزاد، اسماعیل میرٹھی اور الطاف حسین حالی کے نام قابل ذکر ہیں۔ انیسویں صدی کے آغاز میں منشی محبوب عالم نے بچوں کے لیے پہلا اخبار جاری کیا۔ (۱۰)

اس دور میں غلام احمد فروغی (۱۸۵۷ء) نے بچوں کے لیے ''قادر نامہ فروغی'' کتاب لکھی۔ محمد حسین آزاد (۱۸۶۱ء) نے نثر میں بچوں کے لیے بہت کچھ لکھا ہے جس میں ''سلام علیک'' مشہور کتاب ہے، ڈپٹی نذیر احمد نے بچوں کے لیے منتخب حکایات، حکایات لقمان اور چند پند (۱۸۹۶ء) میں شائع کیں۔ ان کتب کے اندر صحت و صفائی، لالچ و تکبر کا خاتمہ، ادب اور بات چیت کے انداز میں معلومات دی گئی ہیں۔ آخر میں مذہب اور پیغمبران کرام علیہم السلام سے متعلق معلومات دی گئی ہیں۔ الطاف حسین حالی نے بھی نظم و نثر دونوں اصناف میں بچوں کے لیے لکھا۔ (۱۱)

سر سید احمد خان کا ذکر بھی یہاں لازم ہے۔ انہوں نے نوجوانان ہند کے لیے رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' جاری کیا۔ لیکن اپنے ہم عصروں کی طرح بچوں کے لیے باقاعدہ لکھا تو نہیں لیکن تہذیب الاخلاق میں ان کے قلم سے نکلے ہوئے ایسے ہلکے پھلکے مضامین ملتے ہیں جو بچوں کے لیے مفید ہیں۔(۱۲) شبلی نعمانی بحیثیت مورخ، سوانح نگار، سیرت نگار کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انہیں بچوں کی تربیت سے کافی دلچسپی تھی۔ اس لیے مثنوی صبح امید اور عدل جہانگیر تحریر کیں۔

دور ثانی میں اسماعیل میرٹھی کا نام قابل ذکر ہے۔ انہوں نے ۱۸۹۴ء میں اردو کی پہلی کتاب لکھی۔ آپ نے بچوں کے اندر اعلیٰ اخلاق، جذبہ حب الوطنی بیدار کرنے کے لیے تاریخی مضامین لکھے اور شاعری کے ذریعے بچوں کی تربیت کی۔(۱۳)

بیسویں صدی کو بچوں کے ادب کا سنہری دور کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ کیونکہ جہاں انیسویں صدی کے اواخر میں بچوں کے لیے محمد حسین آزاد اور اسماعیل میرٹھی جیسے قد آور مصنفین نے بچوں کی تربیت کا بیڑا اٹھایا وہاں بیسویں صدی کے اہم تخلیق کاروں نے بھی بچوں کے لیے گراں قدر تصنیفی و تالیفی خدمات سرانجام دیں جس میں ایک قد آور شخصیت علامہ محمد اقبال بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی نظموں کے ذریعے بچوں کے اندر دین سے محبت، حب رسول، خودی، خودداری جیسی خوبیوں کو اجاگر کیا۔(۱۴)

اپنے ملک وقوم کے بچوں کے مستقبل سے اقبال کو بڑی دلچسپی تھی۔ بچوں کی ذہنی تربیت کے لیے انہوں نے ایسے مضامین لکھے جنہیں بچے پڑھ کر مثالی انسان بن سکتے ہیں۔(۱۵)

علامہ راشد الخیری نے بھی سیرت النبی ﷺ پر ''آمنہ کالال'' نامی کتاب لکھی جو کہ ۱۸۷۰ء تا ۱۸۹۷ء کے دوران شائع ہوئی۔ برصغیر پاک وہند میں اردو میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے جن حضرات نے کام کیا، ان میں مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد حسین آزاد، اسماعیل میرٹھی اور الطاف حسین حالی کا نام نمایاں ہے۔(۱۶)

برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری کے ضمن میں باقاعدہ آغاز میلاد ناموں سے ہوا جو ابتدا میں منظوم تھے۔ بعد میں نثری صورت میں سامنے آئے۔ ترمذی کی کتاب شمائل کو اردو میں سب سے پہلے مولانا کرامت علی جون پوری نے منتقل کیا اور انوار محمدی ﷺ نام رکھا یہ صرف ترجمہ نہ تھا بلکہ شمائل کی ایک عمدہ شرح بھی ہے۔ فضائل نبوی ﷺ کے نام سے شیخ الحدیث مولانا ذکریا سہارنپوری نے اس کا ترجمہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۰۴ء میں اس کو بچوں کے لیے آسان زبان میں تحریر کیا۔

یہ وثوق سے کہنا مشکل ہے کہ اردو ادب میں بچوں کے لیے سیرت نگاری کا آغاز وارتقاء کب اور کیسے ہوا؟ لیکن اگر بچوں کے ادب پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز مغلیہ عہد سے ہوا۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو ادب میں بچوں کے لیے سیرت نگاری کا آغاز وارتقاء بیسویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہی ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس سے قبل مغربی و مشرقی سیرت نگاروں کی کتب کے تراجم کیے گئے۔ بیسویں صدی میں ہی خواتین، جوانوں اور بچوں کے لیے الگ الگ کتب سیرت تالیف کی گئیں۔

۱۹۰۱ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کے درمیانی عرصہ میں بچوں اور نوجوانوں کے لیے خاصی تعداد میں کتب سیرت تحریر کی گئی ہیں۔ ان میں چالیس پچاس صفحات کی مختصر کتابیں بھی ہیں اور تین چار سو صفحات کی ضخیم کتب بھی۔ نسبتاً ضخیم کتابوں میں حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی ''سیرت رسول کریم ﷺ'' غلام رسول کی سرور عالم ﷺ، ڈاکٹر محمد حسن کی انوار رسالت انجمن حمایت اسلام کے زیر نگرانی تحریر کی گئی کتاب ہادی برحق ﷺ (۱۹۳۷ء) کے نام بطور مثال لیے جاسکتے ہیں۔ مختصر یا اوسط ضخامت کی کتابوں میں عبدالرحمٰن شوق کی سوانح عمری حضرت محمد ﷺ (۱۹۰۹ء) بیگم انیسہ زہراء کی مصطفیٰ ﷺ (۱۹۳۶ء) شرافت حسین رحیم آبادی کی اللہ کے رسول ۱۹۴۶ء، خواجہ نظامی رسول اللہ ﷺ کی عیدی امت کے بچوں کے نام ۱۹۳۶ء خورشید احمد انوار کی محمد عربی ۱۹۳۸ء اور مولوی ثناء اللہ کی فضائل النبی ﷺ ۱۳۱۳ھ

کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ سید سلیمان ندوی کی رحمت عالم ﷺ (۱۹۴۰ء) مولوی اسماعیل خان کی ہمارے نبی ﷺ (۱۹۴۵ء) یہ کتابیں آسان سادہ اور عام فہم زبان میں بچوں کے لیے تحریر کی گئی ہیں۔ یہ کتب حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات اور آپ ﷺ کے پیغام سے آگاہ کرتی ہیں۔ ان کتابوں نے بچوں میں نبی ﷺ کی سیرت و کردار سے دلچسپی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔(۱۷)

ایسی مزید کتب سیرت کا کھوج لگایا گیا جو نایاب بھی ہیں اور ان میں سے سوائے چند ایک کے دوبارہ شائع نہیں ہوئیں، مثلاً آداب النبی ﷺ از مفتی محمد شفیق، رحمت عالم ﷺ از علامہ سید سلیمان ندوی، مولوی ثناء اللہ ۱۸۹۷ء اسلامی تاریخ از مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، ہمارے نبی ﷺ از سید نواب علی ایم اے ۱۹۰۹ء نزول رحمت ﷺ میلاد شریف، ۱۹۱۵ء از خواجہ محمد شفیق دہلوی، ہمارا نبی از مولانا عبدالاحد کاشمیری ۱۹۲۵ء ہمارے رسول از خواجہ محمد عبدالحی فاروقی، ۱۹۳۰ء الامین ﷺ از انجمن حمایت اسلام ۱۹۳۳ء، رسول ﷺ کی عیدی امت کے بچوں کے نام از خواجہ حسن نظامی، ۱۹۳۶ء، رہبر صادق از منشی غلام قادر فرح امرتسری ۱۹۳۶ء، محمد عربی ﷺ از خورشید احمد، ہادی برحق، از انجمن حمایت اسلام ۱۹۳۷ء، آں حضرت از مجیبی، ۱۹۳۷ء، حبیب خدا از الیاس مجیبی ۱۹۴۵ء، ہمارے نبی ﷺ از سید نواب علی رضوی ۱۹۴۶ء اللہ کے رسول از حکیم شرافت حسین رحیم آبادی ۱۹۴۶ء، آفتاب رسالت از مولانا شبلی نعمانی بھی قبل از قیام پاکستان تحریر کی گئی ہیں۔(۱۸)

ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ ابتداء میں بچوں کے لیے سیرتی ادب منظُوم صورت میں ملتا ہے۔ جس میں نبی ﷺ کی نعت گوئی شامل ہے اور لوریوں کی صورت میں نبی ﷺ کی عظمت بچوں کے دل میں بٹھائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے قدیم ادب میں بچوں کے لیے سیرت میں کوئی کتاب باقاعدہ نثر میں نظر نہیں آتی۔ ۱۸۵۶ء میں مرزا قاسم بیگ نے ''تعلیم الاطفال'' کے نام سے کتاب لکھی جس میں پہلے خدا کی حمد، پھر رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کی تعریف

اور منقبت بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب کو سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی جزوی کتب میں شامل کرسکتے ہیں اور اردو میں لکھی گئی سیرت النبی ﷺ کی اولین کتابوں میں شامل کیا جاتا ہے۔

مہر نبوت:

یہ کتاب قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے تحریر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کی سال ہاسال سے یہ آرزو تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی سیرت پر بچوں کے لیے کتاب لکھیں اور ''مہر نبوت'' اس آرزو کی تکمیل ہے۔ یہ کتاب 23 سالہ دورِ نبوت کا لب لباب ہے۔ مصنف نے سیرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے تمام پہلوؤں کو اختصار اور آسان پیرائے میں تحریر کر دیا ہے۔

تاریخ اسلام:

تاریخ اسلام محمد میاں نے ۱۹۰۳ء میں تحریر کی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی سے بھی شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ سوالاً جواباً لکھی گئی ہے۔ مصنف نے نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ آپ ﷺ سے متعلقہ سازوسامان دیگر افرادِ خانہ، صحابہ صحابیات، غلام ولونڈیاں، جانوروں ہتھیاروں سے متعلق سوالات وجوابات کی صورت میں معلومات فراہم کی ہیں۔

اسلامی تاریخ:

ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۰۴ء میں اس کتاب کو تحریر کیا اور اہلِ حدیث امرتسر پنجاب سے شائع کروائی۔ یہ کتاب ۱۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک نایاب کتاب ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

''اس کتاب کے لکھنے کا مجھے دو وجہ سے خیال پیدا ہوا۔ ایک تو میں نے دیکھا کہ اسلامی تعلیمات کے سلسلہ اردو میں کوئی کتاب متعلق احوال کریمہ آنحضرت ﷺ نہیں۔ اگر کوئی ہے تو وہ ایسی کہ اس سے خردسال بچے مستفید نہیں ہوسکتے بلکہ وہ اس طرز پر ہے کہ جیسے مطولات ہوا کرتی ہیں، دوم میں نے سنا تھا کہ بعض مہذب ملکوں کا دستور ہے کہ بچوں کو خردسال میں جو حکائتیں

سناتے ہیں وہ اپنے ہی ملک کی شاہانہ تاریخ ہوتی ہے جس سے ان کی اولاد کو بہت نفع پہنچتا ہے۔ ایک وہ خالص دنیا کے ہیر پھیر کو خردسالی ہی میں سمجھ جاتے ہیں۔ نیز ان کو خاص کر اپنے ملک کے حالات، متعلقہ سلطنت عمدہ طور سے واضح ودلائح رہتے ہیں۔ بڑے ہوکر وہ سیاستدان بننے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ سوان باتوں کے لحاظ سے میں نے سوچا کہ مسلمانوں کے حق میں اس سے بہتر کچھ نہ ہوگا کہ نبی ﷺ کے حالات طیبہ مختصراًبطور حکایت لکھے جائیں تاکہ مسلمانوں کے خردسال بچے معمولی حکایات سننے کی بجائے اچھی باتیں پڑھیں اور ان سے اچھا نتیجہ نکال سکیں"۔(۲۲)

سیرت النبی ﷺ (پیارے نبی ﷺ کے پیارے حالات):

فیروز الدین ڈسکوی نے یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں تحریر کی ہے۔ یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

الطاف فاطمہ لکھتی ہیں کہ:

اس کتاب میں تذکرہ نگاری، سیرت اور تاریخ سے مدد لی گئی ہے۔ اختصار واجمال کو حد درجے ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ تمام تاریخی واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔(۲۳)

ہمارے نبی ﷺ:

۱۹۱۰ء میں جسٹس طیب جی کی فرمائش پر سید نواب علی نے بچوں کے لیے سیرت رسول ﷺ مقبول پر "ہمارے نبی ﷺ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو سلطان جہاں بیگم والی ریاست بھوپال نے سرکاری طور پر طبع کروائی۔ جامعہ ملیہ کی جب دہلی میں بنیاد ڈالی گئی تو اس کتاب کو محمد علی جوہر نے شائع کروا کر نصاب میں شامل کیا۔ اردو ادب کی یہ کتاب ترمیم واضافہ کے بعد کراچی کے مدارس میں شامل نصاب کی گئی ہے۔

نشر الطیب:

نشر الطیب فی ذکر حبیب از مولانا اشرف علی تھانوی، کی تحریر کردہ یہ کتاب 1912ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، اکتالیس فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس

کتاب کی زبان بڑی سادہ اور سلیس ہے۔ اس میں ہلکے پھلکے، عام فہم الفاظ استعمال کیے گئے ہیں تاکہ عامی خاصی، بوڑھا اور بچہ اس کو پڑھ کر نبی ﷺ کی سیرت کے چیدہ چیدہ واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔(۲۴)

آمنہ کالال:

علامہ راشد الخیری نے ۱۹۳۶ء نے یہ کتاب لکھی ہے۔ یہ مولود نامہ ہے۔ اس میں نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ کو منظوم انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہ ۱۹۲۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ:

مسلمان بچیوں کے واسطے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو رطب و یابس سے پاک ہو اور نہ صرف ان کو مطمئن کر سکے بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں غیر مسلموں کے سامنے بھی اپنے رسول ﷺ کی سیرت کو پیش کر سکیں۔(۲۵)

پاکستان میں بچوں کے لیے سیرت نگاری۔(۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۰ء)

قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں ہی بچوں کے لیے کتب سیرت لکھنے کا آغاز ہو چکا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے معیار میں بہتری آتی گئی۔ ہر عہد کی طرح اس عہد کی کتب سیرت بھی اپنے وقت کے اصلاحی رجحانات کی آئینہ دار ہیں۔ اس دور میں مختلف مصنفین نے بچوں کے لیے بے شمار کتابیں لکھیں جس میں ضخیم، متوسط اور مختصر حُجم کی کتب شامل ہیں۔ روایتی طرز کی کتب، مکالماتی انداز، سوالاً جواباً، معلوماتی نوعیت، جزوی طور پر سیرت نگاری (مثلاً غزوات، اخلاق حسنہ، معراج نبوی ﷺ، مکتوبات نبوی ﷺ، شمائل نبوی ﷺ اور ہجرت مدینہ وغیرہ) پر الگ الگ کتابیں لکھی گئیں۔ الغرض نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ کے کسی بھی پہلو و گوشہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور تمام پہلوؤں اور گوشہ ہائے مبارک کو قلم بند کیا گیا ہے۔ بچوں کے لیے لکھی گئی کتب سیرت کی ریل پیل نظر آتی ہے اور سب سے قابل اطمینان امر یہ ہے کہ اب کتابوں کی تالیف میں نامور مصنفین نے حصہ لیا ہے۔

بچوں کے لیے سیرت نگاری میں خواتین قلم کاروں نے بھرپور حصہ لیاہے۔ مثلاً پروفیسر رفعت اقبال کتاب: بنت الاسلام: ہمارے نبی ۱۹۷۶ء، امت اللہ نسیم، بشریٰ امام الدین، پیارے بچوں کے لیے پیارے نبی ﷺ کی سیرت طیبہ، ہمارے حضور ﷺ از اہلیہ ڈاکٹر سہراب انور ۱۹۷۲ء، اختر النساء، ہمارے حضور ۱۹۸۰ء، اختر النساء، خلق عظیم ۱۹۸۲ء، اختر ہادی اعظم ۱۹۸۵ء، ڈاکٹر ام کلثوم، ھوسیدنا ۱۹۹۵ء، ام فاروق، رسول اکرم ﷺ، س۔ن، بشریٰ امام الدین، سیرت طیبہ ﷺ سوالاً جواباً، ۲۰۰۰ء جیسی کتب بچوں کے لیے لکھی ہیں۔ ان کتب سیرت کے ذریعے بچوں کے ذوق مطالعہ کو نکھارنے، ذہنی افق کو وسیع کرنے، ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے، علمی استعداد میں اضافہ کرنے، ان میں مذہبی راسخ العقید گی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیاہے۔

کثیر تعداد میں بچوں کے لیے کتب سیرت تحریر کی گئی ہیں۔ ضخیم کتب سیرت کا جائزہ یہ ۳۰۰ صفحات سے لے کر ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔

عطاء اللہ خان کی ''سیرت فخر دوعالم''، ۱۹۹۵ء ادارہ شیخ علمی علی اینڈ سنز، ''سرور کائنات''، ۱۹۶۰ء، طالب ہاشمی ''اخلاقی پیغمبری'' ۱۹۶۵ء، سلیم محمد عبدالحی، ''حیات طیبہ'' ۱۹۶۸ء، سعید اختر، ''سید المرسلین ﷺ'' ۱۹۷۱ء، ادارہ انجمن حمایت اسلام، ''ہادی برحق''، ۱۹۷۳ء، عنایت اللہ سبحانی ۱۹۷۹ء، ''جلوہ فاران''، احمد مصطفیٰ صدیقی، ''ہمارے پیغمبر'' ۱۹۸۰ء، احسان بی اے۔ ''ننھے حضور''، ۱۹۸۰ء۔ صوفی غلام محمد ''سیرت رسول اعظم ﷺ'' ۱۹۸۱ء، ڈاکٹر عبدالرشید، ''الہادی ﷺ''، ۱۹۸۳ء، عابد نظامی، ''ہمارے حضور'' ۱۹۸۴ء، مسلم یزدانی ''نبی کریم ﷺ'' ۱۹۸۵ء، زاہد حسین انجم ''غزوات النبی ﷺ'' ۱۹۸۷ء، حکیم مسطور عبدہ، ''اسوہ رسول ﷺ شفقت، محبت اور کمسن بچے''، ۱۹۸۷ء، محمد الیاس عادل، ''پیارے نبی ﷺ کی پیاری تعلیم، (تین حصے)'' ۱۹۹۲ء، منصور احمد بٹ، ''پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی'' ۱۹۹۶ء، محمد عنایت اللہ سبحانی، ''محمد عربی ﷺ'' ۲۰۰۳ء، ڈاکٹر شوقی ابو خلیل اٹلس سیرت ۲۰۰۴ء۔

متوسط سائز کی کتب سیرت جن کے صفحات کی تعداد سو سے زائد ہے:

عبدالواحد سندھی، ”رسول پاک ﷺ کون تھے؟“ ۱۹۴۹ء، ادارہ فیروز سنز، حیات النبی ﷺ“ ۱۹۴۹ء، مبشر محمد شارق، نذر محمد سیال صوفی، ”خلق عظیم“، ۱۹۵۱ء، ”سیرت پاک محمد ﷺ“ ۱۹۵۵ء، علی اکبر چوہدری ۱۹۶۶ء، امداد صابری، ”رسول خدا کا دشمنوں سے سلوک“، ۱۹۶۹ء، خالد بٹلوی، ”انوار نبوی ﷺ“ ۱۹۷۱ء، امتیاز احمد ۱۹۷۵ء، ”مشعل نبوت“، اشتیاق احمد خان، ”رسول ﷺ کی باتیں“ ۱۹۰۸ء، زاہد حنیف انجم، ”گلدستہ معلومات نبوی ﷺ“ ۱۹۸۶ء، خواجہ عابد نظامی، ”اچھی باتیں“ ۱۹۸۹ء، شمس الدین پیرزادہ ۱۹۹۴ء، ابوالفرقان، ”سیرت کوثر“ ۲۰۰۰ء، ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر، ”اجالا“ ۲۰۰۰ء، ظہور الدین بٹ ”رسول ﷺ کے مقدس آنسو“ ۲۰۰۷ء، ایم رمضان گوہر، ”سیرت النبی ﷺ بچوں کے لیے“ ۲۰۰۸ء، جیسی چند کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے اس ضمن میں ایک سو چودہ کتب کا کھوج لگایا گیا ہے۔

مختصر کتب سیرت کی تعداد ۱۴۹ ہے۔ یہ وہ کتب سیرت ہیں جن کے صفحات کی تعداد سو سے کم ہے۔

محمد سلیمان فاروق، ”پیارے نبی ﷺ کے پیارے اخلاق“ ۱۹۴۹ء، ساحل بلگرامی، ”سرور کائنات“ ۱۹۵۱ء، ظہیر احمد اظہر، ”سیرت رسول ﷺ“ ۱۹۵۳ء، ادارہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۵۳ء، شیخ عنایت اللہ ”سیرت النبی ﷺ“ ۱۹۵۴ء، رفعت اقبال، ”رسول پاک ﷺ“ ۱۹۵۴ء، سید نظر زیدی، ”نبیوں کے سردار“ ۱۹۵۶ء، غلام ربانی عزیز، ”سید الانبیاء“، ۱۹۶۰ء، بشیر احمد چوہدری، ”دوجہاں کا والی ﷺ“ ۱۹۷۱ء، ساغر صدیقی، ”سبز گنبد“ ۱۹۷۲ء، سید حبیب امجد، ”جنت کا دولہا“ ۱۹۷۵ء، محمد اسماعیل سید، ”حیات طیبہ“، ”پرچار کہانیاں انوکھے انداز میں“، ۱۹۸۰ء، ابوخالد ایم اے، ”ہادی اعظم ﷺ“، ۱۹۸۸ء، حکیم محمد سعید، ”نور کے پھول“، ۱۹۸۸ء، حکیم محمد سعید، ”نقوش سیرت (پانچ حصے

ہیں)"۱۹۸۹ء، صادق حسین قریشی، "فتح خیبر"، ۱۹۹۰ء، احمد خلیل خان، "سیرت پاک مختصر مختصر" ۱۹۹۲ء، شمس الضحیٰ، "روشن راستہ"، ۱۹۹۷ء، قاضی مطیع الرحمٰن، "پیارے نبی ﷺ" ۲۰۰۰ء، آئی ۹ زیگل آیٹکن ادارہ فیروز سنز مترجم اشفاق احمد بولتی کنکریاں، "حیات مبارکہ ﷺ سے انتخاب"، ۲۰۰۲ء(۱۵ حصوں پر مشتمل ہیں، مختلف ناموں کے ساتھ جدید انداز میں تحریر شدہ کتب ہیں) اشفاق احمد خان، "باغ نبوت کے پھول" ۲۰۰۲ء، عنایت علی خان، "پیاری کہانیاں (سیرت النبی ﷺ)" ۲۰۰۵ء، ابوالامتیاز مسلم، "پیاری ہدایت"، ۲۰۰۸ء کلیم چغتائی "راہ ہدایت" ۲۰۰۹ء۔

موضوعاتی انداز میں تحریر کردہ کتب سیرت:

بچوں کے لیے تحریر کردہ کتب سیرت کا اگر موضوعاتی انداز سے جائزہ لیا جائے تو ان کی تقسیم کچھ اس انداز میں کی جاسکتی ہے: مکمل سیرت پر تحریر کردہ کتب سیرت ان کتب کے اندر پیارے نبی ﷺ کی مکمل حیات مبارکہ پیدائش سے وصال تک کے تمام حالات و واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس انداز میں تحریر کردہ چھپن کتب کا پتہ لگایا گیا ہے۔ جزوی کتب کے طور پر بھی کتب سیرت تحریر کی گئی ہیں۔ ان کتب کے اندر نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کا تفصیلاً جائزہ لیا گیا ہے۔ ان کتب کی تعداد چھیالیس ہے۔ کچھ کتب سیرت نبی ﷺ کے اخلاق پر تحریر کی گئی ہیں۔ ان کتب کے اندر نبی ﷺ کے اخلاق کریمہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان کتب کی تعداد سینتیس (۳۷) ہے۔

چھوٹے بچوں کے لیے سیرت النبی ﷺ پر کتب کے علاوہ علیحدہ سے کتب احادیث بھی لکھی گئی ہیں۔ ان کتب کے اندر بچوں کی عمر اور ذہنی استعداد کے پیشِ نظر مختصر اور آسان احادیث کو بچوں کے لیے یکجا کیا گیا ہے اور باقاعدہ حوالہ جات بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ ان کتب احادیث کی تعداد تقریباً ۹ ہے۔ بچوں کے لیے معلوماتی اور تاریخی اسلوب پر بے شمار کتب سیرت تحریر کی گئی ہیں۔

سیرت نگاری میں جدید رجحانات کا جائزہ:

بچوں کے لیے نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ کو کہانی، ناول، افسانہ اور مکالماتی انداز میں بھی قلم بند کیا گیا ہے تاکہ بچے مزید دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کریں۔ مثلاً فتح خیبر از صادق حسین قریشی، ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ سیرت النبی ﷺ کی یہ کتاب مکالماتی انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کے ۵۰۵ صفحات ہیں۔ اجالوں کی منزل واقعہ شق القمر از نعیم احمد بلوچ (س۔ن) سیرت کی یہ کتاب کہانی کے انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ از توفیق الحکم ۱۹۶۱ء میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں عطیہ افتخار لکھتی ہیں کہ:

"توفیق الحکم کی کتاب محمد ﷺ اس اعتبار سے فنِ سیرت نگاری میں لائق ذکر کارنامہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کی شخصیت کے شکوہ وجلال کو نمایاں کرنے کے لیے تمثیلی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں کل ۹۳ مناظر ہیں"(۲۶)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ:

"میرے نزدیک اس کتاب کا مطالعہ نوجوانوں کے لیے مفید ہوگا اور مکالمے کے انداز کو زیادہ دلچسپ پائیں گے"(۲۷)

ادارہ فیروز سنز لاہور نے ۲۰۰۶ء میں ترکی مصنف آیز یگل آئیٹکن کی سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر تحریر کردہ کتب کا ترجمہ از اشفاق احمد خان شائع کیا ہے۔ اس کو نو حصوں میں شائع کیا گیا ہے۔ یہ کتب مکالماتی انداز میں ہیں اور پسِ منظر میں مکہ و مدینہ منورہ کے گلی محلوں، پہاڑوں، ریگستانوں کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ بے حد دلچسپ انداز کی کتب ہیں۔ بچے دیکھتے ہی خریدنے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں اور انہیں دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ یہ کتب صفحہ اول سے لے کر آخر تک خوبصورت اور خوشنما رنگوں و تصاویر سے سجی ہوئی ہیں۔ بچوں کی ذہنی استعداد ونفسیات کو پیشِ نظر رکھ کر تیار کی گئی ہیں۔ جدید رجحانات کے اندر ایسی کتب کا بھی شمار ہوگا جو کہ آسان زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔ انداز صرف معلوماتی ہی نہ ہو بلکہ آسان فہم و دلچسپ بھی ہو۔

ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر ۲۰۰۷ء میں سیرت النبی ﷺ پر "اُجالا" نامی کتاب لکھ کر وزارتِ مذہبی اُمور سے اول انعام حاصل کر چکے ہیں۔ یہ کتاب ناول کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ اجالا سیرت النبی ﷺ پر تحریر کی گئی ہے اور تمام تر حالات و واقعات کی جزئیات پر مشتمل کتاب نہیں ہے۔ بلکہ بچوں کے دل و دماغ میں سیرت طیبہ کے نقوش جاگزیں کرنے کے لیے اس میں خاص اور اہم واقعات کو کہانی کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔(۲۸)

غزوات النبی ﷺ ہجرت نبوی ﷺ پر الگ الگ کتب سیرت تحریر کی گئی ہیں۔ سوالاً جواباً کتب سیرت بھی لائبریریوں میں پائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ معمولات النبوی ﷺ اور شمائل مبارکہ ﷺ پر بھی کتب کا سراغ ملا ہے۔

دورِ جدید میں بچوں کے لیے سیرت نگاری کے اسلوب:

جدید دور میں بچوں کے لیے سیرت نگاری کا عمل بہتر بنانے کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ سیرت نگاری کے عمل میں تنوع بڑھتا جارہا ہے۔ماضی کی نسبت زیادہ بہتر بنانے کی طرف توجہ دی جارہی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی سیرت نگاری کا عمل فروغ پذیر ہورہا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے بارے میں معلومات کو ایک زبان سے دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا رجحان پہلے سے زیادہ تیز تر ہے۔ اسلامی دینی ادب کی اہم کتب میں سے سیرت النبی ﷺ پر مشتمل مواد کو الگ سے موضوعات اور اصناف میں مرتب کیا جارہا ہے۔ سیرت نگار مستند ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کو ترجیح دے رہے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے نتائج اخذ کرنے اور مسائل کے حل ڈھونڈنے کی طرف توجہ دی جارہی ہے۔ بحیثیت مجموعی بچوں کے ادب کے ضمن میں تخلیقی کاموں میں تیز رفتاری پیدا ہوچکی ہے اور اس دور کا ادب خود اعتمادی، عزم، جوش، ولولے اور یقین محکم کا مظہر ہے۔(۲۹)

تجاویز وشفارشات:

۱۔ بچوں کے لیے دورِ جدید کے مصنف سیرت النبی ﷺ کو آسان پیرائے میں تحریر کریں۔

۲۔ بچوں کے لیے تحریر کردہ کتب سیرت کے آخر میں مصادر و مراجع ضرور دیے جائیں تاکہ مستند علم ان تک پہنچے۔

۳۔ کہانی کے انداز میں بچے سیرت النبی ﷺ کو زیادہ دلچسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں، لہٰذا اس رجحان کو فروغ دیا جائے۔

۴۔ اشاعتی ادارے بچوں کے لیے لکھی گئی کتب سیرت کو کم قیمت پر شائع کریں تاکہ والدین کی جیب خریدنے کی اجازت دے۔

۵۔ اکثر اشاعتی ادارے پرانی تحریر کردہ کتب سیرت کو پرانے سرورق، پرانی کتابت کے ساتھ فروخت کررہے ہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ بچوں کی دلچسپی کے لیے ان کتب کو جدید انداز میں شائع کریں، بہترین چھپائی ہو، بہترین صفحات ہوں، کوشش کی جائے کہ کمپیوٹر کمپوزنگ کی جائے۔ ساتھ رنگین تصاویر (مناظر وغیرہ) بھی ہوں۔

۶۔ کتب سیرت کو کتاب کے ساتھ ساتھ سافٹ ویئر کی صورت میں CD اور DVD کے ذریعے بچوں تک پہنچایا جائے۔ اگر وہ کتب بینی کے عادی نہیں تو ایسی صورت میں کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعے استفادہ کرسکتے ہیں۔

۷۔ بچوں کے لیے تحریر کردہ سیرتی ادب کے اندر تصاویر کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس کو ضرورت سے زائد فروغ نہ دیا جائے۔ جہاں ضروری ہو وہاں قدرتی مناظر وغیرہ سے کام لیا جائے۔

۸۔ اگرچہ مختلف ادارے، مثلاً دارالسلام انٹرنیشنل، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد، ہمدرد سنٹر کراچی، فیروز سنز لاہور، ادارہ منشورات لاہور اور ادارہ اسلامیات لاہور، بچوں کے ادب اور سیرتی ادب پر مسلسل کام کررہے ہیں اور مثبت انداز میں کام کو آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے رجحانات کو معلوم کریں اور ان کے مزاج اور بچوں کی عمر کے مختلف درجات

کے مطابق ادب کو شائع کریں۔ اس کام کے لیے بچوں ، اساتذہ، والدین اور مصنفین سے سروے کرواکر پھر ان کے نتائج کی روشنی میں آئندہ لائحہ عمل طے کریں تاکہ ان کی کوششیں بارآور ثابت ہوں۔

۹۔ بچیوں کے لیے خصوصی طور پر الگ سے کتب لکھی جائیں۔ ان کتب کے اندر ازواجِ مطہرات، بنات رسول ﷺ اور صحابیاتؓ کے متعلق بتایا جائے تاکہ موجودہ دور میں ازواجِ مطہرات، بناتِ رسول ﷺ اور صحابیات کرامؓ ان کے لیے آئیڈیل قرار پائیں اور نسلِ نو کی بچیاں اپنی زندگیوں کو اسوہ مبارکہ کے مطابق ڈھال سکیں۔

۱۰۔ تمام سکولوں کی لائبریریوں میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل کتب رکھی جائیں تاکہ بچوں کے اندر انہیں پڑھنے کا ذوق پیدا ہو۔

۱۱۔ انٹرنیٹ پر سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ایسی ویب سائٹس بنائی جائیں جن پر بچے آسان زبان اور مستند ذرائع پر مشتمل مواد حاصل کریں اور پیارے نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ذوق و شوق کے ساتھ مطالعہ کریں اور ایسا اہتمام بھی ہو کہ بچے انہی معلومات کو سوالات کی صورت میں دریافت کریں اور تسلی بخش جوابات اور جدید ترین معلومات حاصل کریں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ الاحزاب، ۳۳: ۲۱

۲۔ الانبیاء، ۲۱: ۱۰۷

۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجنائز، باب ما صل فی اولاد المشرکین، ص ۲۲۲، رقم الحدیث، ۱۳۸۵

۴۔ السنن لابن ماجۃ، کتاب الادب، باب بر الوالد والاحسان، الی النبات، رقم الحدیث ۳۸۷۱

۵۔ جمعہ، احمد خلیل، اولاد کی تربیت، ص ۱۱۸

۶۔ احیائے العلوم، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، س ن، ص ۲۹

۷۔ خوشحال زیدی، ڈاکٹر، اردو میں بچوں کا ادب، کتب خانہ انجمن، اردو بازار جامعہ مسجد دہلی، ۱۹۸۹، ص ۱۵۶

۸۔ محمدی، صدیقی، بالک باغ، معیار ادب بک ڈپو بھوپال، ۱۹۷۲، ص ۲۴

۹۔ محمود الرحمٰن، ڈاکٹر، آزادی کے بعد بچوں کا ادب، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۷۶، ص ۹

۱۰۔ فضل الرحمٰن، سید، فرہنگ سیرت (اردو میں سیرت نبوی ﷺ)، زوار اکیڈمی، پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۵

۱۱۔ صالحہ عابد حسین، حالی، ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۶۵

۱۲۔ اردو میں بچوں کا ادب، ص ۵۰۲

۱۳۔ کسریٰ منہاس، بچوں کا ادب اور اسماعیل میرٹھی، سالنامہ نیرنگ خیال، راولپنڈی، مدیر اعلیٰ، حکیم یوسف حسن، ۱۹۷۶ء، ص ۱۷۴

۱۴۔ دسنوی، عبد القوی، بچوں کے اقبال، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۷۶، ص ۲۶

۱۵۔ آزاد، جگن ناتھ، اقبال کی کہانی، ترقی اردو بورڈ، دہلی، ۱۹۷۶، ص ۱۰

۱۶۔ اسد اریب، ڈاکٹر، بچوں کا ادب (تاریخ وتنقید)، ملتان کارواں ادب، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۵

۱۷۔ انور محمود، خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، اقبال اکادمی، لاہور (مقالہ پی ایچ ڈی)، ۱۹۸۹، ص ۶۸۹

۱۸۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص ۶۷۰

۱۹۔ اسد اریب، ڈاکٹر، بچوں کا ادب (تاریخ وتنقید)، ملتان کارواں ادب، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۵

۲۰۔ منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، مہر نبوت، سبحانی اکیڈمی، ۱۸۹۹ء

۲۱۔ محمد میاں، تاریخ اسلام، دارالاشاعت، ۱۹۰۳ء

۲۲۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، اسلامی تاریخ، مطبع اہل حدیث امرتسر پنجاب، ۱۹۰۴ء، ص ۲

۲۳۔ الطاف فاطمہ، اردو میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۱۷۱

۲۴۔ تھانوی، اشرف علی، نشر الطیب فی ذکر حبیب، تاج کمپنی لمیٹیڈ، لاہور، ۱۹۱۲ء، ص ۳

۲۵۔ علامہ راشد الخیری، آمنہ کا لال ﷺ، عظمت بک ڈپو، دہلی، ۱۹۲۰ء، ص ۱

۲۶۔ توفیق الحکم، محمد رسول اللہ، مکتبہ جدید لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۴

۲۷۔ محمد رسول اللہ، ص ۴

۲۸۔ محمد افتخار کھوکھر، اجالا، ادارہ مطبوعات طلبہ ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲

۲۹۔ نشاط احمد عمری، اردو میں سیرت طیبہ پر علمائے ہند کی تصانیف، مکتبہ شاداب، ریڈ ہلز حیدرآباد، ۲۰۰۴ء، ص ۳۹

بلوچستان میں پاکستانی زبانوں،

براہوئی، بلوچی اور پشتو میں تذکرۂ سیرت

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر
(اوبلاک III سٹیلائٹ ٹاؤن، کوئٹہ)

I- براہوئی

(ا)۔ نثر میں سیرت نگاری:

خصائل وشمائل نبوی ﷺ (براہوئی) مولف: علامہ محمد عمر دین پوری (جن کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ ہے۔ جس کی شستگی کی تعریف کی گئی ہے) یہ کتاب نادر ونایاب ہے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ دستیاب نہیں ہو سکا، البتہ فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر ۱۹۴۸ء میں اس کا نام درج ہے اور قیمت تین روپے تحریر ہے۔

''سیرت النبی ﷺ'' (گچین براہوئی) مولف: غلام نبی راہی، اسے حکومت پاکستان کے پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کوئٹہ نے ۱۹۷۸ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپوایا۔ کل صفحات ۱۲۷، ابتدائیہ از عبدالقادر شاہوانی غلام نبی راہی نے (جو براہوئی کے نامور اہل قلم میں سے تھے) ''سیرت النبی ﷺ'' از مولانا شبلی، علامہ سید سلیمان ندوی سے بعض عنوانات کے مواد کا براہوئی

میں ترجمہ کیا ہے۔ جن کا ہماری روزمرہ کی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے زندگی میں ہر موڑ پر مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔

غلام نبی راہی کے ترجمے کا انداز دلکش، متاثر کن اور شستہ ہے۔ وہ خواہاں ہے کہ قاری نہ صرف حضور پاک سرور کائنات ﷺ کے افکار عالیہ سے آگاہ ہو بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی سعادتوں اور نعمتوں سے مالامال ہو جائے۔

ترجمہ ہونے کے باوجود غلام نبی راہی کی یہ کتاب براہوئی نثری سیرت نگاری میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

"تاریخ اسلام" حصہ دوم (براہوئی) مولف خلیفہ گل محمد نوشکی، ۵ شعبان ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء کو بولان مسلم پریس کوئٹہ میں چھپ کر نوشکی سے شائع ہوئی۔ اس حصہ میں بعثت نبوی ﷺ سے ہجرت نبوی ﷺ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں حوالہ جات نہیں دیئے گئے۔ کتاب کا انداز بیان نہایت موثر اور دلکش ہے۔ مطالعے کے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم خود اس مبارک دور میں ہیں۔

"سیرت النبی ﷺ" (انعام یافتہ) مولف: پروفیسر عبدالروف، احمد برادرس پرنٹرز کراچی نے چھاپی۔ براہوئی اکیڈیمی کوئٹہ نے جنوری ۱۹۸۱ء میں شائع کی۔ کل صفحات ۷۲، لکھائی چھپائی معیاری، گردپوش دیدہ زیب، پیش لفظ از غلام حیدر حسرت۔

چوالیس عنوانات (جیسے اٹھنے بیٹھنے کے آداب، سونے جاگنے کے آداب، غلاموں کے ساتھ محبت کا سلوک، بچوں سے شفقت، خدا کی نافرمانی کا عذاب، شکر و توکل، ایمانداری، دلاوری، پرہیز گاری، رحم، اخلاق حسنہ، بندگی، نماز، زکوٰۃ اور انصاف وغیرہ) کے تحت قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ ان عنوانات میں ہادیٔ اسلام ﷺ کی تعلیمات اور حیات طیبہ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، اور قاری کو عملی طور پر اپنانے کی جانب اکساتی ہیں۔ اندازِ نگارش دلچسپ، اثر پذیر اور سیدھا سادا ہے۔ یہ کتاب قابل توصیف اضافے کا درجہ رکھتی ہے۔

''ہندغی ناخیر خواہ'' (سیرت طیبہ) مولفہ: غلام حیدر حسرت، براہوئی اکیڈیمی کوئٹہ نے کراچی سے چھپوائی، صفحات ۱۲۷، کتابت واشاعت دیدہ زیب۔

مؤلف نے چوبیس مختلف موضوعات کے تحت مختصر اور عام فہم انداز میں براہوئی میں سیرت پاک ﷺ کو بیان کیا ہے اور زندگی کے مختلف ادوار واحوال میں اس کا خاکہ کھینچا ہے۔ عبارت میں روانی ہے اور مندرجات ہر موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں۔ براہوئی کا نثری سرمایہ شعری سرمائے کی نسبت قلیل اور کم عمر ہے۔ لہٰذا براہوئی میں ایسی تالیف قابل صد آفرین ہے۔

''سیرت مصطفیٰ ﷺ'' (انعام یافتہ)، مولف: عبدالرزاق صابر، نہایت عمدہ ٹائٹل اور کاغذ پر رائل پریس کوئٹہ میں چھپی اور براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان کوئٹہ نے شائع کی۔ اگست ۱۹۸۵ء صفحات ۲۰۶، دیباچہ از پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، یہ کتاب سیرت پاک ﷺ پر جو کہ ایک بہت وسیع اور ہمہ گیری موضوع ہے وار اس میں سے مشتے نمونہ از خروار کے مصداق، ایک کامیاب کاوش ہے۔ اس میں براہوئی زبان میں ہادیٔ برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مختلف حیثیات جیسے بحیثیت مبلغ، سماجی مصلح، سپہ سالار، تاجر، حکمران اور خاتم النبیین ﷺ، (کل ۴۸ عنوانات) پر روشنی ڈالی ہے۔ انداز بیان متاثر کن ہے۔ عبدالرزاق صابر کی دلی خواہش ہے کہ موجودہ صدی کے مسلمان ''اسوۂ حسنہ'' کو دل و جان سے اپنالیں کہ اس میں ان کی اور دکھی انسانیت کی فلاح پوشیدہ ہے۔

''سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ'' مؤلف: جوہر براہوئی، اسے براہوئی ادبی بورڈ پاکستان نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا، صفحات ۱۲۴۔

موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم اور وقیع ہے۔ اندازِ بیان دلچسپ اور دل کو موہ لینے والا ہے۔

ماہنامہ ''احوال'' براہوئی خضدار سے ستمبر ۱۹۷۵ء میں چھپنے لگا۔ اس کے مدیر عبدالقادر اثیر شاہوانی تھے۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے منظر عام پر آتا رہا۔ احوال، اور اُولس بلوچی

کوئٹہ میں مطبوعہ براہوئی میں سیرت طیبہ سے متعلق مضامین کی تعداد بیس اور اسی کے قریب نعتیہ کلام موجود ہے۔

(۲)۔ نعتیہ شاعری:

"تحفۃ العجائب" مصنف: ملاملک دادابن آدین غرشین (میر نصیر خان نوری کے عہد حکومت ۱۱۲۴ھ تا۱۲۰۹ھ / ۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۴ء کے عربی، فارسی، پشتو، بلوچی اور براہوئی کے جید عالم اور شاعر) سال تصنیف ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء۔

حمدیہ اشعار کا آغاز یوں ہوتا ہے، جو دل سے نکلنے کے باعث بہت متاثر کن ہیں۔

ترجمہ: ساری حمد و ثنا خدا کے لیے ہے کہ وہی شاہ و گدا کا روزی رساں

وہ عجیب رحمان ورحیم پالنہار ہے کہ بنجر، بارانی زمینوں کو سرسبز کر دیتا ہے

نعتیہ اشعار اثر و خلوص میں ڈوبے ہوئے ہیں جیسے ترجمہ:

پھر ربِ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کو ظاہر کیا،

رب تعالیٰ نے محمد ﷺ کو برکت والا نبی مبعوث فرمایا،

آپ دنیا و کائنات میں حق اور مبین بنا کر بھیجے گئے،

اثرات:

۱۔ یہ کتاب اور اس کا مصنف دونوں براہوئی تحریری ادب میں انمٹ نقوش کے حامل ہیں۔ ملاملک داد نے پہلی بار براہوئی زبان کو علم وادب اور شریعت اسلام کے اظہار کا ذریعہ بنا کر اس کی امکانی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا۔

۲۔ ملا ملک داد نے معاشرے میں پھیلے ہوئے غیر اسلامی اثرات کو دور کرنے کے لیے براہوئی زبان کے واسطہ سے نور اسلام پھیلانے کی تگ و دو کی۔ نتیجتاً کتاب کی تصنیف کے سترہ سال کے اندر ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء میں میر نصیر خان نوری نے براہویوں کی جہالت اور غیر رسمی

اندازِ زندگی کو بدلنے کے لیے جھالاوان میں ایک وفد بھیجا، جس نے وہاں ایسے قوانین نافذ کیے جو شریعتِ اسلامیہ اور وقارِ انسانیہ کے لیے مفید تھے۔

۳۔ ملک داد کا اثر ہمہ گیر تھا۔ چودھویں صدی ہجری کے آغاز (انیسویں صدی کے ربع آخر) میں درخاں (ڈھاڈر) سے تحریک نشاۃ الاسلامیہ شیخ البلوچستان جناب مولانا محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کے زیر قیادت ابھری یہ نہ صرف لسانی بلکہ موضوعاتی اور ذہنی اعتبار سے بھی ملا ملک داد کی روایت کو لیے ہوئے تھی۔ یہ روایت اب بھی براہوئی علم وادب اور ذہن و قلب میں رچی بسی ہے۔

۴۔ قیاس چاہتا ہے کہ براہوئی زبان کا موجودہ فارسی رسم الخط بھی ملا ملک داد کا ہی اپنایا ہوا ہے۔

عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار مولانا محمد فاضل (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء۔ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء) کے نامور شاگردوں میں اُن کے نواسے مولانا محمد عبداللہ درخانی (۱۲۹۸ھ / ۱۸۷۸ء۔ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء) کے علاوہ مولانا نبوجان (وفات ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) مولانا عبدالمجید چوتوئی اور مولانا عبدالحیٔ تھے۔ ان سب نے نعتیہ شعر کہے ہیں۔

"شمائل شریف" (منظوم) مؤلف: محمد عبداللہ درخانی، سن تالیف ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء اور سن طباعت ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء ہے۔ اس میں حضور پاک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وخصائل کا بیان ہے۔ مؤلف نے مستند کتب جیسے شمائل ترمذی، معارج النبوۃ، نزہۃ المجالس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

"معجزات شریفہ" (منظوم)، مؤلف: محمد عبداللہ درخانی، کراچی، ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء صفحات ۸۰، آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ پھر نعت شریف اور درود شریف پڑھنے کے فوائد درج ہیں۔ اس کے بعد ستر معجزات کا بیان ہے۔

"تحفۃ الغرائب" ناصح البلوچ، "نصیحت نامہ" (منظوم) مصنف: مولانا نبوجان تینوں میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔

"مفرح القلوب" مصنف: مولانا عبدالمجید چوتوئی (فرزندارجمند مولانا نبوجان) ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء، صفحات ۵۶، کہیں کہیں مناجات اور مولود شریف درج ہیں۔

"گلشن راغبین" مصنف: مولانا عبدالمجید چوتوئی، کوئٹہ، سن ندارد، صفحات ۶۴، اس میں مناجات، نعتیہ اشعار اور مولود شریف موجود ہیں۔

"درالمجیدی" مصنف: مولانا عبدالمجید چوتوئی، کوئٹہ، ۱۹۵۸ء (بار ششم) صفحات ۱۳۶، اس میں حمدیہ اور نعتیہ اشعار کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے نور کی پیدائش کا بھی اچھا خاصا ذکر (۴۵ر اشعار) موجود ہیں۔

"جوشِ حبیب" مصنف: مولانا عبدالمجید چوتوئی، کوئٹہ، ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء صفحات ۱۲۰، اس کے اشعار آنحضرت ﷺ کے فراق میں دل کی پہنائیوں سے نکلے ہیں۔ رواں اور شریں ہونے کے ساتھ ساتھ درد واثر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

"گُل خطبہ" بزبان براہوئی، ترجمہ آیات کلام ربانی واحادیث سرور دوجہاں المسمیٰ بہ شمع القلوب، لاحراق الذنوب، مؤلف مولانا عبدالمجید چوتوئی، (قلمی) (براہوئی نظم ونثر پر مشتمل) صفحات ۱۸۹، قریباً ۶۰ سال پرانا۔ اس میں نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔

"سودائے خام" مصنف: علامہ محمد عمر دین پوری (المتوفی ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء براہوئی کے سب سے بڑے مصنف، اڑتالیس کتب، نظم ونثر پر یکساں عبور، بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، مولف، فنکار، عملی سیاسی کارکن، تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ مولانا محمد فاضل کے چچازاد بھائی اور شاگرد و مولانا عبدالحئی کے شاگردِ خاص۔

۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء دوسرا ایڈیشن ۱۳۵۵ھ / ۱۹۴۶ء صفحات ۱۳۶:

"مشتاق مدینہ" نسخہ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء اس کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول علامہ محمد عمر دین پوری کا ہے جو مولود شریف اور نعت وغیرہ پر مبنی ہے۔ حصہ دوم میں مولانا عبدالکریم مینگل کی نعت اور مولود وغیرہ ہے۔ آپ کو اللہ نے بہت ہی پیاری آواز عطا کی تھی۔ آپ اپنا کلام ترنم سے

پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے کلام میں نزاکت فکر وندرت خیال ہے۔ آپ میں حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی سی مستی ہے۔

"وبیض الطیب فی ذکر الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم" (مصنف: علامہ محمد عمر دین پوری) نسخہ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء، صفحات ۱۹۳، اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ عہد تا وصال منظوم درج ہیں۔

"فی الفراق" مصنف علامہ محمد عمر دین پوری، ۱۹۶۸ء، صفحات ۴۰، اس میں حمدیہ اور نعتیہ کلام ہے۔

"تعلیم الاسلام" مصنف علامہ محمد عمر دین پوری، سن تکمیل، ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء صفحات ۸۰، حمد اور نعت کے بعد اسلامی تعلیمات سوال وجواب کی صورت میں پیش کی ہیں۔

"نصیحت نامہ" مصنف علامہ محمد عمر دین پوری، سن اشاعت ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء صفحات ۲۲، نصائح کے علاوہ اس میں نعت اور منقبت خلفائے راشدین موجود ہے۔

"تسویع النساء" مصنفہ مولفہ: مائی تاج بابو (علامہ محمد عمر دین پوری کی صاحبزادی، براہوئی زبان کی اولین ادیبہ، شاعرہ اور مرثیہ نگار) پہلی جلد ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء دوسری جلد ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء صفحات ۶۴، ۶۴۔

محترمہ حمد ونعت اور منقبت سے خصوصی لگاؤ رکھتی ہیں۔

"تاج محمد تاجل" (المتوفی ۱۹۴۴ء) مرتبہ: عبدالرحمٰن براہوئی، اسلام آباد ۱۹۷۹ء آپ کا کلام بلوچستان بھر میں مقبول ہے۔ "والئ دوجہاں کا تذکرہ" (منظوم) سوز وگداز سے لبریز ہے۔

"ماہ گل" (مثنوی) مصنف بلوچ شاعر، ناشر ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی، کوئٹہ، ۱۹۶۷ء، اس میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔

"گلشن اشعار" مصنف فیض محمد فیصل (چھ زبانوں۔ فارسی، اردو، بلوچی، سندھی، سرائیکی اور براہوئی کے سوفی شاعر، کوئٹہ، ۱۹۶۸ء، صفحات ۵۷، یہ زیادہ تر نعتیہ کلام ۳۵۵ر اشعار پر مشتمل ہے۔

"معجزات مصطفیٰ ﷺ مع وفات نامہ رسول اکرم ﷺ" وفات نامہ بی بی خاتون جنت رضی اللہ عنہا وشادی بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا"، (منظوم) مصنف مولانا محمد عمر ولد شیر محمد بنگل زئی، کوئٹہ سن اشاعت درج نہیں، صفحات ۹۶۔

تیس معجزات کے ذکر کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں گلہائے عقیدت بھی پیش کیے گئے ہیں۔

"راغب المسلمین" مصنف حاجی محمد عمر ابن حاجی علی محمد، کوئٹہ، ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء، صفحات ۹۶، نعتیہ اشعار کے علاوہ اسلامی تاریخ کے بعض واقعات کو براہوئی اشعار میں پیش کیا ہے۔

"گلشن مصطفیٰ" مصنف حاجی گل محمد نوشکوی، کوئٹہ، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء، صفحات ۱۶۰، اس میں ۴۵ معجزوں کو پیش کیا گیا ہے۔ مناجات نصائح اور غزل فراق نا ان کے علاوہ ہیں۔ "غزل فراق نا" میں مخاطب حضور پاک سرور کائنات ﷺ ہیں۔

"تحفۃ الفقراء" مصنف حاجی گل محمد نوشکوی، کوئٹہ، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء، صفحات ۱۴۴، اس میں معراج شریف کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ص ۴۲ پر نقشہ نعل مبارک بھی درج کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک جابجا ملتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں سے بعض واقعات پیش کر کے نصیحتیں بھی کی ہیں۔

"گلدستہ نوشکوی" مصنف حاجی گل محمد نوشکوی، کوئٹہ، ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء، صفحات ۲۰۸، اس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت اور پھر منقبت درج ہے۔ صفحہ ۷ سے ۲۸ تک درود شریف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

"گلشن سوز" مصنف محمد اسحاق سوز ولد مولوی عطا محمد صوفی، کوئٹہ، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۱۲، اس کا پہلا باب توحید، رسالت اور منقبت پر مبنی ہے۔

"کلام نور" مصنف مولوی نور محمد، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، صفحات ۲۴ نعتیہ اشعار موجود ہیں۔

"گلشن بلوچستان" از مولوی مراد علی رئیسانی، نعتیہ اشعار دستیاب ہیں۔

''گلدستہ'' مرتبہ رئیس نبی دادلانگو، کوئٹہ، ۱۹۷۱ء، صفحات ۹۲، نعتیہ کلام درج ہے۔

''معراج محمدی ﷺ'' از حافظ سعید احمد المعروف طوفان میل، کراچی، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، صفحات ۸، اشعار کی تعداد ۱۰۸۔

''غزلیاتِ سائل'' از کریم بخش سائل، کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء، صفحات ۱۶، نعتیہ اشعار موجود ہیں۔

''مہر وفا'' از پیر محمد نیمر غی ولد کرم خاں، کوئٹہ، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء صفحات ۵۲ نعتیہ اشعار درج ہیں۔

''استناٹپاک'' (زخم ہائے دل) از واحد بخش رند، کوئٹہ، ۱۹۷۵ء، صفحات ۱۲۸، یہ مجموعہ پندونصائح پر مبنی ہے۔ نعتیہ اشعار موجود ہیں۔

''قدم قدم آباد''، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، صفحات ۱۲۸۔

یہ براہوئی، بلوچی اور پشتو شاعروں کے نغمات کا مجموعہ ہے۔ اس میں حمدیہ اور نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ تراب لاڑکانوی کے براہوئی نعتیہ اشعار کا اردو ترجمہ ''سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں'' از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء، ص ۸۲، ۸۳ پر شائع ہوا ہے۔

''ھیل وبلد'' از عبدالصمد شاہین سوارنی، کوئٹہ، ۱۹۸۰ء، صفحات ۱۲۰، یہ اردو براہوئی اور بلوچی زبانوں پر مشتمل ہے۔ نعتیہ اشعار موجود ہیں۔

''فخر کونین ﷺ'' از نثار احمد محشر رسول نگری، (شہرہ آفاق مسدس حصہ اول تا سوئم) کا منظوم براہوئی ترجمہ عبدالصمد شاہین سورابی نے کیا ہے۔ ''مسدس'' فخر کونین جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی منظوم سیرت طیبہ ہے۔ جو تاریخ وسیر کے مستند مآخذات پر مبنی ہے۔ یہ مسدس اردو ادب کا طویل ترین مسدس ہے۔ جو کم وبیش ۴۲۰۰ر اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ ۱۹۶۱ء دوسرا ۱۹۶۴ء اور تیسرا ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئے۔

مترجم نے کسی واقعہ، لہجہ، مفہوم اور اسم تک میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ محترم محشر رسول نگری کے بیان کردہ واقعات کو بعینہٖ براہوئی میں پیش کرنے کی سعی قابل توصیف ہے۔ اگر کہیں براہوئی نے ساتھ نہیں دیا تو مترجم نے بلاکم وکاست اردو فارسی کا سہارا لینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی۔

مترجم نے مسدس میں بروئے کار لائی گئی بحر ہی استعمال کی ہے۔ ایسے جملے بھی آئے ہیں جو پہلے سے براہوئی میں موجود نہ تھے۔ مترجم کی اس کاوش سے براہوئی زبان کی وسعت پذیری میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

قوالی کے لیے براہوئی میں کوئی مسدس موجود نہ تھی۔ اب اس ترجمہ کے بعد یہ کمی جاتی رہے گی۔

محترم محشر رسول نگری نے فخر کونین ﷺ کے اس منظوم ترجمے پر دو تین بار بذات خود نظر ڈالی تھی تاکہ شعر کی روح قائم ودائم رہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے براہوئی اشعار کی تقطیع بھی کرائی تھی، جو درست پائی گئی۔ مقام مسرت ہے کہ یہ منظوم ترجمہ جو ایک علمی وادبی کارنامہ ہے طبع ہو چکا ہے۔[۱]

جنگ نامہ مشہد (فارسی) کا منظوم براہوئی ترجمہ میر گل خان نصیر نوشکوی (بلوچستان کے نامور مورخ، ادیب وشاعر) نے کیا تھا۔ کوئٹہ، ۱۹۸۰ء صفحات ۴۴، براہوئی میں ترجمہ شدہ نعت کا اردو ترجمہ ''سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں'' از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص۸۷ میں چھپا ہے۔

''روشنائی'' (نعتیہ مجموعہ کلام) از جوہر براہوئی، ناشر: براہوئی پبلی کیشن فرید آباد، میہڑ ضلع دادو سندھ، ۱۹۹۱ء، صفحات ۸۴۔

مولانا محمد فاضل مینگل نوشکوی، مولانا عبدالباقی درخانی، مولانا عبدالغفور درخانی، پیر محمد زبیرانی، جمال بادینی، صوفی عبداللہ منگچری، نادر قمبرانی۔

صالح محمد شاد کو براہوئی میں نعت گوئی سے خصوصی شغف ہے۔

گل بنگل زئی، غلام حیدر حسرت، بابا عبدالحق شاہوانی، جباریار، یٰسین بسمل، مولوی عبدالخالق ابابکی، اعظم مشتاق، عبدالواحد مینگل خضداری، عبدالعزیز راہی، محمد کریم ایلم، یوسف موج، ایثار حسین ذوق، شاہ بیگ شیدا، رحیم ناز، طاہرہ احساس جتک وغیرہ نے بھی براہوئی میں نعتیہ شعر کہے ہیں۔

علامہ محمد عمر دین پوری گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہیں:

ترجمہ: محمد ﷺ کی صفت ہر جگہ موجود ہے۔

دریاؤں، میدانوں اور پہاڑوں پر،
مجھے بتاؤ آپ ﷺ سے بہتر کون ہے۔ (کوئی نہیں)
یہ بندۂ عاجز قربان ہے،
آپ ﷺ کے در پر اپنی جان پہنچادوں،
آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ میں خاک مدینہ بن جاؤں،

تاج محمد تاجل گویا ہوتے ہیں:

ترجمہ: اگر تم اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عاشق ہو اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے چاہنے والے ہو۔

اگر تم محبوب سے منکر ہو جو کوئی محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منکر ہوا،
(تو سمجھ لو) چکی کے ٹوٹے پاٹ کی طرح ہے!
اسے دنیا میں پریشانی اور بے قراری ملے گی،
وہ (محبوب سے منکر) جہاں بھی جائے اسے،
لق ودق صحرا کی طرح آبادی نہیں ملے گی۔

II-بلوچی

ا۔ نثر میں سیرت نگاری:

دوجہانءِ سردار، مؤلف قاضی عبدالرحیم صابر، کراچی ۱۹۶۲ء، صفحات ۱۹۶۔

اس میں حضور پاک سرورِ کائنات ﷺ کی حیات طیبہ، تعلیمات، اخلاق اور کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ انداز بیان دلکش، شگفتہ اور توانا ہے۔ افادیت اظہر من الشمس ہے، کتاب کی چھپائی آفسٹ پر ہوئی ہے۔ کتابت مناسب ہے۔

سیرت طیبہ پر بلوچی نثر میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ جو سرمایہ بھی موجود ہے اس میں اس کتاب کی حیثیت منفرد ہے۔ ویسے یہ سیرت رسول ﷺ پر بلوچی زبان میں پہلی تالیف ہے۔

"رسول ﷺ ئے پہکیں زند" مولف حاجی عبدالقیوم بلوچ، کوئٹہ ۱۹۸۰ء، صفحات ۵۲، حضور پاک ﷺ کی حیات مبارکہ کے اہم واقعات کو اختصار کے ساتھ بلوچی میں پیش کیا گیا ہے۔ بلوچی جاننے والے قاری کے لیے بہت مفید اور اہم کتاب ہے۔

موقع و محل کے مطابق قرآنی آیات کے حوالوں نے متن کو زیادہ مصدقہ بنادیا ہے۔ کتاب کی زبان نہایت سلیس ہے۔ آپ کا قرآن پاک کا بلوچی میں ترجمہ اور تفسیر پنجگور میں زیر طبع ہے۔

"پاکیں نبیءِ زند" (بلوچی) مولف: میر محمد خان بلوچ، کوئٹہ ۱۹۸۰ء، صفحات ۵۲، کتاب مختصر ہے۔ اس لیے واقعات کو بھی مختصر بیان کیا ہے۔ نکاح میں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ باقی ازواج مطہرات کے اسمائے مبارک تک بھی تحریر نہیں کیے گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں عنوانات موجود ہیں، مگر آنحضرت ﷺ کے رفیق غار ہجرت کے جاں نثار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علیحدہ ذکر موجود نہیں۔ بہر حال بلوچی زبان میں سیرت طیبہ پر ایک اور کتاب کا اضافہ خوش آئند ہے۔

"سیرت النبی ﷺ" مولف میر مٹھا خاں مری، کوئٹہ، ۱۹۸۱ء، صفحات ۲۲۰۔

اس میں مولانا شبلی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی معرکتہ الآرا ''سیرت النبی ﷺ'' سے مختلف ۵۸/ عنوانات کے تحت شرقی بلوچی میں ترجمے کیئے گئے ہیں۔

ترجمہ رواں، دل پذیر اور متاثر کن ہے۔ بلوچیات میں یہ ایک قابل توصیف اضافہ ہے۔ افادیت کے اعتبار سے آخرت کا توشہ متصور ہوگا۔

''پاکین نبیءِ صلی اللہ علیہ وسلم نسب نامگ'' مولف آغا میر نصیر خان احمد زئی (نامور قلم کار، محقق، ادیب، مورخ اور منتظم) لاہور، ۱۹۸۵ء، نیشنل ہجری کونسل اسلام آباد نے شائع کی۔ صفحات ۸۰۔

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ رسول کریم ﷺ کے شجرہ نسب پر مشتمل ہے۔ بلوچی زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ اردو میں اس موضوع پر پیر غلام دستگیر نامی ہاشمی کی ایک کتاب ''نسب نامہ رسول انام ﷺ'' موجود ہے۔ اسے سیٹھ آدم جی عبد اللہ پبلشرز بمبئی والے نو لکھا بازار لاہور نے شائع کیا۔ سن اشاعت ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء۔

کتاب کے آغاز میں مولف نے لکھا ہے کہ نبی پاک حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو پر کتابیں موجود ہیں، مگر نسب نامہ کی طرف کسی نے خاص توجہ نہیں دی۔ اس لیے مولف نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے یہ نسب نامہ مرتب کیا ہے۔

کتاب میں اہل بیت اور ازواج مطہرات کے شجرے بھی موجود ہیں۔ مولف نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

معجزات محمدیہ کامل (بلوچی) مولف مولانا حضور بخش جتوئی (المتوفی ۱۹۴۸ء) لاہور، ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء، صفحات ۸۰۔

اس میں رسول کریم ﷺ کے مشہور معجزات نہایت دلچسپ انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ مثلاً شق القمر، حضرت جابر کے بچوں کا زندہ ہونا، دودھ کے پیالہ میں برکت، درختوں کا چلنا، پہاڑ کا ہلنا، انگشتِ مبارک سے پانی جاری ہونا وغیرہ وغیرہ!

کتاب نہایت سلیس بلوچی میں لکھی گئی ہے۔ اس کے پڑھنے سے روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

مقالاتِ سیرت بزبان بلوچی:

ماہنامہ اولس بلوچی کوئٹہ سے دسمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ جولائی ۱۹۸۰ء تک بند رہا۔ پھر منظر عام پر آیا۔

اس کے ایڈیٹر رہے، امانگف اللہ گچکی، عبدالغفار ندیم، حکیم بلوچ، صورت خاں مری، عبدالقادر اشیر شاہوانی، عبدالرزاق صابر، اکبر شاہ۔

اس میں سیرت النبی ﷺ کے بارے میں مضامین شائع ہوتے رہے۔ ایک اندازے کے مطابق پچاس کے لگ بھگ مضامین اور چالیس کے قریب نعتیہ کلام شائع ہوئے ہیں۔

۲۔ نعتیہ شاعری:

بلوچی شاعری میں قدما اور متوسطین کے ہاں نعت سرور کونین ﷺ کا اپنا ایک منفرد رنگ ہے۔ یہ شعراء جو اکثر طویل منظومات نظم کرتے تھے، نظم کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے کرتے ہوئے ایک دو شعروں کے بعد آنحضرت ﷺ کی نعت کی جانب رجوع کرتے، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ کی مدحت کے بعد غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی ستائش کرتے رہے اور تب اپنے موضوع کی طرف آتے تھے۔

قدیم بلوچی شاعری چونکہ سینہ بہ سینہ روایات کی مرہون منت رہی ہے اور ناخواندگی اور قبائلی جنگوں کے باعث لوگوں نے نعتیہ اشعار کو چھوڑ کر صرف ان اشعار کو حفظ کیا جن کی انہیں جنگی رجز یا بزم کی ہماہمی میں ضرورت تھی۔ اسی لیے جو تھوڑی بہت مذہبی اور اخلاقی نظمیں ملتی ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں اسلامی عقائد کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں حضور پاک سرور کائنات ﷺ کا ذکر مبارک، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور درویشوں کے متعلق قصے ملتے ہیں۔[۲]

"شمائل شریف" (منظوم بلوچی) مصنف مولانا حضور بخش جتوئی (آپ کا عظیم ترین کارنامہ قرآن مجید کا بلوچی میں ترجمہ ہے جو ۱۳۲۹ھ میں چھپا، لاہور ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۵ء، صفحات ۱۰۹۔

یہ کتاب "کتاب الشمائل النبویہ" از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) سے ماخوذ ہے۔ مگر مولانا جتوئی نے اسے منظوم بلوچی میں تحریر کر کے بلوچوں میں بے حد مقبول بنا دیا ہے۔

آپ کی متعدد نعتیں ملتی ہیں۔ جیسے اصول الصلوۃ، از مولانا حضور بخش جتوئی، (بزبان بلوچی، بار ششم، کوئٹہ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء، صفحات ۱۲۴ میں مولانا حضور بخش جتوئی کی ایک نعت درج ہے۔[۳]

"نیکیں واہگ" (مخلصانہ جذبہ) محمد ابراہیم عابد آبسری بلوچ، عابد جنرل اسٹور، سونار گلی، تربت مکران، صفحات ۵۰، یہ حمد و نعت پر مبنی ہے۔

بلوچی نعتیہ شاعری کے بارے میں جاننے کے لیے مندرجہ ذیل اہم ترین منابع ہیں۔

"نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ناشر: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ ۱۳۔ ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور، صفحات ۲۳۲۔

اس کے باب سوم میں بلوچی کتب اور نعت گوئی (صفحہ ۱۳۷ تا ۱۹۷) کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ بلوچی کلام کے اردو ترجمے دیئے گئے ہیں۔ جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

بعض مقامات پر منظوم اردو ترجمے بھی موجود ہیں۔ مثلاً قاضی عبد الرحیم صابر کی بلوچی نعت کا وہ خود ہی منظوم ترجمہ یوں پیش کرتے ہیں۔ ص ۱۸۴۔

مروت فخر کرتی ہے شرافت تم پہ نازاں ہے
رسول پاک واللہ یہ رسالت تم پہ نازاں ہے
فقیروں کے شہنشاہ ہو امام الانبیاء ہو تم
تیرے خدام ذیشاں ہیں امامت تم پہ نازاں ہے
لقب ہے رحمۃ للعالمین اللہ کی جانب سے
خدائے پاک شاہد ہے کہ رحمت تم پہ نازاں ہے
تیرے الطاف سے کی ہے غلاموں نے جہانبانی

تمھیں شایان جہانبانی حکومت تم پہ نازاں ہے

خدا نے صاف فرمایا تیری خاطر بنی دنیا

تیر ادرجہ وہی جانے مشیت تم پہ نازاں ہے

شب معراج حاصل ہو گئی ہے وعدۂ بخشش

شفیع المذنبین ہو تم شفاعت تم پہ نازاں ہے

نہ جائے گا کوئی صابر درِ سرکار سے خالی

حبیب خالقِ اکبر سخاوت تم پہ نازاں ہے

جن شعرا کا بلوچ نعتیہ کلام مع اردو ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

میر چاکر رند، میر شہداد، براہیم شمبانی، لشکران ولد سلیمان جتکانی، جنگ چھنبڑی کی نظم، ملا محمد حسن (فارسی اور اردو کے نامور صاحبِ دیوان سخنور) کیچ مکران میں ملک دینار کی لڑائی سے متعلق نظم، جیوا، حارین شمبانی بگٹی، کامل ولد گلن ڈومکی، پنجو بنگلانی (اس کی نظم پر ہمسایہ زبانوں پنجابی اور سندھی کا بھی اثر ہے)۔

ملا ابراہیم (ملا عالم کے علاوہ بلوچی میں پڑھنے لکھنے کے لیے بھی مستعمل ہے) ملا عبداللہ، ملا بوھیر، گاجیان، ملا بہرام، ملا قاسم، نوردین ملا مسرور، ملا بہادر، محمدان، ملا فاضل رند (الملقب بہ "غالب مکران" المتوفی ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) جام ورک (دُرک یعنی دُرِ نایاب کی مانند اور جام تخلص) مست توکلی (۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء۔ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء) ملا عمر مری (اس نے حمد، مدح اور مولود بھی کہے ہیں۔ سندھی شاعری میں مولود ایک صنف ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ کی ثنا اور صفت ہوتی ہے۔ یہ صنف سندھی سے بلوچی میں آئی ہے) محمد ابراہیم جوانسال بگٹی۔ سال وفات ۱۹۶۹ء جوانسال کے ہاں نعت اردو اور فارسی شاعری کی روایات کے عین مطابق ہے) ملا مزار بنگلزئی، مولانا حضور بخش جتوئی، میر عیسیٰ قومی، گل خاں نصیر، سید ظہور شاہ ہاشمی، میر محمد حسین عنقا، مولانا عبدالباقی درخانی، مولانا عبدالغفور درانی، حاجی محمود مومن، محمد حسین عاجز،

عبدالحکیم حق گو، عبدالمجید سورابی، عطا شات، انور صاحب خاں چلم زئی بلوچ، عبدالغنی پرواز، فضل حسین پنجگوری، حاجی فقیر محمد عنبر بلوچ، غوث بخش صابر، خدائے رحیم حکیم، آزاد جمالدینی، ملک محمد رمضان بلوچ، قاضی عبدالرحیم صابر، پیر محمد زبیرانی (کئی کتابوں کے مصنف) عبدالرحمٰن غور، مولانا عبدالغفور، احسن خارانی بلوچ (مجموعہ کلام، گلدستہ عبدالغفور بزبان بلوچ ۱۳۸۸ھ / ۱۹۲۹ء صفحات ۴۸، دوسرا مجموعہ کلام گفتار احسن، صفحات ۶۴)

میر عنایت اللہ قومی، نصرت اللہ شیدا، محمد اسحاق بزوار، فیض بخشاپوری، (غالب سندھ) خدائے رحیم بیتاب، اثیر عبدالقادر شاہوانی، اور خمیسا خان۔

چند بلوچی نعتیہ اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

ملا فاضل رند کہتے ہیں! ترجمہ

نبیوں کے سردار ﷺ کی نعت کا درود سے آغاز کرتا ہوں۔ سو درود اور سو سلام، یہی میرا ارمغاں ہے۔

مست توکلی گویا ہوتے ہیں! ترجمہ

پاک ہے تیرے حبیب کے (معراج) دیدار کی ساعت وہ محمد ﷺ جو شیر آسا اپنے عہد کا سچا ہے۔ جس کے سر پر توحیدی طلائی تاج ہے اور جس کی سخاوت بے عدیل ہے۔

محمد ابراہیم جو انسال بگٹی! ترجمہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رہنما ہیں۔ ہم کتنے خوش قسمت اور ذی شان ہیں، وہ گوہر گراں مایہ، وہ ایک عطر بیز پھول ہیں۔ جب سورج آگ اگلتا ہو گا تو محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائیں گے ہم پر اپنی چادر رحمت کا سایہ فرمائیں گے۔ اپنے ملبوس سے ہم پر عنایت فرمائیں گے۔

محضور بخش جتوئی گویا ہوتے ہیں! ترجمہ

ہمارے دین اور دنیا کی روشنی آپ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کی وجہ سے چاروں طرف روشنی ہے۔

بلوچستان میں دینی ادب، ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی (قلمی) کوئٹہ شعبان ۱۴۰۷ھ / اپریل ۱۹۸۷ء، صفحات ۱۲۲۴۔

اس کے مندرجات کی فہرست یوں ہے۔

۱۔ عرض حال، ۲۔ مقدمہ (تاریخ وجغرافیہ بلوچستان) باب اول تراجم وتفاسیر قرآن مجید، ۴۔ باب دوم قرات و تجوید، ۵۔ باب سوم حدیث وشروح حدیث واصول حدیث وغیرہ، ۶۔ باب چہارم فقہ واصول فقہ ومیراث، ۷۔ باب پنجم فتاویٰ، ۸۔ باب ششم سیرت النبی ﷺ، ۹۔ باب ہفتم تاریخ وتذکرہ، ۱۰۔ باب ہشتم تصوف واخلاقیات مواعظ، خطبات، ۱۱۔ باب نہم عقاید کلام مناظرہ وغیرہ، ۱۲۔ باب دہم اوراد وظائف علمیات وغیرہ، ۱۳۔ باب یازدہم علم صرف ونحو فلسفہ منطق وغیرہ، ۱۴۔ باب دوازدھم متفرقات، ۱۵۔ اسمائے کتب، ۱۶۔ مصنفین مع تصانیف، ۱۷۔ کتابیات

ہر باب میں موقع ومحل کے مطابق فارسی، اردو، پشتو، براہوئی اور بلوچی کتب کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔

''سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں'' ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ) کوئٹہ، بمناسبت پاکستان گولڈن جوبلی ۱۹۹۷ء، صفحات ۴۵۸۔

اس کا دوسرا باب بلوچ کتب اور نعت گوئی پر مبنی ہے۔ موقع کی مناسبت سے اردو ترجمے دیئے گئے ہیں۔ ''نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں'' کے مندرجات میں اضافے کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں بلوچی کے علاوہ براہوئی، پشتو، فارسی اور اردو کی سیرت سے متعلق کتب اور نعت گوئی کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

علاوہ ازیں بلوچستان میں نعتیہ مشاعروں اور دینی مدارس کے بارے میں بھی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔

III-پشتون

ا۔ نثر میں سیرت نگاری:

حدیث شریف فخر عالم ﷺ (عربی سے پشتو میں ترجمہ، قلمی) مترجم حافظ خان محمد (۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء۔۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء) کوئٹہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء۔

احادیث نبوی ﷺ میں سے قریباً ایک ہزار ثقہ احادیث کا پشتو ترجمہ کیا۔ یہ عام سکول کی کاپیوں پر تحریر ہے۔ جو آپ کے صاحبزادوں کے پاس کوئٹہ میں ہے۔ آپ کے صاحبزادے آپ کی قائم کردہ، کتابوں کی دکان، بلوچستان بک ڈپو، میں کاروبار کرتے ہیں۔ ہر حدیث شریف کے سامنے اس کا پشتو ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ احادیث ۱۳۶۲ق میں ایران سے شائع ہونے والی کتاب درج گہر سے انتخاب کی گئی ہے۔ پشتو ترجمہ ۱۰/ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء کو مکمل ہوا۔ اس مجموعہ میں جو احادیث شامل ہیں اُن میں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ اکثراھل النار المتکبرون،	اہل دوزخ میں اکثریت متکبروں کی ہو گی
۲۔ البرحسن الخلق،	نیکی حسن اخلق ہے
۳۔ البحنته دار الاسخیا،	جنت سخیوں کا گھر ہے
۴۔حسن الخلق نصف الدین،	حسن اخلق نصف دین ہے
۵۔علم المومن الصلوٰۃ،	مومن کی شان نماز ہے
۶۔ الفقر راحت،	فقر میں راحت ہے
۷۔ کفارۃ الذنب الندامۃ،	گناہوں کا کفارہ ندامت ہے۔[۴]

''زموژ رسول ﷺ پشتو'' مولف مولانا رحمت اللہ مندوخیل (۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء۔ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۵ء) علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپی اور مولف نے اسے ژوب سے شائع کیا۔ ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء، صفحات ۱۱۴۔

کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر جامع ہے۔ کتاب کے آغاز میں آنحضرت ﷺ کا نسب نامہ یوں درج ہے۔

ا۔ حضرت محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن المنفہ بن کنانہ بن حزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن حضر بن ترار بن مند بن عدنان۔

۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب (یہاں نسب مل جاتا ہے)

نسب نامہ کے بعد ولادت باسعادت کا بیان ہے۔ جب آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو کسریٰ کے محل میں ایک زلزلہ آتا ہے، جس سے اس کے چودہ کنگرے زمین پر گر جاتے ہیں۔ ملک فارس کا دریا بحیرہ سادہ خشک ہو جاتا ہے۔ فارس کے آتشکدہ کی ایک ہزار سالہ آگ دفعتہً بجھ جاتی ہے۔ آگے چل کر تحریر کرتے ہیں کہ ولادت باسعادت کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بطن سے ایک ایسا نور ظہور پذیر ہوتا ہے کہ جس سے مشرق تا مغرب منور ہوتے ہیں۔

کتاب میں آپ ﷺ کے والدین کے رحلت اور عبد المطلب کے انتقال کا بھی بیان ہے۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خاص طور سے ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا سفر شام، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا بھی بیان ہے۔ کہ ان سے دو فرزند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں فرزندوں میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور حضرت طاہر رضی اللہ عنہ صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ بعد ازاں چاروں صاحبزادیوں کے مختصر حالات زندگی شامل کئے گئے ہیں۔ پھر باقی ازواج مطہرات کا مختصر ساذکر ہے۔

کتاب میں دعوت اسلام اور آپ ﷺ کی مخالفت، قریش کی ایذا رسانی، قتل کا ارادہ اور معجزات بیان کئے ہیں۔ مولف لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے پاس نماز میں مصروف تھے تو ابوجہل ایک بڑا پتھر لے کر سر مبارک کو کچلنا چاہتا تھا۔ جب وہ قریب پہنچ گیا تو واپس بھاگ کر اپنے لوگوں سے کہنے لگا کہ جب میں پتھر پھینکنے والا تھا تو ایک عجیب وغریب اونٹ منہ کھولے میری طرف آیا میں نے ایسا اونٹ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

کتاب کے عنوانات یہ ہیں:

ہجرت حبشہ

ہجرت طائف

معراج

ہجرت مدینہ

غزوہ بدر، احد، احزاب، تبوک

صلح حدیبیہ

فتح مکہ

اخلاق معجزات

مختصراً اس چھوٹی سی کتاب میں تمام اہم واقعات کو اسقدر دلچسپ ودلآویز انداز میں یکجا کیا گیا ہے کہ قاری کا جی چاہتا ہے کہ وہ بار بار کتاب کا مطالعہ کرے۔[۵]

مقالاتِ سیرت بزبان پشتو:

ماہنامہ اُوس پشتو کوئٹہ ستمبر ۱۹۶۱ء میں محکمہ قبائل نشرواشاعت نے امیر عثمان کی زیر نگرانی جاری کیا۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ شائع ہونے لگا۔

اس کے مدیر رہے: قاضی سعید محمد، عنایت اللہ ریاض، عبد الرحمٰن بیتاب، نظیر درانی، سید فاروق شاہ سائلزئی، عبد المنان عابد۔

اس میں اب تک سیرت النبی آنحضرت ﷺ سے متعلق پچاس سے زائد مضامین چھپے ہیں اور تیس کے قریب نعتیہ کلام شائع ہوا ہے۔[۶]

بلوچستان کے مختلف کالجوں کے سالانہ مجلّات جیسے !

بولان (گورنمنٹ کالج / گورنمنٹ سائنس کالج کوئٹہ)

رگِ سنگ (گورنمنٹ کالج لورالائی)

اور ژوب (گورنمنٹ کالج ژوب)

میں بزبان پشتو سیرت وحیات مبارکہ سے متعلق مواد چھپتا رہا ہے۔[۷]

۲۔ نعتیہ شاعری:

پشتو زبان میں نعت گوئی کو اتنی ہی اہمیت حاصل ہے، جتنی کہ عربی، فارسی، یا اردو میں ہے اور یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پشتو میں نعت گوئی کی تاریخ قریب قریب مذہب اسلام کی تاریخ سے وابستہ ہے۔[۸]

تذکروں کے حوالے سے پشتو زبان میں جو پہلی حمد سامنے آتی ہے وہ ژوب کے بیٹ نیکر کی ہے۔ جس کا منظوم ترجمہ از سعید گوہر۔[۹]

خداوند برتر! خداوند برتر

تیرا پیار ظاہر ہے ہر ہر قدم پر

نہیں صرف کوہِ گراں، مظہر فن

خلائق سبھی بندگی میں سر افگن

یہاں اونچے اونچے پہاڑوں کے دامن

جہاں اپنے خیمے، جہاں اپنا مسکن

یہ افراد کم ہیں، کر آباد یہ گھر

خداوندِ برتر خداوند برتر

یہاں آگ روشن ہے تھوڑی سی اپنی

یہاں سازوسامان ہے گھر ہے خالی

ہمارے لیے تیری الفت ہے کافی

کوئی اور اپنا سہارا نہ والی

زمیں آسماں مظہرِ کبریائی

ہے افزائشِ نسل تجھ ہی سے جاری

تیری پرورش ہے تو ہی پرورش کر

خداوندِ برتر! خداوندِ برتر![10]

دیوان پیر محمد کاکڑ، مرتب عبد الروف بینوا، ۱۳۲۵۔

پیر محمد کاکڑ (۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء۔ مابین ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء اور ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء) کا مولد کان مہترزئی تحصیل مسلم باغ ضلع قلعہ سیف اللہ تھا۔ وادی ژوب کاکڑ قبیلہ کا مسکن ہے۔ آپ احمد شاہ بابا کے ہمعصر تھے اور اس کے وقت میں شعر کہتے تھے۔ احمد شاہ بابا کے بیٹے شہزادہ سلیمان کے استاد بھی مقرر ہوئے۔ احمد شاہ بابا ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۷ء میں تخت نشین ہوئے۔ ان دنوں آپ کی علمیت کا خاصا شہرہ تھا۔

عبد الصمد درانی لکھتے ہیں۔[11]

کہ اسے (پیر محمد کاکڑ) ''کسے غر'' (ژوب) کی سرزمین سے بے حد محبت تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک طرح کی پاکستانی قومیت کا تصور پیر محمد کاکڑ کے کلام میں موجود ہے وہ آج سے تقریباً تین سو سال پہلے کشمیر اور لاہور کو اپنا وطن اور قندھار کو ''دبل ہیوار'' (پرایا دیس) کا نام دیتے ہیں۔

پیر محمد کاکڑ کی پشتو شاعری کا اردو ترجمہ از عابد شاہ اسلام آباد سے ۱۹۹۰ء میں طبع ہوا ہے۔ آپ کے پشتو نعتیہ کلام کا اردو ترجمہ ''سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں''[12] میں موجود ہے۔

اسی زمانے میں کسے غر (ژوب) کے علاقے کے ایک قادر الکلام شاعر شمس الدین کاکڑ ہو گزرے ہیں۔ ان کی نعتیں دستیاب ہیں۔

ملا جان محمد کاکڑ ضلع ژوب کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ۱۲۱۴ھ / ۱۷۹۹ء میں اپنا مجموعہ کلام ''حلید بن'' کے نام سے ردیف وار مرتب کیا تھا۔ ان کا نعتیہ کلام موجود ہے۔

علامہ عبدالعلی اخوندزادہ (۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء۔ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۴ء) کی ذہانت اور علم کا چرچا بلوچستان کے علاوہ قندھار، کابل اور ہندوستان میں بھی تھا۔ دور ونزدیک کے علماء آپ کے پاس آتے اور ہفتوں علمی مباحث میں مشغول رہتے۔ عربی، فارسی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ پشتو مادری زبان تھی۔ پشتو اور فارسی میں خوب شعر کہتے تھے۔ آپ کا دیوان شباب کی یادگار ہے۔ حافظ خان محمد نے آپ کے کلام کا انتخاب ۱۹۵۵ء میں شاخ گل (صفحات ۸۰) کے نام سے چھپوایا تھا۔ اس مختصر سے مجموعے کے مطالعہ نے نوجوانوں کو پشتو میں شعر کہنے اور نثری ادب تخلیق کرنے کی ترغیب دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج کوئٹہ ڈویژن کے چپے چپے میں جتنے نوجوان شاعر نظر آتے ہیں وہ علامہ موصوف سے اثر پذیر ہوئے ہیں۔

علامہ عبدالعلی اخوندزادہ نے عملی طور پر تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ ۲۶ر جون ۱۹۴۳ء کو قائداعظم نے کوئٹہ کا دورہ فرمایا تو سب سے پہلے آپ نے بڑھ کر قائداعظم کو خوش آمدید کہا اور چند اشعار بھی پیش کیے۔ افسوس کہ وہ اشعار دستیاب نہیں ہوسکے۔ ان کے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے:

''میرے وطن کا ہر کانٹا میرے لیے پھول کی طرح نرم ونازک ہے لیکن اس کا ہر پھول وطن دشمنوں کے لیے خارزار کی مانند ہے۔''

جب قائد تاریخ ساز اجتماع سے انگریزی میں خطاب فرمارہے تھے تو اخوندزادہ رونے لگے۔ اُن کے ساتھی سردار محمد عثمان خان جوگیزئی نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا ''آپ انگریزی تو سمجھتے نہیں، روتے کیوں ہیں؟'' جواب ملا: ''اس شخص کی آواز سے اس کے دل کا درد عیاں ہے اور اُس

نے مجھے مضطرب کر دیا ہے۔" مسلم لیگ سے آپ کی محبت آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے۔ "مسلم لیگ اتفاق واتحاد کی علامت ہے اور اس لحاظ سے یہ جماعت ہمارا دین اور ہمارا ایمان ہے۔"

عشقِ رسول ﷺ آپ کے رگ وریشہ میں سمایا ہوا تھا۔ آپ کا نعتیہ کلام اس کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ ایک پشتو نعت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

وہ جو شفیع محشر ہیں اُن پر خدائے کبیر کا درود و سلام ہو۔
تمام دنیا اُن کے نور سے پیدا ہوئی اور تمام جہاں ان کے چہرے سے منور ہوا۔
امت اُن کی خیر الامم ہے اور خدا تعالیٰ نے انہیں خیر البشر کہا ہے۔
لولاک کی حدیثِ قدسی کی رُو سے وہ اولین ہیں۔
اور آیتِ خاتم کی رُو سے وہ مؤخر ہیں۔ آخر (میں پیدا ہوئے)
اُن کا لقب سید المرسلین ہے۔ ان کے نام پر مکرر صلوٰۃ ہو۔
ان کے چہار یار دین کے چار ستون ہیں اور اُن میں ہر ایک شرع انور کا ستارا ہے۔
اے نبی ﷺ! آپ پر درود و سلام ہو اور اے شفیع محشر! آپ پر سلام ہو۔
عبد العلی کا ہاتھ اور آپ کا گریبان ہے۔ (یعنی دامنگیر ہوں) کہ
اسے سخت سفر آخرت درپیش ہے اور زادِ راہ مفقود ہے۔

ملا عبدالسلام اشیزئی (قاضی عبدالسلام بابا) ایک ممتاز عالم دین اور حق گو شاعر تھے۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں ضلع قلعہ عبداللہ کی تحصیل چمن کے مقام شیلاباغ سے پانچ میل شمال کی طرف شاخہ نامی گاؤں میں ملا جش کے ہاں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء میں وفات پائی اور گاؤں شاخہ کے اپنے آبائی قبرستان میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

علامہ عبد العلی اخوندزادہ اور ملا عبدالسلام اشیزئی کا شمار پشتو زبان کے اُن صف اول کے شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے زور قلم سے اس علاقے میں تحریک آزادی اور قیام پاکستان

کی جدوجہد کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں، ملاعبدالسلام اشیزئی کے ایک پشتو شعر کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

"میں تلوار اور خنجر اپنے آپ سے کبھی الگ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں انگریزوں کے شب خون کے لیے ہر وقت چوکنا بیٹھا ہوں۔"

آپ اپنے مجموعہ کلام "سوسن چھن" (مطبوعہ ۱۹۲۹ء) میں کہتے ہیں:

"میں نے سوسن کے اوراق میں اپنے وطن کا دکھ رقم کر دیا ہے"

آپ کی پشتو نعت کے ترجمے کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

مرحبا اے دلربا آجا میں غلام ہوں اور آپ ﷺ آقا ہیں۔

آپ ﷺ کے روضے کی طرف سے آنے والی ہوا میری دوا ہے۔ جو آپ فرمائیں گے میں اسے مانوں گا۔

آپ آیات حق اور فیض مطلق ہیں۔ ہر طبق پر محمد ﷺ احمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ دوست اکبر، سرور دافع شر اور شاہ اسراہی ہیں (صاحب معراج) آپ سراج منیر بشیر و نذیر ذکر کثیر اور دلپذیر ہیں۔

آپ کے سر پر تاج نبوت ہے۔

سلام سلام کہتا ہے اور سلام دوام کہتا ہے۔

آپ روز جزا میرے شافع ہیں۔[۱۳]

موجودہ دور میں پشتو شاعری نے جس انداز سے ترقی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ نعت گوئی کے حوالے سے اس زمانے میں ایسا کوئی شاعر تو سامنے نہیں آتا جو مکمل طور پر نعت گو شاعر ہو لیکن اپنے طور پر نعت گوئی کا حق قریباً ہر ایک نے ادا کیا ہے۔

"نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں" ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور ۱۹۷۳ء میں پشتو کے درج ذیل شعرا کا نعتیہ کلام مع اردو ترجمہ موجود ہے۔

سید محمد رسول فریادی، سلطان محمد صابر، سرور سودائی، محمد عبداللہ ذاکر، عبدالباری اسیر، عبید اللہ درویش درانی، ابوالخیر ژلاند، سہیلی جعفر، مقدس خان معصوم، سیال کاکڑ، عبدالغفور پردیس، عمر گل عسکر، سید محمد گل شاہ کوستی، سعید گوہر، عقیدت، پشتو حمد، نعت، سلام زیر طبع عبدالکریم بریائے، نذیر محمد نظر پانیزئی۔

"فخر کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں" ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء میں متذکرہ بالا شعرا کے علاوہ دوسرے جن شعرا کے نعتیہ کلام کے ترجمے شامل ہیں:

پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ[۱۴]

ملا عبدالسلام اشیزئی، (قاضی عبدالسلام بابا) علی کمیل قزلباس، نصیب اللہ سیماب، گل خان حیرت، عصمت اللہ آزردہ، علاوالدین مجروح، عبدالرؤف خاں رفیقی، سید عابد شاہ عابدؔ، صاحبزادہ حمید اللہ کی ایک نسبتاً جدید نعت (جو مسدس ترکیب کی صورت میں ہے) کے ترجمے کا آخری حصہ ملاحظہ فرمایئے:

ہر شخص کو اپنی کھوئی ہوئی منزل مل گئی اور ہر ایک کو چین نصیب ہوا
اندھیرے اور کجراہی سے ہر شخص بر کنار ہوا
ہر شخص کو اُس نے اندھیرے کے خارزار سے نکالا
رحمت و نعمت کی بدلیاں گہر بار ہوئیں
اللہ کی قدرت کے قربان جاؤں اس کا کتنا فضل تھا
کہ انسان پر اُس نے اتنا بڑا احسان کر دیا

شمس الدین کاکڑ کے چند نعتیہ اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

اگر تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب چاہتا ہے
تو ہمیشہ اُنہی کا خیال دل میں جاگزیں رکھ
دل کی آنکھ کو آئینہ بنا کر دیکھ تو تجھے

یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آئیں گے

تو درود پڑھ کر اور حساب لگا کر دعائیں مت مانگ بلکہ

محمد ﷺ کا ورد کرتے ہوئے اپنی زبان خشک کرلے یعنی سکھا دے

اس مقالے میں بلوچستان کی سطح پر براہوئی، بلوچی اور پشتو میں نثری سیرت نگاری کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

براہوئی، بلوچی اور پشتو کے شعرا کے نعتیہ کلام میں نبی آخر الزمان ﷺ کے اوصاف حمیدہ، شمائل، خصائل پاکیزہ، دوسرے انبیاء پر آپ کا تفوق، دیگر اُمتوں پر امت محمدی ﷺ کی فضیلت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کی برکات اور کثرت درود خوانی کی برکتیں اور رحمتیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا مشہور فرمان ہے کہ!

”قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو گا۔“

بیان ہوئی ہیں۔

علاوہ ازیں روایات وبیانات میں حد اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ غیر معتبر اور غیر مصدقہ روایات سے اجتناب برتنے کی سعی کی گئی ہے۔ قرآن واحادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ درود وسلام عقیدت سے معمور ہیں۔

مختصراً براہوئی، بلوچی اور پشتو شعرا اور سیرت نگاروں کا کاروان خلوص، محبت اور عقیدت کیشی کے پھول لیے ہوئے اور دل وجان سے ”اُسوۂ حسنہ“ کو کہ اسی میں اُن کی ہم سب کی اور دکھی انسانیت کی فلاح پوشیدہ ہے۔ اپنانے کی تلقین کرتے ہوئے رواں دواں نظر آتا ہے۔ بقول عبدالقادر اثیر شاہوانی۔

ترجمہ:

مہر ومحبت کی ابھری ہے روشنی   چاروں سمت پھیلی ہے روشنی

سب سے اونچی ہے شان اُس کی　　　　عرش پر ہے اس کا نام صلی علیٰ صلی علیٰ

براہوئی میں مولانا عبد الباقی درخانی کہتے ہیں:۔

زمین آسمان ستارہ ٹی محمد اس محمد اس　　　　ننا فکر واشارہ ٹی محمد اس محمد اس

ترجمہ: زمین، آسمان اور ستاروں میں محمد ﷺ ہی محمد ﷺ ہیں اور ہمارے فکر واشارہ میں محمد ﷺ ہی محمد ﷺ ہیں۔

بقول محمد عبد اللہ ذاکر:

ترجمہ: سمجھنے کی بات یہ ہے کہ رسول ﷺ کی محبت دراصل اللہ کی محبت ہے۔ دین (اسلام) میں راز کی بات یہی ہے اس سے بڑھ کر کوئی راز دین میں نہیں۔

جس ہستی مبارک کی وجہ سے یہ معزول شدہ (جس کی سرزنش کی گئی تھی)

انسان دوبارہ عرش معلیٰ تک رسائی حاصل کر سکا ہے۔ میں (ذاکر)

اس پر ہمیشہ درود وسلام بھیجتا رہوں گا۔

حوالہ جات

۱۔ کوئٹہ ۱۹۹۹ء، صفحات ۴۸۲

۲۔ ان ادوار کے شعراء کے نعتیہ اشعار درج ذیل کتب سے دستیاب ہیں:

☆ قدیم بلوچی شاعری لانگ ورتھ ڈیمز کی کتاب "پاپولر پوئٹری آف بلوچیز" ۱۹۰۷ء، لندن، (۱۳۰۰ء سے ۱۹۰۰ء تک)

مترجم: میر خدا بخش بجارانی مری بلوچ، ناشر: بزم ثقافت، کوئٹہ، ۱۹۶۳ء، صفحات ۲۹۷، (بڑی تقطیع)۔

☆ تاریخ بلوچستان، ہتورام، لاہور، ۱۹۰۷ء، صفحات ۷۶۳۔

☆ "زحمِ زیمر" مؤلف غوث بخش صابر، کوئٹہ ۱۹۷۴ء صفحات ۱۴۹، اس میں مختلف بلوچی شعرا کے اسلامی جنگ نامے درج کیے گئے ہیں۔

☆ "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند" فیاض محمود، چودھویں جلد (جلد دوم) لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحات ۴۶۳۔

دیگر منابع:

☆ "نغمہ کوہسار" عبدالرحمٰن غور، کوئٹہ، ۱۹۶۸ء، صفحات ۲۳۶

☆ "صابرِ گفتار" قاضی عبدالرحیم صابر، کراچی ۱۹۶۶ء، دورِ جدید بلوچی اشعار کا مجموعہ اردو ترجمہ کے ساتھ صفحات ۱۹۲

☆ "مہمات بلوچستان" (جلد دوم) کامل القادری، لاہور، ۱۹۸۰ء، صفحات ۲۳۵

☆ "سرمستِ بلوچستان" ذکیہ سردار خاں، کوئٹہ ۱۹۶۵ء صفحات ۲۵۱

☆ "بلوچستان میں اردو" ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور ۱۹۶۸ء راولپنڈی ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۴ء، صفحات ۶۲۴

☆ "تذکرہ صوفیائے بلوچستان" ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور ۱۹۷۶ء، ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۵ء، صفحات ۳۳۴

☆ "ثقافت اور ادب وادی بولان میں" عبدالصمد درانی، سلطان محمد صابر، میر مٹھا خان مری، ملک محمد رمضان، عبدالرحمٰن کرد، اور نور محمد پروانہ، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۱۹۶۶ء، صفحات ۳۷۰

۳۔ ان کے نعتیہ اشعار کا ترجمہ "سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک بلوچستان میں از ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء میں ۱۱۵ تا ۱۱۷ میں موجود ہے۔

۴۔ بلوچستان میں دینی ادب، ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی (قلمی) کوئٹہ، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء، ص ۲۳۳، ۲۳۴

۵۔ ایضاً، ص ۴۱۷، ۴۱۸

☆سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں، ص ۱۹۸ تا ۲۰۱

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بلوچستان میں، ڈاکٹر انعام الحق کوثر لاہور ۱۹۸۳ء ص، ۴۰۵ تا ۴۰۷، سرور کونین ﷺ کی مہلک بلوچستان میں، محمد انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۱۹۹۷ء، ص ۴۰۵

۷۔ پشتو میں سیرت نگاری، پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ، کوئٹہ ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء، ص ۲۰۰

۸۔ "رفعنا لک ذکرک" پشتو نعت گوئی ایک جائزہ، سید عابد شاہ عابد، قلم قبیلہ، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۳۰

۹۔ پشتو اور اردو کے نامور شاعر و ادیب، اردو کا مجموعہ کلام "پس دیوار" ۱۹۸۵ء میں طبع ہوا، پیش ہے

۱۰۔ قومی اور علاقائی ادب پر ایک نظر، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، صحیفہ لاہور، مئی جون ۱۹۷۷ء

۱۱۔ ثقافت اور ادب وادی بولان میں، کوئٹہ ۱۹۶۶ء، ص ۲۰

۱۲۔ کوئٹہ ۱۹۹۷ء میں، ص ۱۴۹ تا ۱۵۱۔

۱۳۔ بلوچستانی پشتو شاعری کے تراجم ۱۹۴۷ء تا حال، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ادبیات، اسلام آباد بہار ۱۹۹۶ء، ص ۷۳، ۷۴

۱۴۔ کئی کتابوں کے مصنف و مولف، متعدد مضامین طبع ہوئے، ذاتی لائبریری میں عربی، فارسی، اور پشتو کے قریباً سو مخطوطات، اہم کتاب "پشتو میں سیرت نگاری" کوئٹہ ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء

اردو سیرت نگاری کا خصوصی جائزہ

ڈاکٹر شاکر حسین خان
(شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی)

Abstract:

"The subject of "Sirah" is of Special significance in Islamic studies. The life of Prophet Muhammad (S.A.W) is a role model for us. Books of Sirah are best sources of knowledge on the life of Prophet Muhammad (S.A.W). Writing on Sirah is an honour for anyone. In my article, I have tried to establish the importance & Biographic culture of Prophet Muhammad (S.A.W).The meaning & explanation of the word 'Sirah' is done. Word 'Sirah' is described in detail especially its origin that it is an Arabic word. Their word is commonly used in Urdu language as well. Word 'Sirah' is mentioned 27 times in Quran. When is the word 'Sirah' used for Prophet Muhammad (S.A.W) when were the books of Sirah were started by writers? When it was started in Urdu? Who, when & where the work on Sirah is also mentioned, which books on Sirah are available in Urdu? Word Sirah is used for Biography of people except from Prophet Muhammad (S.A.W). It is discussed with explanations & examples".

Keywords: Sirah, Islamic Studies, Biography, Arabic word, Urdu language.

تمہید:

اسلامی علوم میں سیرت کا مضمون ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین طرز عمل ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے بارے میں معلومات کا ایک ذریعہ کتب سیرت طیبہ ہیں۔ سیرت نگاری ایک سعادت مندی کا کام ہے۔ مختلف ادوار میں مختلف اسلوب میں مختلف زبانوں میں سیرت النبی کے عنوان کے تحت کتابیں نظم ونثر کی صورت میں لکھی گئیں۔ مختلف الہامی، غیر الہامی، مذہبی، تفسیر، حدیث، سوانح، ملفوظات، مکتوبات، اسلامی تاریخ، عمومی تاریخ، شاعری، قصیدے، سیاسیات، معاشیات، لغت، عربی ادب، فارسی ادب، اردو ادب، قانونی کتب اور مختلف آئینی دستاویزات میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر جمیل ملتا ہے جو کہ سیرت نگاری کے مآخذ ہیں۔ اور اب تو نئی جہتوں سے جدید علوم وفنون میں بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ انٹرنیٹ پر بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعلق مواد دستیاب ہے۔

سابقہ کاموں کا جائزہ:

راقم نے اپنے اس مضمون میں سیرت نگاری کی ضرورت اور اہمیت کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ سیرت کا معنیٰ و مفہوم بیان کیا ہے۔ لفظ "سیرت" کی تفصیل سے وضاحت کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ ایک عربی لفظ ہے۔ اردو میں اس لفظ کا عام استعمال کیا جاتا ہے۔ سیرت کا لفظ قرآن مجید میں ستائیس (27) مرتبہ آیا ہے۔ سیرت کا لفظ کب سے رسول اکرم ﷺ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے؟ کتب سیرت لکھنے کا آغاز کب سے ہوا۔؟ سیرت نگاری کے ماخذ کیا ہیں؟ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ عام لوگوں کی سوانح حیات کے لیے بھی سیرت کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ اردو میں سیرت نگاری کا آغاز کب ہوا؟ سیرت نگاری پر اردو میں کب، کہاں اور کس نے کام کیا۔ اردو میں کون کون سی کتب سیرت دستیاب ہیں۔ ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کی مثالیں اور حوالے بھی دیئے ہیں۔ پاک وہند میں اب تک جو سیرت کے

مختلف گوشوں پر کام ہوا ہے یہ مقالہ قدرے مختلف ہے بلکہ سیرت پر مزید کام کرنے والوں کے لیے سود مند اور کتب سیرت کی جدید فہرست بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہو گا۔

سیرت کا معنیٰ و مفہوم:

سیرت (سیرۃ) عربی (اسم مونث) کا لفظ ہے۔ جو متعدد معانی میں مستعمل ہے۔ عربی زبان کی خاصیت یہ ہے کہ ایک لفظ کئی معانی کا حامل ہے۔ سیرت کا لفظ اردو زبان میں انہی معانی میں مستعمل ہے جیسا کہ عربی زبان میں اصطلاحاً استعمال ہوتا ہے۔ القاموس الوحید میں ہے "السُنَّۃَ اَوالسِّیرَۃَ، نقشِ قدم پر چلنا، اتباع و پیروی کرنا، طرز اختیار کرنا۔" 1 السِّیرَۃُ النَّبَوِیَّۃ: نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی تفصیل و واقعات اور غزوات، سیرت پر لکھی ہوئی کتابیں۔ (عربی میں کہتے ہیں) حَسَنُ السِّیرَۃُ (نیک چلن)، سَیِّءِ السِّیرَۃُ (بد چلن)۔ 2 لفظ "سیرۃ" دراصل "سارا یسیر و مسیراً" سے نکلا ہے اور اس کے معانی ہیں "جانا، روانہ ہونا، چلنا، طریقہ، مذہب، سنت، ہیئت، حالت، کردار، کہانی، پرانے لوگوں کے قصے اور واقعات کا بیان، خصوصیت سے آنحضرت ﷺ کے مغازی کا بیان اور بعد میں آنحضرت ﷺ کے طریقے کا بیان جو غیر مسلموں کے ساتھ جنگ (اور صلح) میں آپ نے روا رکھا اور آخری صورت میں آپ کے تمام حالات کا بیان بمعنی سوانح عمری، بائیوگرافی، لیکن توسیعی صورت میں ابطال کے کارناموں کا بیان بھی سیرت کہلانے لگا۔" 3 یعنی بزرگوں کے سوانح حیات اور کارناموں پر تحریر کی جانے والی کتب کو بھی سیرت کہا گیا ہے مثلاً سیرت خلفاء راشدین، سیرت عائشہ، سیرۃ النعمان، سیرت اعلیٰ حضرت (بریلوی) وغیرہ۔

مولانا عبد الرشید نعمانی رقم طراز ہیں: "سَیِّرَ، چلنا، سَیر کے معنی زمین پر چلنے کے ہیں، یہ سَارَ اَیَسِیرُ، کا مصدر ہے جو ضَرَبَ یَضرِبُ، سے آتا ہے۔ سُیِّرَت، وہ چلائی گئے، وہ چلائے گئے، تَسیِیرُ"۔ سے جس کے معنی چلانے کے ہیں، واحد مُونث غائب 4 امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "تَسیِیرُ، ضربان : احدھما : بالامر الاختیار والارادۃ نم السائر نحو: ھو الذی یسیرکم، الثانی : بالقھر

والتسخیر تسخیر الجبال، واذاالجبال سیرت" یعنی:تَسیِیرُ کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو چلنے والے کے اختیار اور ارادہ سے ہو جیسے ھوالذی یسیر کم، اور دوسرا وہ جو بذریعہ قہر و تسخیر ہو، جیسے کہ پہاڑوں کی تسخیر ہے، واذاالجبال سیرت۔5

سیرت کی اصطلاح قرآن مجید میں:

لفظ سیرت کا مادہ، سارا، قرآن کریم میں مختلف صیغوں کی صورت میں ستائیس(27) مرتبہ آیا ہے۔اور جن مقامات پر آیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(1)۔ آیت نمبر:29 ،سورۃ القصص(28)، (2)۔آیت نمبر:10،سورۃطور(52)، (3)۔آیت نمبر:109،سورۃیوسف(12)،(4)۔آیت نمبر:46سورۃالحج(22)،(5)۔آیت نمبر:9 سورۃ الروم(30)، (6)۔ آیت نمبر:44 سورۃ الفاطر(35)، (7)۔ آیت نمبر:21سورۃالغافر(40)،(8)۔آیت نمبر:82سورۃ الغافر(40)، (9)۔آیت نمبر:10سورۃ محمد(47)، (10)۔آیت نمبر:137سورۃآل عمران(3)، (11)۔آیت نمبر:11 سورۃالانعام (6)، (12)۔آیت نمبر:36 سورۃ النحل(16)، (13)۔آیت نمبر:69 سورۃالنمل(27)، (14)۔آیت نمبر:20 سورۃ العنکبوت(29)، (15)۔آیت نمبر:42 سورۃ الروم(30)، (16)۔ آیت نمبر:18سورۃ السبا(34)، (17)۔آیت نمبر:47سورۃالکھف(18)، (18)۔آیت نمبر:22سورۃالیونس(10)، (19)۔ آیت نمبر:31سورۃالرعد(13)، (20)۔آیت نمبر:20 سورۃالنبا(78)، (21)۔آیت نمبر:3سورۃالتکویر(81)،(22)۔آیت نمبر:18سورۃ السبا(34)، (23)۔ آیت نمبر:10سورۃالطور(52)، (24)۔ آیت نمبر:21سورۃ طہٰ(20)، (25)۔آیت نمبر:96سورۃ المائدہ (5)، (26)۔آیت نمبر:10سورۃالیوسف(12)، (27)۔آیت نمبر:19سورۃالیوسف(12)،6

ایک مقام پر ارشاد ہوا: سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ 7

ترجمہ:"ہم اسے پہلی حالت پر لوٹا دیں گے"۔

آیت مذکورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا(کتاب یا لاٹھی) کے سانپ بن جانے کے بعد دوبارہ اصلی حالت میں آجانے کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن کریم کے مذکورہ مقام پر سیرۃ کی اصطلاح، حالت اور کیفیت کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ جب کہ اکثر مقامات پر زمین پر سیر و تفریح کرنے، چلنے پھرنے اور سیاحت کرنے کے مفہوم میں وارد ہوئی ہے۔ گاڑی کو سیارہ کہتے ہیں کیوں کہ وہ چلتی اور دوڑتی ہے۔ اس تناظر میں سیرت کا لفظ جب کسی انسان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد اس کی شکل وصورت، کردار اور طریقہ کار ہوتا ہے جس کا وہ عامل ہوتا ہے جس طریقے پر وہ چلتا ہے۔

سیرت کی اصطلاح کتب حدیث میں:

سیرت کا لفظ قرآن کریم میں جناب رسول اکرم ﷺ کے لیے استعمال نہیں ہوا البتہ کتبِ حدیث میں سیرت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ: "قام علی علی المنبر فذکر رسول اللہ(ﷺ) فقال قبض رسول اللہ (ﷺ) واستخلف ابوبکر(رضی اللہ عنہ) فعمل بعملہ وساربسیرتہ حتی قبضۃ اللہ عزوجل علی ذالک ثم استخلف عمر(رضی اللہ عنہ)علی ذالک فعمل بعملھما وسارا بسیرتھما حتیٰ قبضہ اللہ عزوجل علی ذالک"[8]۔

سیرت کی اصطلاح اردو زبان میں:

اردو زبان میں عام بول چال کے دوران صورت اور سیرت کے الفاظ ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ شادی بیاہ کے معاملات میں خصوصاً لڑکی اور عموماً لڑکے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: "صورت کے ساتھ نیک سیرت کا ہونا بھی ضروری ہے"۔

ماضی قریب میں جب سبق آموز اور اصلاحی پاکستانی فلمیں بنا کرتی تھیں۔ اس دور میں ایک فلم بنام "صورت اور سیرت" بھی بنائی گئی تھی جس کے نمایا فنکاروں میں لالا سدھیر، مصطفیٰ قریشی، نیئر سلطانہ، محمد علی اور وحید مراد وغیرہ تھے۔ جس کی ایک قوالی "بندہ تو گناہ گار ہے رحمٰن ہے مولا" مشہور ہوئی۔ ابھی حال ہی میں جیو ٹیلی وژن سے ایک ڈرامہ سیریل، بنام "سیرت" پیش کیا گیا ہے۔ جس کے نمایا فنکاروں میں روبینہ اشرف اور عابد علی ،وغیرہ شامل

تھے۔ فلم اور ٹی وی ڈرامہ سیریل کے عنوان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سیرت کی اصطلاح اردو زبان میں عام استعمال کی جاتی ہے۔

مسلمانوں میں رائج آئینہ دیکھتے وقت کی دعا ''اللّٰھم حسنت خلقی فحسن خلقی'' اسی لیے پڑھی جاتی ہے کہ اللہ رب العٰلمین ہماری صورتوں کی طرح ہماری سیرت کو بھی اچھا بنادے۔ اگرچہ اس دعا میں لفظ سیرت استعمال نہیں ہوا لیکن اس دعا سے سیرت کا ہی مفہوم نکلتا ہے۔ الغرض سیرت کا لفظ عام لوگوں کے اخلاق و کردار کے بارے میں بھی استعمال ہونے لگا ہے لیکن اس لفظ کے عام استعمال ہونے کے باوجود سیرت کا لفظ آنحضرت ﷺ کی ذات والاصفات کے ساتھ خاص ہے۔ سیرت کے حوالے سے منعقد ہونے والی محافل، رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مضامین، مجالس میں پیش کیے جانے والے مقالات، سیرت کے عنوان سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں پیش کیے جانے والے پروگرام جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات والاصفات سے ہی منسوب ہوتے ہیں۔

بہرحال سیرت کے اولین اصطلاحی معنیٰ جناب رسول کے مغازی اور سوانح حیات ہیں۔ سید سلیمان ندوی رقم طراز ہیں:

''محدثین اور ارباب رجال کی اصطلاح قدیم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خاص غزوات کو مغازی اور سیرت کہتے تھے۔ چناں چہ ابن اسحاق کی کتاب کو مغازی بھی کہتے ہیں اور سیرت بھی، حافظ ابن حجر فتح الباریؒ کتاب المغازی میں یہ دونوں نام ایک ہی کتاب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ فقہ کی بھی یہی اصطلاح ہے، فقہ میں جو باب کتاب الجہاد واسیر باندھتے ہیں اس میں سیرت کے لفظ سے غزوات اور جہاد کے احکام مراد ہوتے ہیں۔ کئی صدی تک یہی طریقہ رہا چناں چہ تیسری صدی تک جو کتابیں سیرت کے نام سے مشہور ہیں مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت ابن عائذ، سیرت اموی وغیرہ ان میں زیادہ تر غزوات ہی کے حالات ہیں۔ البتہ زمانہ ما

بعد میں مغازی کے سوا اور چیزیں بھی داخل کرلی گئیں مثلاً مواہب لدنیہ میں غزوات کے علاوہ سب کچھ ہے۔" 9

عام خیال کیا جاتا ہے کہ سیرت کا لفظ سب سے پہلے ابن ہشام نے استعمال کیا حالاں کہ سیرت کا لفظ ابن ہشام سے قبل بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ ڈاکٹر مارسڈن جونس (Dr. Marsden Jones) واقدی کی کتاب "المغازی" کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: "اس میں کچھ شک نہیں کہ لفظ سیرت کا سیرت النبی ﷺ کے معنی میں استعمال ابن ہشام کی ابن اسحاق سے روایت سے قبل بھی ہوا۔ جب کہ کتاب الاغانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا اس خاص معنی میں استعمال محمد بن شہاب الزہری (م124ھ) کے زمانہ میں بھی معروف تھا"۔ 10

سیرت نگاری کا تاریخی پس منظر:

کتب سیر و مغازی لکھنے کا آغاز صحابہ صغائر کے دور سے ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر انور محمود خالد رقم طراز ہیں: "تابعین اور تبع تابعین میں بعض ایسے علماء کے نام ملتے ہیں جنہوں نے مغازی و سیر کے مجموعے تالیف کیے اور اگرچہ وہ مجموعے امتداد زمانہ سے تلف ہوگئے لیکن ان کے حوالے بعد کے مولفین کی کتب سیرت میں جابجا نظر آتے ہیں۔ ان میں ابان بن عثمان، عروۃ بن زبیر، شرجیل بن سعد، وہب بن منبہ، عبداللہ بن ابوبکر، عاصم بن عمر قتادہ، ابن شہاب زہری، ابوالاسود، محمد بن عبدالرحمن، معمر سلیمان بن طرحان، معمر بن راشد، ابومعشر السندی اور موسیٰ بن عقبہ کے نام پیش پیش ہیں"۔ 11

اس فن کی ترقی کے حوالے سے یہ بات بھی عام ہے کہ: "عمر بن عبدالعزیز نے مغازی کی طرف خاص توجہ کی ان کے حکم سے عاصم بن عمر بن قتادہ (م121ھ) مسجد دمشق میں مغازی ومناقت کا درس دیا کرتے تھے اسی زمانے میں ابن شہاب الزہری (م124ھ) نے مغازی پر ایک مستقل کتاب لکھی"۔ 12

معروف سیرت نگار مولی بن عقبہ الاسدی (م 141ھ) جنہوں نے فن مغازی میں نقد وجرح کا اصول اپنایا اور فن مغازی کے امام ابن اسحاق (م151ھ) ابن شہاب الزہری کے شاگرد تھے۔ ابن اسحاق کی کتاب سیرۃ رسول اللہ المغازی موجودہ دور میں نایاب ہوگئی ہے۔ البتہ سیرت النبی ابن ہشام جو کہ ابن اسحاق کی کتاب کی منقح واضافہ شدہ شکل ہے بازار میں عام دستیاب ہے۔ ابن اسحاق کی کتاب کا مخطوطہ بروایت یونس بن بکیر (م199ھ) مکتبہ القرویین، فاس میں موجود ہے۔"13۔

ابن اسحاق کے بعد سیرت نگاری کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہوا اور متعدد فضلا نے سیرت نگاری پر قلم اٹھایا۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں سیرت النبی ﷺ پر کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اہل ایمان کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ زندگی کے مختلف گوشوں میں آپ کی اتباع کریں۔ چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر کتب سیرت سے استفادہ ضروری ہے۔ اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہر زبان میں کتب سیرت کا ہونا ناگزیر ہوگیا ہے۔ اس لیے ہر زبان کے لوگ اپنے علم، بساط اور توفیق کے مطابق سیرت نگاری میں اپنی خدمات پیش کرنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

اردو میں سیرت نگاری:

سیرت طیبہ پر سب سے زیادہ کام اردو زبان میں ہوا اور بہت سی عربی و فارسی کتبِ سیرت کے اردو تراجم بھی ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں کتب سیرت کی تالیفات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ جہاں تک اردو میں سیرت نگاری کی ابتداء کا تعلق ہے تو اس کا آغاز اس وقت شروع ہوگیا تھا جب اردو زبان ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی۔ مختلف اسلامی عنوانات کے تحت صوفیاء نے رسالے وکتابیں تصنیف وتالیف کیں۔ یہ وہ دور تھا جب فارسی زبان عروج پر تھی اور اردو ہندی کے نام سے عوامی زبان بن رہی تھی۔ اردو میں سیرت نگاری کے آغاز کے بارے میں بعض محققین کی آراء یہ ہیں:

ڈاکٹر تحسین فراقی اور ڈاکٹر انور محمود خالد کی تحقیق کے مطابق اردو منظوم کتب سیرت کا آغاز گیارہویں صدی ہجری اور نثر کتب سیرت کی ابتداء تیرہویں صدی میں ہوئی اور اس کا وطن دکن ہے۔ڈاکٹر تحسین فراقی رقم طراز ہیں: ''اردو میں منظوم کتب سیرت کا آغاز گیارہویں صدی ہجری میں ہو چکا تھا۔ جب کہ نثر میں اس کا آغاز تیرہویں صدی ہجری میں ہوا، دکن میں کثرت سے میلاد نامے، معراج نامے، نور نامے، وفات نامے اور شمائل نامے لکھے گئے، ان میں اکثر نظم میں تھے۔ چند نثر میں اور بعض ایسے بھی ہیں جن میں نظم و نثر دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ چناں چہ ویلوری کی روضۃ الانوار سے لے کر ولی دکنی کے نعتیہ قصیدے تک اور پھر بعد کی دو صدیوں میں ان منظوم سیرت اور کتب سیرت کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز ہے''۔14

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس (استاد شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج لاہور) انیسویں صدی کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ''اس صدی کے آخری میں مولود نامے لکھے گئے جن کا علمی و تحقیقی جائزہ استاذ مظفر عالم جاوید نے اپنے ڈاکٹریٹ15 کے مقالہ ''اردو میں میلاد النبی'' میں کیا ہے''۔16

تاریخی اعتبار سے اردو زبان میں آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ پر جو کام ہوا ان میں مولود نامے، میلاد نامے ہی ہیں جو کہ اردو زبان کی ابتداء میں نظم اور پھر نثر کی صورت میں لکھے گئے۔ان میلاد ناموں، مولود ناموں پر تنقید کا آغاز سر سید اور ان کے رفقاء کی جانب سے ہوا۔ سید ابوالخیر کشفی رقم طراز ہیں:''اردو میں سیرت نگاری کے دور کا حقیقی آغاز سر سید اور ان کے رفقاء سے ہوا ان کے دینی افکار سے کسی کو لاکھ اختلاف ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ اسلام ان کے فکری شخصیت اور تحریک کی اساس ہے۔اس عہد میں جو میلاد نامے ہماری محفلوں میں پڑھے جاتے تھے ان میں بے حد ضعیف اور کمزور روایتیں جگہ پا چکی تھیں۔ یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ تھی۔ سر سید احمد خان اور حالؔی نے اسے وقت کی اہم ضرورت سمجھا کہ میلاد کی مجلسوں کے

لیے سیرت کی ایسی مختصر کتابیں لکھی جائیں جن میں ثابت شدہ روایات ہوں اور موضوعی روایات و احادیث سے دامن بچایا جائے۔ سرسید کی جلاء القلوب بذکر المحبوب اور حالی کے مولود شریف سے اس سلسلے کا آغاز ہوتا ہے بعد میں اسی نمونہ پر مولانا راشد الخیری نے آمنہ کا لال اور سیماب اکبر آبادی نے زنانہ میلاد لکھا"۔17؎

تحقیق و تنقید کا سلسلہ آگے بڑھا کتابوں کی طباعت و اشاعت ہوئی۔ متعدد سیرت نگاروں نے سیرت نگاری پر قلم اٹھایا لیکن جو کارنامہ شبلی نے انجام دیا ان سے قبل کوئی اور اردو نثر نگار اس طرف متوجہ نہیں ہوا۔ شاہ معین الدین احمد ندوی رقم طراز ہیں: "سیرت النبی کی تالیف سے پہلے اردو میں سیرت نبوی پر جس قدر کتابیں لکھی گئیں وہ زیادہ تر مغازی، اخلاق و شمائل نبوی پر مشتمل ہیں۔ ان میں روایات کی صحت اور تحقیق و تنقید کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا اور وہ ہر قسم کی رطب و یابس روایات کا مجموعہ ہیں۔ صرف بعض کتابیں مثلاً قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کی "رحمت اللعالمین" اور اس قسم کی چند کتابیں اس سے مستثنیٰ تھیں مگر ان کا نقطہ نظر بھی دار المصنفین کی سیرۃ النبی ﷺ سے مختلف تھا اور وہ صرف دین دار مسلمان کے ذوق کی تھیں۔ ان میں مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات جدید ذوق رجحان کی تشفی کا کوئی سامان نہ تھا۔ اس لحاظ سے اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں ان تمام ضروریات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔"18؎

ندوی صاحب کی بات کی تائید حامد حسن قادری کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ: "اردو با اصول محقق اور مکمل سیرت لکھنے کی سعادت علامہ شبلی کے حصہ میں آئی اور سچ یہ ہے کہ ایسی جامع سیرت دنیا کی کسی زبان میں موجود نہیں"۔19؎

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ "سیرت النبی" مکمل طور پر علامہ شبلی نعمانی کی تالیف نہیں اس کتاب کی تالیف میں ان کے شاگرد و رفقاء نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ سیرت النبی کی تالیف میں ایک پوری ٹیم سرگرم عمل رہی۔ "ان میں سید سلیمان ندوی، عبد الماجد دریا آبادی اور عبد السلام

ندوی نے باقاعدہ اسٹاف کی حیثیت سے کام کیا لیکن ان کے علاوہ مولانا شروانی، شیخ عبد القادر، مہدی افادی، جنید (اپنے بھائی)، سید نواب علی اور مولانا حمید الدین فراہی سے خط و کتابت کے ذریعے مدد لیتے رہے"۔20؎

شاہ معین احمد ندوی تو کہتے ہیں کہ: "سیرۃ النبی چھ ضخیم مجلدات میں ہے پہلے دو حصے علامہ شبلی کے قلم سے ہیں اور باقی چار مولانا سید سلیمان ندوی کی تالیف ہیں"۔21؎

شاہ معین الدین احمد ندوی کا یہ مضمون 1955ء میں شائع ہوا۔ اس وقت سیرۃ النبی ﷺ کی چھ جلدیں تھیں، ساتویں کے بارے میں ابو علی اعظمی رقمطراز ہیں: "ساتویں جلد کا نامکمل مسودہ سید صاحب اپنے ساتھ دارالہجرت کراچی لے گئے جواب منظر عام پر آنے کے لیے کارکنان دارالمصنفین کی نگاہ التفات کا منتظر ہے"۔22؎

ڈاکٹر انور محمود رقم طراز ہیں: "یہی نامکمل مسودہ سیرۃ النبی ﷺ جلد ہفتم کے نام سے 1980ء میں شائع ہوا اور اس کی اشاعت کا شرف بھی دارالمصنفین کے موجودہ ناظم سید صباح الدین عبدالرحمن کو حاصل ہوا"۔23؎ الغرض "سیرت النبی" کی تالیف میں علامہ شبلی کے شاگرد سلیمان ندوی نے اہم کردار ادا کیا۔ جہاں تک کتاب مذکورہ کی انفرادیت کا تعلق ہے تو یہ اردو زبان میں لکھی گئی سابقہ کتبِ سیرت میں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر نثار احمد، شبلی کی "سیرت النبی ﷺ" پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "اردو سیرت نگاری کے باب میں وہ ایک بڑا سنگ میل تھا جو علامہ العلام مولانا شبلی نے عبور کیا لیکن ضرورت پھر بھی باقی رہی کہ بات کو مولانا شبلی سے آگے بڑھایا جائے"۔24؎

چناں چہ شبلی کے شاگرد سلیمان ندوی نے "سیرت النبی" مکمل کرنے کے بعد خطبات مدرس کے نام سے کتاب تالیف کی اور اس میں سیرۃ النبی کے برعکس ایک جدید اسلوب اپنایا۔ انہوں نے رسولِ کریم ﷺ کی سوانح حیات کو سلسلہ وار تحریر کرنے کے بجائے آنحضرت ﷺ کی تاریخی حیثیت اور آپ کی حیات طیبہ کے عملی پہلوؤں کو روشناس کرایا۔ خطبات مدرس کی

باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ یہ ان خطبات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مدراس میں دیئے تھے۔سید سلیمان ندوی رقم طراز ہیں: ''سیرت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوں پر چند خطبات (لکچرز) ہیں جو جنوبی ہند کی ''اسلامی تعلیمی انجمن'' کی فرمائش پر اکتوبر اور نومبر 1925ء میں دیئے گئے تھے''۔25 سید صاحب رقم طراز ہیں: ''یہ خطبے مدراس کے ''لالی ہال'' میں مغرب کے بعد ہر ہفتہ اور بعض ہفتہ میں دو دفعہ دیئے گئے اور اس طرح یہ آٹھ خطبے اکتوبر 1925ء کے پہلے ہفتہ سے شروع ہو کر نومبر 1925ء کے اخیر ہفتہ میں ختم ہوئے''۔26 سید صاحب رقم طراز ہیں: ''یہ خطبات پہلے پہل 1936ء میں میری غیر حاضری میں جب میں حجاز میں تھا میرے کٹے پٹے مسّودے سے چھپے تھے۔ دوسری دفعہ بھی یہی ہوا۔ اب اس تیسرے ایڈیشن میں موقع ملا کہ اس پر نظر ثانی کی جاسکے (14 نومبر 1936ء)''۔27

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اپنی کتب سیرت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''میری یہ آرزو رہی کہ حضرت سید وُلدِ آدم محمد النبی الامّی ﷺ کی سیرت پر تین کتابیں لکھ سکوں، مختصر، متوسّط، مطوّل۔ 1899ء میں مختصر کتاب لکھ چکا ہوں۔ اس کا نام مُہرِ نبوّت ہے۔ متوسّط کتاب، کا نام رحمۃ للعالمین تجویز کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہو گی۔ یہ پہلی جلد ہے جسے ناظرین مطالعہ فرمارہے ہیں۔ دوسری جلد 1921ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی ان شاء اللہ جلد شائع ہو گی۔ ان کے بعد پھر سیرت نبوی ﷺ پر ایک کتاب پورے شرح وبسط کے ساتھ لکھی جائے گی (انشاء اللہ)۔28 قاضی منصور پوری صاحب اپنی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''مضامینِ کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری کوشش وسعی کی ہے''۔29

اردو سیرت نگاری کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے سید مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں: ''اردو زبان میں اس (سیرت نبوی) کا ذخیرہ موجود ہے۔ خصوصاً پچھلے چند سالوں میں قاضی سلیمان مرحوم منصور پوری نے ''رحمۃ للعالمین'' چودھری نواب علی صاحب نے ''تذکرۃ

المصطفیٰ"۔ "سیرت الرسول" ڈاکٹر عبد الحکیم مرحوم نے "النبی والاسلام" اور آخر میں علامہ شبلی مرحوم اور ان کے جانشین برحق مولانا سید سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبی ﷺ" کے ذریعہ سے اُردو زبان کو "مضامین سیرت طیّبہ" سے مالامال کر دیا ہے۔ تا آنکہ دوسری اسلامی زبانوں کو بھی اُردو کی اس جامع، شگفتہ اور مستند کتاب کا ترجمہ کرنا پڑا"۔30 ہمارے زیر مطالعہ، سید مناظر احسن گیلانی، کی کتاب "النبی الخاتم" پر سن اشاعت، مذکور نہیں۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر 1937ء کے شمارے میں کتاب مذکورہ پر تبصرہ شائع ہوا تھا اس کے مطالعے سے یہ جان کاری ہوئی کہ، مکتبہ علمیہ، حیدر آباد، دکن، نے اسے شائع کیا ہے۔ سید مناظر احسن گیلانی، اپنی کتاب "النبی الخاتم" کے متعلق تحریر کرتے ہیں: "اس کتاب کا، بلکہ مختصر سے "رسالہ" یا "مقالہ" کا تعلق "سیرت طیّبہ" علیٰ صاحبہا الف سلام و تحیّہ سے ہے۔ لیکن ارادۃً اس میں "سیرت" کے واقعات کو تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے بلکہ بجائے "واقعات" کے صرف نتائج سے ایک خاص نقطہء نظر کو پیش رکھ کر کی گئی ہے"۔31 گیلانی صاحب رقم طراز ہیں: "میری عرض فقط اس قدر ہے کہ بجائے واقعات کے صرف نتائج پر مطلع ہونے کے لیے یہ رسالہ جو چوتھی بار شائع ہو رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور شاید نا مسلمانوں (غیر مسلموں) کے لیے بھی مفید ثابت ہو گا"۔32

مولانا مناظر احسن گیلانی کے شاگرد، ممتاز محقق، دانش ور اور کئی کتابوں کے مصنف ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے سیرت نگاری میں ماڈرن ازم کو فروغ دیا اور سیرت کے واقعات کو جدید اسلوب میں بیان کیا ہے جس کا انمول شہکار "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" ہے۔ ایک اشاعتی ادارے نے ان کی مذکورہ کتاب میں ترمیم کی بعض چیزوں کا اضافہ اور کچھ چیزوں کو حذف کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے کتاب "مخمل میں ٹاٹ کا پیوند" کی مشابہ ہو گئی ہے اور اس ترمیم کو مصنف کی جانب منسوب کر دیا ہے۔

استاذی علامہ زاہد الراشدی رقم طراز ہیں: ''انہوں نے سیرت نبوی کے سیاسی پہلوؤں اور اسلام کے اجتماعی نظام کے حوالے سے نمایاں علمی خدمات سرانجام دیں۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی اور دور نبوت کے سیاسی وثائق کے حوالے سے ان کا علمی کام اہل علم کے لیے گراں قدر تحفہ ہے۔ سیرت نبوی کے مختلف عنوانات پر بہاول پور اسلامی یونیورسٹی میں ان کے خطبات نے بہت مقبولیت حاصل کی جو ''خطبات بہاول پور'' کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں اور ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' کے عنوان سے ان کی محققانہ تصنیف کو بھی اہل علم کے ہاں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔33؎

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی سیرت کے موضوع پر دیگر کتب درجہ ذیل ہیں: اسلامی ریاست، رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی، رسول اللہ ﷺ بحیثیت شارع و مقنن، سیاسی وثیقہ جات، عہد نبوی کے میدانِ جنگ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ان کتب کے علاوہ انہوں نے اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ کے لیے بھی 32 مضامین تحریر کیے، جن میں احد، بدر، حدیبیہ، حلف الفضول، حنین، خندق، خیبر، طائف، حضرت محمد ﷺ، عہد نبوی میں نظم و نسق مملکت، رسول اللہ اکرم ﷺ بطور مقنن، اور معراج جیسے مضامین بھی شامل ہیں۔34؎ اس کے علاوہ ان کے کئی ایک مضامین ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' کی اشاعتِ جدیدہ کے معائینہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے ان کی مذکورہ کتاب سے، کتابت کے بعد کچھ مواد نکال لیا گیا ہے اگر ہمارا شبہ درست ہے تو یہ بد اخلاقی اور خیانت کے زمرے میں شمار ہوگا۔ ملاحظہ صفحہ نمبر: 22،18، 30، 68،58،42، 100، 102،188، 176، 322،306،232،338۔ وغیرہ صفحات سادے ہیں بعض صفحات آدھے ہیں۔ کہیں کہیں سطور کم ہیں۔35؎

اردو زبان میں ایک کام ''سیرت مصطفیٰ'' کے نام سے علامہ محمد ادریس کاندھلوی نے سرانجام دیا۔ سیرت مصطفیٰ جلد اول کا زیر مطالعہ ایڈیشن، الطاف اینڈ سنز، کراچی کا شائع شدہ

ہے۔ جس کے کل صفحات 473 ہیں۔ کتاب کا آغاز، کلمات بابرکات، از مولانا اشرف علی تھانوی، سے ہوتا ہے۔ تھانوی صاحب رقم طراز ہیں: ''کسی کسی جگہ احقر نے خفیف خفیف مشورے بھی دیئے ہیں۔ جن کو فاضل مؤلف نے بشاشت سے قبول کیا جو ان کے انصاف اور اخلاص کی واضح دلیل ہے۔۔۔ اگر میرے پاس وقت اور قوت ہوتی تو اس کو اول سے آخر تک سنتا مگر ضعف وضیق وقت سے یہ آرزو پوری نہ کر سکا امید ہے کہ بقّیہ کتاب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ''وللآخرۃ خیر الك من الاولیٰ'' کا مظہر ہو گی''۔36؎ یہ تو بزرگوں کے عاجزانہ مزاج کی بات ہے لیکن مؤلف نے اپنے مذہب کا کھل کر اظہار کر کے کتاب مذکورہ کے مقصد کو بیان کیا ہے۔ مؤلف رقم طراز ہیں: ''آں حضرت ﷺ کی اصل سیرت تو پوری حدیث ہے لیکن متقدمین کی اصطلاح میں فقط غزوات اور سرایا کے حالات اور واقعات کے مجموعہ کو سیرت کہتے ہیں حدیث آٹھ علوم کے مجموعہ کا نام ہے اور سیرت اس کا ایک جز ہے۔

ع سیَر آداب وتفسیر وعقائد فتن اشراط واحکام ومناقب

لیکن اس زمانہ میں سیرت کا اطلاق سوانح عمری پر کیا جاتا ہے''۔37؎

علامہ محمد ادریس کاندھلوی رقم طراز ہیں: ''اس دور میں اگرچہ سیرت نبوی پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں لیکن اُن کے مؤلفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفۂ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے اس قدر مرعوب اور خوف زدہ ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات و احادیث کو توڑ موڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں اور انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یہ باور کرادیں کہ عیاذاباللہ آں حضرت ﷺ کا کوئی قول اور کوئی فعل مغربی تہذیب وتمدن اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کے خلاف نہ تھا''۔38؎ آگے لکھتے ہیں کہ: ''اس لیے اس ناچیز نے یہ ارادہ کیا کہ سیرت میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے کہ جس میں اگر ایک طرف غیر مستند اور غیر معتبر روایات سے پرہیز کیا جائے تو دوسری طرف کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا جائے اور نہ کسی حدیث میں اُن کی خاطر سے کوئی تاویل کی جائے اور نہ راویوں پر

جرح کر کے اُس حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی جائے اس ناچیز کا مسلک یہ ہے جو آپ کے سامنے پیش کر دیا"۔39مذکورہ اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ تالیف مذکورہ کو کاندھلوی صاحب نے روایتی انداز میں، احادیث کی روشنی میں مرتب کیا اور اس کو اپنا مذہب و مسلک قرار دیا ہے۔ ان کے اس تحریری بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کوئی تحقیقی کام نہیں بلکہ اول درجے کا تقلیدی کام ہے۔

ایک دوسرے کے مسالک کی مخالفت میں بھی سیرت النبی پر کتب تالیف کرنے کا سبب بنی۔ جب مسالک و مکاتب کی بات آتی ہے تو ان میں علمائے دیوبند اور ان کے بعد اہل حدیث مکتب فکر کے علماء کا نام آتا ہے ان مسالک سے تعلق رکھنے والے قلمکاروں نے اپنے اپنے نظریات اور مذہبی رجحانات کے تحت کتابیں تالیف کیں اور وہ کتابیں بازار میں باآسانی دستیاب بھی ہیں۔ اس تناظر میں "الرحیق المختوم" کا بھی ذکر کر لیتے ہیں جو کہ صفی الرحمٰن مبارک پوری کی اردو زبان میں سیرت کے موضوع پر ایک تالیف ہے۔ اہل حدیث مکتب میں خصوصی طور پر پسند کی جاتی ہے۔ اس کتاب کو بھی اردو کی کتب سیرت میں شمار کیا جاتا ہے جب کے یہ کتاب عربی وانگریزی ترجمے میں بھی دستیاب ہے۔ تفصیل کے مطابق، بہ روز جمعہ یکم دسمبر 2006ء مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کا انتقال ہو گیا وہ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے سابق امیر بھی رہے ہیں، مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے رابطہ عالم اسلامی، مکہ معظمہ کے انعامی مقابلے کے لیے سیرت نبوی ﷺ پر "الرحیق المختوم" کے عنوان سے اپنا مقالہ سپرد قلم کیا جو دوسرے مقالوں سے فائق ہونے کی بنا پر پہلے انعام کا مستحق قرار پایا، پچاس ہزار ریال کا یہ انعام 1979ء میں انھیں ایک باوقار تقریب میں مکہ معظمہ میں اس کے نائب گورنر امیر سعود بن الحسن کے ہاتھوں دیا گیا۔ "الرحیق المختوم" کی گراں مایہ تصنیف نے ان کے لیے سرزمین عرب میں قیام کی راہ ہموار کر دی۔ پہلے تو مدینہ یونیورسٹی کے شعبہ مرکز السنۃ والسیرۃ النبویہ میں ان کا تقرر ہوا، یہاں سیرت نبوی سے متعلق تاریخ و حدیث کے مواد کی تحقیق و تنقیح کا کام

کرتے تھے، جب یہ معاہدہ ختم ہوا تو ریاض کے مکتبۃ السلام کے سربراہ مقرر کئے گئے اور مدۃ العمر اس تعلق کو باقی رکھا، دارالسلام سے ان کی شاہ کار تصنیف ''الرحیق المختوم'' کے ترجمے کئی زبانوں میں ہوئے یہیں انہوں نے اس کتاب کا اختصار ''روضہ الانوار فی سیرۃ النبی المختار'' کے نام سے میٹرک تک کے طلبہ کے لیے کیا تھا اور خود ہی اس کا اردو ترجمہ ''تجلیات بنوت'' کے نام سے کیا''۔40؎

علمائے اہل سنت، اس کتاب ''الرحیق المختوم'' کے حوالے سے تحفظات رکھتے ہیں۔ ان تحفظات میں سے چند کی نشاندہی، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ پیر صاحب رقم طراز ہیں: ''سیرت کے موضوع پر آج کل جو لٹریچر بازار میں آرہا ہے ان میں بھی عام طور پر کمالات محمدی (ﷺ) اور شمائل مصطفوی (ﷺ) کے ذکر میں بخل سے کام لیا جانے لگا ہے۔ اس لیے عصر جدید کے مصنفین کی کتبِ سیرت کا مطالعہ کرنے سے واقعات تو اپنے تاریخی تسلسل کے ساتھ ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ ان کا باہمی ربط وضبط بھی کافی حد تک سمجھ آجاتا ہے۔ مخالفین کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کے معقول جوابات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے لیکن عام طور پر قاری مطالعہ سیرت کی روح سے بے بہرا رہتا ہے۔ محبت نبوی (ﷺ) کا جذبہ طوفان بن کر اس کے سینے پر امڈ کر نہیں آتا۔ دل بے قرار ہو کر اللہ کے رسول (ﷺ) کے نقول پاک کو غیر مشروط طور پر اپنا حضر اپنانے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا میری تمنا یہ ہے کہ میرے خالق کریم میرے معبودِ برحق نے کمالِ فیاضی سے اپنے حبیب (ﷺ) اور ہمارے محبوب رسول (ﷺ) کو جو کمالات، جو خوبیاں اور جن صفاتِ حمیدہ سے مزین کیا ہے اور اس کے اسوۃ حسنہ کو جن دل آویزیوں اور رعنائیوں کا پیکرِ جمیل بنایا ہے حتی الامکان ان کو بیان کرنے کی کوشش کروں تاکہ اس ذات قدسی صفات اس طور تجلیات رحمانی کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کی جسے سعادت نصیب ہو اس کا دماغ بھی اس منبع انوار کے جلوؤں سے روشن ہو اور اس کا دل بھی اس کی حدِ حسین اداؤں پر فریفتہ ہو''۔41؎

پیر صاحب کی کتاب ضیاء النبی (سات جلدیں) کی تالیف میں پیر صاحب کے بعض خدام نے بھی حصہ لیا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ ان میں علامہ عبد الرسول ارشد، جنھوں نے آخری دو جلدیں تالیف کیں۔ ان کے علاوہ بعض افراد ایسے بھی ہیں جنہیں پیر صاحب املا لکھوایا کرتے تھے۔ ان میں خاص طور پر محمد سعید اسعد کا نام قابل ذکر ہے۔ محمد سعید اسعد رقم طراز ہیں: ''مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ ضیاء القرآن کی جلد اول کے علاوہ بقیہ چار جلدوں اور ضیاء النبی کی پہلی پانچ جلدوں کا اصل مسودہ میرے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے''۔42

علامہ عبد الرسول ارشد رقم طراز ہیں: ''حضور ضیاء الامت انتقال سے پہلے برطانیہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ کی طبیعت کافی عرصے سے ناساز تھی۔ میں حضور ضیاء الامت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ضیاء النبی کی تکمیل میری زندگی کی ایک بہت بڑی حسرت ہے میں نے اس کام کے لیے بہت کوشش کی ہے اور اب بھی کر رہا ہوں لیکن صحت ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ اگر میں اس کام کو مکمل نہ کر سکا تو اس کی تکمیل کی ذمہ داری یا تو پیر زادہ امداد حسین صاحب کو اٹھانا پڑے گی یا اس کا بوجھ تمہارے کندھوں پر ڈالا جائے گا''۔43 کچھ عرصے بعد عبد الرسول ارشد برطانیہ سے پاکستان آئے تو پیر صاحب بستر علالت پر تھے۔ علامہ عبد الرسول ارشد رقم طراز ہیں: ''قبلہ سیدی کی طبی حالت کے پیش نظر میں نے معذرت کرنے کو خلاف مصلحت سمجھا اور عرض کیا حضور اگر میں یہ کام کر سکتا ہوں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ حسب ارشاد میں نے ضیاء النبی پر کام شروع کر دیا مجھے اس کی تکمیل میں تقریباً دو سال کا عرصہ لگا''۔44 اس طرح ضیاء النبی کی سات جلدوں کی تالیف کا کام پائے تکمیل کو پہنچا۔

بریلوی مکتب کے معروف عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف علامہ عبد المصطفی اعظمیؒ نے اپنی کتاب ''سیرت مصطفیٰ'' کے مقدمے میں لکھا ہے کہ: ''اغیار نے بار بار طعنہ مارا کہ علماء اہل سنت محبت رسول ﷺ کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اردو زبان میں سیرت نبویہ کے موضوع پر ان

لوگوں نے بہت کم ہی لکھا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری جماعتوں کے قلمکاروں نے اس موضوع پر اس قدر زیادہ لکھا کہ اردو کتابوں کی مارکیٹ میں سیرت کی بہت سی کتابیں مل رہی ہیں جو سب انہی لوگوں کے زور قلم کی مرہونِ منت ہیں۔ یہ ہیں وہ اسباب و محرکات جن سے متاثر ہو کر اپنی نا اہلی اور علمی سرمایہ سے افلاس کے باوجود مجھے قلم اٹھانا پڑا"۔45

عصر حاضر میں بریلوی مکتب فکر کے علماء کی متعدد اردو زبان میں سیرت طیبہ کے متعلق کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن کی اشاعت کا سہرا، فرید بک اسٹال لاہور اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کے سر ہے۔ ان سے قبل اشاعتی خدمات، مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی، سرانجام دیتا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی کتب خانوں نے ان کے علماء کی کتابیں شائع کی ہیں۔ ان میں سیرت رسول عربی، سیرت مصطفیٰ، ذکر جمیل، ضیاء النبی (مکمل سات جلدیں) اور مقدمہ سیرۃ الرسول، زیادہ معروف ہیں۔

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، مقدمہ سیرۃ الرسول، کے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں: "ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عصرِ حاضر کے انہی چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے، سیرۃ الرسول ﷺ، کی تصنیف کا آغاز فرمایا اور اردو زبان کی اس ضخیم ترین سیرۃ الرسول ﷺ، کا آغاز مقدّمہ سے کیا۔ جو نہ صرف اردو بلکہ سیرت پر لکھی گئی عرب و عجم اور مسلم و غیر مسلم دنیا کی تمام کتب میں اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے۔ اس سے قبل اسلامی دنیا میں تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتب کے مقدمے لکھے گئے، تاہم سیرت نگاری کی تاریخ میں کسی بھی مصنف نے اصول سیرت پر مشتمل مقدمہ تصنیف نہیں کیا۔ یہ امتیاز شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو حاصل ہے کہ آپ نے علمی دنیا میں اس باب کا اضافہ کیا"۔46 کتاب مذکورہ کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے سیرت کے عنوان پر متعدد کتابیں تالیف کیں۔ ان میں، سیرۃ الرسول کی آئینی و دستوری اہمیت، سیرۃ الرسول کی شخصی و رسالتی اہمیت، سیرۃ الرسول کی علمی و سائنسی اہمیت، سیرۃ الرسول کی اقتصادی اہمیت، سیرۃ الرسول کی عصری و بین الاقوامی اہمیت، سیرۃ الرسول کی انتظامی

اہمیت، سیرۃ الرسول کا جمالیاتی بیان (قرآن حکیم کی روشنی میں) اور مطالعۂ سیرت کے بنیادی اصول، وغیرہ شامل ہیں۔

سیرت نگاری کے حوالے سے ایک اہم بات یہ کہ بعض محققین جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیّبہ کو قرآن مجید کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، بعض نادان بے جا مخالفت کے سبب اُن کی سیرت نگاری کے حوالے سے کی گئی خدمات کو فراموش کر دیتے ہیں ان قلم کاروں نے رسول اکرم ﷺ اور اصحاب رسول رضی اللہ عنھم کے واقعات کو قرآن مجید کی روشنی میں پیش کیا ہے اور سر سید کے اجراء کیے گئے تنقیدی اسلوب کے تحت اُن واقعات پر تنقید کی ہے جو عام روایت پسندوں اور تاریخ نویسوں کی جانب سے پیش کئے جاتے ہیں جن سے رسول اکرم ﷺ اور اصحاب رسول رضی اللہ عنھم کی شان میں توہین کا پہلو بھی نکلتا ہے یا ان کی عزت داغ دار ہوتی ہے اور وہ واقعات قرآنی تعلیمات اور عقل کے خلاف بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ان سیرت نگاروں میں غلام احمد پرویز، حکیم نیاز احمد، حبیب الرحمٰن کاندھلوی، کے نام قابل ذکر ہیں، جنہوں نے اپنی تحریروں میں سیرت پر مبنی واقعات کو قرآن مجید کی روشنی میں لکھ کر سیرت نگاری کے قرآنی اسلوب کو فروغ دیا۔ نمونے کے طور پر، علامہ غلام احمد پرویزؒ کی معراج انسانیت اور شہکار رسالت، وغیرہ جیسی کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

علامہ پرویز رقمطراز ہیں: ''معراجِ انسانیت میں آپ کے سامنے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہی پیکرِ حسن وخوبی آئے گا جسے قرآن نے ایک جیتے جاگتے، چلتے پھرتے، ایمان و عمل کے بلند ترین مقام پر فائز انسان کی سیرت کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور جو ہر اس قوم کے لیے جو دنیا میں اس قسم کا خوشگوار انقلاب پیدا کرنا چاہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متشکّل کر کے دکھایا تھا، بہترین نصبُ العین بن سکتا ہے۔ اس سیرتِ طیّبہ اور حیاتِ نیّرہ میں کوئی پیچ وخمِ راہ نہیں، کوئی راز مستور نہیں کوئی سرِ پس پردہ نہیں۔ ایک جگمگاتے ہوئے چراغ کی روشنی ہے (سراجاً منیراً) جو ایک طرف خود چراغ کے ہر پہلو کو، دیدہء بینا کے سامنے

بے نقاب کر دیتی ہے اور دوسری طرف ہر شے کا اصلی مقام بھی متعیّن کر دیتی ہے۔ لیکن مسلمانوں نے جس طرح قرآن جیسے نیّرِ درخشندہ کو انسانی تصوّرات و تخیّلات کے بادلوں میں چھُپا رکھا اور اس طرح اس کی روشنی اور حرارت سے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ ساری دُنیا کو محروم کر رکھا ہے، اسی طرح انہوں نے سیرتِ محمّدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگمگاتے چراغ کو بھی اپنے توہّمات اور معتقدات کے دبیز پردوں میں مستور کر رکھا ہے۔ آج ساری دُنیا اس روشنی کے لیے مضطرب و بے قرار پھر رہی ہے"۔47

بعض سیرت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ اور اصحاب رسول کی شان میں نازل ہونے والی آیات کو پیش کر کے احادیث و تاریخی روایات کے ایسے واقعات کو قلم بند کرنے کی سعی کی ہے جو ان کے مذہب کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان میں عبد الشکور لکھنویؒ، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ اور ان کے حلقۂ احباب ممتاز نظر آتے ہیں نمونے کے طور پر، عبد الشکور لکھنویؒ کی تفسیر لکھنوی جو "تحفہ اہل سنت" کے نام سے بھی شائع ہوئی اور مفتی احمد یار خان نعیمیؒ کی "شان حبیب الرحمٰن مِن آیاتِ القرآن" ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمیؒ رقم طراز ہیں: "حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو بنظر ایمان دیکھا جاوے تو اس میں اول سے آخر تک نعت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے"۔48 مفتی صاحب اپنے خطبے کے آخر میں لکھتے ہیں: "ہم کو اس مختصر سے رسالہ میں اُن ہی آیات کریمہ کے متعلق عرض کرنا ہے جو براہِ راست نعت سیّد عالم ﷺ میں ہیں"۔49

ایک اور کام جو ہماری نظر سے گزرا وہ ہے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب "سیرت سرورِ عالم ﷺ" اگرچہ یہ سید مودودی کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کو نعیم صدیقی اور عبد الوکیل علوی نے سید مودودی کی تصانیف سے مرتب کی اس کی تین جلد شائع ہو چکی ہے۔ جن میں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس وقت ہندستان میں روایتی اسلوب میں جو سیرت نگار کام کر رہے ہیں ان میں نمایانام پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کا ہے جن کی سیرت کے حوالے سے کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ ہمارے زیر مطالعہ ان کی کتابوں میں سے ایک ''مکی اسوہء نبوی ﷺ'' ہے۔ صدیقی صاحب کتابِ مذکورہ میں رقم طراز ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو اسلام کے ارتقاء اور مسلمانوں کی ترقی کی تاریخ کہا جاتا ہے اور صحیح کہا جاتا ہے لیکن مسلم سیرت نگاروں بالخصوص امامانِ فن ابنِ اسحاق وابنِ ہشام کی پیروی میں کورانہ تحریر لکھتے رہے۔ کسی کسی کو توفیق ارزانی ہوئی تو مختلف کتابوں سے روایات کا اضافہ کر دیا مگر نہج نہیں بدلا اور نہ بحث کا طریقہ۔ یوں تو پوری سیرت طیبہ کا اصل تجزیہ و تحلیل باقی ہے اور مدتوں رہے گا مگر مکی دور کا تجزیہ تو انتہائی ناقص ہے ہمارے بزرگ اہل قلم میں سے کسی نے یہ نہیں سوچا کہ اسلامی تاریخ اور نبوی سیرت کا ارتقاء خالص دورِ محکومی میں ہوا تھا۔ مکی اسلام اور مدنی اسلام کی مستشرقانہ تقسیم تو زہر آلود عناصر کی حامل ہے۔ اور بدباطنی سے بھی کی گئی ہے مگر وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اور اسلامی حکمت بھی۔ اس پر ہمارے اہلِ فکر کی نظر نہیں گئی''۔50

صدیقی صاحب لکھتے ہیں: ''سیرت نبوی کے مکی دور کا مطالعہ اسی اقلیتی نقطہ نظر سے اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ روایات وواقعات سب وہی ہیں چند کا اضافہ ضرور ہے مگر ان کے صحیح تناظر میں رکھنے سے صورتِ حال یکسر تبدیل ہو جاتی ہے اور اسلام کا اقلیتی کردار سامنے آجاتا ہے۔ یہ بات اہل اسلام کے لیے تکلیف دہ بلکہ جان لیوا ضرور ہے مگر حقیقت مسلمہ وثابتہ، جس سے انکار تو آنکھ کے اندھے بھی نہیں کر سکتے۔ اس ترتیبِ واقعات اور تنظیمِ سیرتِ نبوی سے تمام عالم میں پھیلی ہوئی مسلم اقلیتوں کے لیے ایک آئینہ ایام حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس میں اپنی صورت دیکھ کر اپنے خاص احوال وظروف کے مطابق سیرتِ نبوی سے ہدایت حاصل کر کے زندگی کا اسلامی طریقہ اپنا سکتے ہیں''۔51

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی ایک کتاب ''عہد نبوی کا نظامِ حکومت'' بھی ہے اس کتاب کے مقدمہ میں مولانا سید جلال الدین عمری، رقم طراز ہیں: ''اسلامی تاریخ اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ ہمارے فاضل دوست پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کا خاص موضوع ہے۔ اس کا انھوں نے بہت وسیع مطالعہ کیا ہے اور اپنے حاصلِ مطالعہ اور فکری کاوشوں سے علمی دنیا کو مسلسل فیض یاب کرتے رہتے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع پر معلومات کا ایک ذخیرہ سا فراہم کر دیتے ہیں۔ انھیں ریزہ ریزہ جمع کرنے کا فن خوب آتا ہے۔ ان کے نتائجِ فکر سے اگر کوئی شخص اتفاق نہ بھی کر سکے تو ان کی وسعتِ مطالعہ کا انکار نھیں کر سکتا۔ عہد نبوی میں تنظیم حکومت وریاست کے عنوان سے پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی ایک ضخیم کتاب پہلے نقوش، لاہور کے رسول نمبر اور بعد میں ہندوستان سے شائع ہو چکی ہے۔ اہل علم نے اس قدر و قیمت کا اعتراف کیا اور اسے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ پیشِ نظر اس مختصر تصنیف کا موضوع بھی یہی ہے اس میں اصل ضخیم کتاب کے تمام اہم نکات آ گئے ہیں۔ کتاب کا آغاز عہدِ رسالت میں ریاست کے تدریجی ارتقاء سے ہوا ہے پھر آپ کے دورِ مبارک کے شہری نظم ونسق، فوجی، مالی اور مذہبی نظام سے بحث ہے۔ ان موضوعات سے ہماری کتبِ سیرت میں بہت کم تعرض کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے کتاب میں جدّت اور ندرت پائی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں ہماری تاریخ میں جن موضوعات پر بہت زیادہ کام ہوا ہے ان میں رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ بھی ہے۔ اس پر بڑا وسیع اور قیمتی لٹریچر موجود ہے لیکن اس کے باوجود اس کی تکمیل ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس منارہ نور سے اکتساب فیض کا سلسلہ جاری ہے، اسے جاری رہنا چاہیے اور امید ہے قیامت تک جاری رہے گا۔ ابھی سیرت کے بے شمار گوشے اہل علم کی توجہ چاہتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ میری خواہش اور تحریک پر اس کتاب کے ذریعہ سیرت مقدسہ کے بعض اہم گوشے ابھر کر سامنے آ گئے''۔[52]

ابتداء سے عصر حاضر تک جتنا کچھ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے لکھا گیا ہے اس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں البتہ اس سلسلے میں مختلف زاویوں کے تحت تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے اور سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے لکھی تحریرات سے استفادہ کرتے ہوئے ایک جامع کتب سیرت کی فہرست تیار کی جاسکتی ہے۔ مجلس اسلامیات اسلامیہ کالج لاہور کی سعی و اہتمام سے کتب سیرت کی ایک مختصر و نامکمل فہرست ایک نمائش (2تا9 مئی 1963ء) میں رکھی گئی تھی اور وہ جون 1963ء کو حافظ احمد یار شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام طبع ہوئی۔ اس فہرست میں سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی کتابوں کی فہرست کے علاوہ ہر قسم کا مواد سیرۃ و نعت جو اسلامی زبانوں میں جمع کر دیا گیا ہے اور ان یورپی تصانیف کی فہرست بھی ہے جو اس موضوع پر موجود ہیں۔ اس کے علاوہ محمد حسین ہیکل اور شبلی کی کتابوں کے آغاز میں بھی مراجع و مصادر کی فہرست موجود ہے اور کچھ کا تذکرہ منٹگمری واٹ کے مقدمے میں موجود ہے۔ 53

اردو کتب سیرت کے حوالے سے سید ابوالخیر کشفی رقمطراز ہیں: ''اُردو زبان میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا ایک اندازہ قاموس الکتب کی جلد اول (مرتب: مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان) سے ہوسکتا ہے اگرچہ فہرست بھی مکمل نہیں اس قاموس کے مطابق 1961ء تک اردو میں سیرت النبی ﷺ پر 405 کتابیں ہیں۔ میلاد النبی ﷺ پر 234 کتابیں، مبشرات پر 18 کتابیں ہیں۔ حضور ﷺ کے نسب پر 6 کتابیں، شمائل پر 30 کتابیں، خصائص و فضائل پر 14 کتابیں، اخلاق النبی پر 16 کتابیں، معجزات پر 44 کتابیں اور صلوٰۃ سلام سے متعلق 13 کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ اس فہرست اور تقسیم سے سیرت نگاری کے دائروں اور بدلتے ہوئے رجحانات کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے''۔ 54 ان کتب کے بعد صرف پاکستان میں اور وہ بھی اردو زبان میں متعدد مختصر و ضخیم کتب سیرت تالیف ہوئیں اور مقالات لکھے گئے۔ مختلف جامعات میں سیرت طیبہ کے حوالے سے تحقیقی مقالے لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں۔

ڈاکٹر انور محمود خالد نے ”اردو نثر میں سیرت رسول“ کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا جس کی اشاعت اقبال اکادمی پاکستان لاہور نے 1989ء میں کی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے تحقیقی مقالے کی آخری سطور میں رقمطراز ہیں: ”سیرت پاک ایک بہت وسیع موضوع ہے۔ اس پر لکھنے والوں کا شمار ممکن نہیں تاہم یہ جائزہ 1984ء تک چھپنے والی کتب پر محیط ہے“۔55

راقم، ڈاکٹر صاحب کی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ سیرت طیبہ پر ”لکھنے والوں کا شمار ممکن نہیں“ اس لیئے بہت سی کتابیں ڈاکٹر صاحب کی نظر سے بھی نہیں گزری ہونگی اور 1984ء کے بعد سے اب تک سینکڑوں کی تعداد میں مزید کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ سیرت نگاری کے حوالے سے جامعہ کراچی شعبہ اسلامی تاریخ کے استاد ڈاکٹر محمد شکیل صدیقی مرحوم نے ”برصغیر پاک وہند میں سیرت نگاری کے رجحانات“ کے عنوان کے تحت پی ایچ ڈی کا مقالہ دسمبر 2005ء میں مکمل کیا تھا۔ ان کے علاوہ ہمارے کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی میں سیرت کے مختلف گوشوں پر تحقیقی کام ہوا۔ ڈاکٹر عبد القادر جیلانی نے 1986ء میں شعبہ علوم اسلامی میں سیرت کے حوالے سے تحقیقی نوعیت کا کام کیا جو بازار میں ”اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر“ کے عنوان سے دستیاب ہے۔

ہمارے سیرت اسٹڈی کے استاد پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید (ستارہ امتیاز) نے بھی سیرت کے مختلف گوشوں پر تحقیقی کام کیا اور اپنی نگرانی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی نوعیت کے تحقیقی کام کرائے جن میں، اسلامی تصورِ جہاد اور عہد حاضر کی اہم جنگیں ایک تجزیاتی مطالعہ۔ مذہبی انتہا پسندی اور رواداری حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں، پاکستان میں سزاؤں کا نظام اسلامی ریاست کے حوالے سے۔ نبی کریم کی سفارتی حکمت عملی تحقیق و تجزیہ۔ شامل ہیں۔ نیز یہ کہ 28 دسمبر 2019ء کو انہیں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ان کی سیرت پر لکھی گئی کتاب کی اشاعت پر صدرِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جانب سے پہلا انعام یافتہ قرار دیا گیا۔

ڈاکٹر عبدالرشید، 2001ء، میں ہمارے، سیرت اسٹڈی کے استاد تھے، اُس برس راقم نے، سیرت کے حوالے سے کئی عنوانات کے تحت قلم اٹھایا، ان میں سے چند عنوانات درجِ ذیل ہیں: حقوق النبی ﷺ (غیر مطبوعہ)، رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے لیے پیشین گوئیاں (طبع شدہ)، اسوۃ الحسنہ کا قرآنی مفہوم (طبع شدہ)، رسول اللہ ﷺ کا یوم میلاد قرآن مجید کی روشنی میں (طبع شدہ)، غزوہ احد کی اہمیت، دفاعی حکمت عملی کے حوالے سے (طبع شدہ) غزوہ خندق کی اہمیت اطاعت امیر کے حوالے سے (طبع شدہ) جنگِ بدر، (غیر مطبوعہ) خطبہ حجۃ الوداع (غیر مطبوعہ)۔

راقم نے ڈاکٹر شکیل اوج کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا تھا۔ جس کے باب چہارم کا عنوان ''محمد کرم شاہ الازہری بحیثیت سیرت نگار سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' ہے۔ مضمون ھٰذا کا زیادہ تر حصہ اسی باب سے ماخوذ ہے۔ ڈاکٹر راشدہ پروین نے بھی ''غزوات'' کے حوالے سے ڈاکٹر شکیل اوج کی نگرانی میں مقالہ برائے پی ایچ ڈی لکھا۔ سیرت چیئر جامعہ کراچی، کے زیر اہتمام ڈاکٹر اوج کی کتاب قرآن اور صاحب قرآن، اپریل، 2013ء میں شائع ہوئی تھی۔ جسے علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اب سیرت چیئر جامعہ کراچی، کی مسند پر ڈاکٹر شہناز غازی فائز ہیں۔

معروف اسلامک اسکالر و سیرت نگار، متعدد کتب کے مصنف، پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کی زیر نگرانی اسلامک اکیڈمک فورم سندھ، صوبائی و قومی سطح پر سیرت النبی کانفرنس منعقد کرتی اور اسکالرز کو سیرت النبی پر مقالہ پیش کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اور ان میں پیش کیے گئے مقالات کو مجلّہ ''ششماہی علوم اسلامیہ'' میں شائع کرنے کا اہتمام بھی کرتی ہے۔

پاکستان سمیت دنیا بھر میں قومی و بین الاقوامی سطح پر سیرت النبی کے عنوان کے تحت کانفرنسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر سال ماہِ ربیع الاول کی 12 تاریخ کو بسلسلہ عید میلاد النبی ﷺ، صدرِ مملکت، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی زیر صدارت، ایوان صدر، اسلام آباد میں، قومی سیرت

کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں سیرت طیبہ پر مقالہ جات پیش کرنے والوں اور سال بھر میں لکھی گئی کتب سیرت پر صدارتی ایوارڈ دیئے جاتے ہیں۔

مذہبی صحافت کے ذریعے بھی سیرت النبی پر مبنی مواد شائع ہوتا رہا ہے جس میں مختلف مکاتب کے تناظر میں سیرت النبی کے واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کے قیام کے بعد اس ادارے سے منظور شدہ تحقیقی مجلّات شائع ہو رہے ہیں ان کے ذریعے مختلف نظریات کے حامل اشخاص ایک دوسرے کے قریب ہو گئے ہیں۔ ان میں مذہبی منافرت کم اور علم و تحقیق کی جستجو بڑھ رہی ہے۔ انہیں مختلف نوعیت کی تحقیقات پر مبنی تحریرات پڑھنے کے مواقع فراہم ہو رہے ہیں۔ اس طرح اردو سیرت نگاری ایک نئے موڑ پر آپہنچی ہے۔

حوالہ جات وتعلیقات

1۔ قاسمی، وحید الزماں، القاموس الوحید، دارالاسلامیات، لاہور، جون 2001ء، ص:831

2۔ القاموس الوحید، ص:832

3۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد نمبر:11، 1975ء، ص: 505

4۔ نعمانی، محمد عبد الرشید، لغات القرآن، دارالاشاعت، کراچی، 1994ء، ج:2، ص:256

5۔ الاصفہانی، علامہ راغب، مفردات الفاظ القرآن، مکتبۃ البشریٰ، کراتشی، 2013ء، ص:264

6۔ عبد الباقی، محمد فواد، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، منشورات ذوی القربیٰ، المصر، 1988ء، ص: 475

7۔ سورۃ طٰہٰ (سورہ نمبر 20)، آیت 12

8۔ مسند احمد بن حنبل، ج:1، ص: 75

9۔ نعمانی، علامہ شبلی، سیرت النبی، عالمین پبلی کیشنز، لاہور، 1981ء طبع دوم، ج:1، ص:8

10۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسولؐ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 1989ء، ص:7

11۔ اردو نثر میں سیرت رسولؐ، ص: 92

12۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:11، ج: 507

13۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:11، ص: 507

14۔ فراقی، ڈاکٹر تحسین، عبد الماجد دریا آبادی احوال وآثار، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1993ء، ص:366

15۔ راقم نے ماہ فروری 2006ء کے آخری ایام میں ڈاکٹر محمد ہمایوں شمس کو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں ڈاکٹر مظفر عالم جاوید کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے بارے میں چند باتیں دریافت کیں تھیں، ڈاکٹر موصوف نے راقم کے مکتوب کا فوراً جواب دیا ان کے مکتوب کے ذریعے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر مظفر عالم نے "اردو میں میلاد النبی ﷺ" کے عنوان سے پی ایچ ڈی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے کیا اور ان کا مقالہ سنگ میل پبلشرز، لاہور نے شائع کیا۔

16۔ سہ ماہی ضیاء الاسلام، اسلام آباد، اپریل تا جون 2001ء، ص: 59

17۔ نثار احمد ایم اے، نقش سیرت، کراچی، ادارہ نقش تحریر، کراچی، 1968ء، ص:64

18۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ (سلیمان نمبر)، مئی 1955ء، ص: 178

19۔ قادری، حامد حسن، داستان تاریخ اردو، اردو اکیڈمی سندھ، 1988ء، ص:855

20۔ اردو نثر میں سیرت رسولؐ، ص: 544

21۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ (سلیمان نمبر)، ص:180

22۔ کریسنٹ لاہور، (شبلی نمبر) مقالہ "شبلی اور ابوالکلام" ابو علی اعظمی، جنوری 1971ء، ص:188

23۔ اردو نثر میں سیرت رسولؐ، ص:967

24۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (ضیاء الامت نمبر) اپریل / مئی 1999ء، ص: 240

25۔ ندوی، سید سلیمان، خطباتِ مدراس، ادارہ اسلامیات، لاہور، اکتوبر 1983ء، ص:5

26۔ خطباتِ مدراس، ص:6

27۔ خطباتِ مدراس، ص:7۔8

28۔ منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ للعالمین ﷺ، دارالاشاعت، کراچی، ذوالحجہ 1411ھ، ج:1، ص:23

29۔ رحمۃ للعالمین ﷺ، ج:1، ص:23

30۔ گیلانی، مناظر احسن، سید، النبی الخاتم، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، کراچی، ص:10-9

31۔ النبی الخاتم، ص:9

32۔ النبی الخاتم، ص:10

33۔ روزنامہ اسلام، لاہور، 24 دسمبر:2002ء

(34). https://ur.wikipedia.org/wiki/

35۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، دار الاشاعت، کراچی، 2003ء۔ صفحات نمبرز:22، 18، 30، 100، 68، 58، 42، 102، 188، 176، 322، 306، 232، 338۔

36۔ کاندھلوی، محمد ادریس، سیرت مصطفیٰ، الطاف اینڈ سنز، کراچی، ج:1، ص:1

37۔ سیرت مصطفیٰ، ج:1، ص:3

38۔ سیرت مصطفیٰ، ج:1، ص:9

39۔ سیرت مصطفیٰ، ج:1، ص:11

40۔ محمد سہیل شفیق، ڈاکٹر، وفیاتِ معارف، قرطاس، کراچی، جون، 2013ء، ص:580 / بحوالہ معارف اعظم گڑھ، جنوری 2007ء

41۔ الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ج:1، ص:488

42۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (ضیاء الامت نمبر)، اپریل / مئی 1999ء، ص:79

43۔ سہ ماہی جمال کرم، لاہور، محرم تا ربیع الاول 1426ھ، ص: 31

44۔ سہ ماہی جمال کرم، ص: 32

45۔ اعظمی، عبد المصطفیٰ، سیرت مصطفیٰ، فرید بک اسٹال، لاہور، ص: 24- 25

46۔ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، مقدمہ سیرت رسول، منہاج القرآن، لاہور، اپریل 2006ء، ج: 1، ص: 25- 26

47۔ پرویز، معراجِ انسانیت، طلوعِ اسلام ٹرسٹ، لاہور، اکتوبر 2002ء، ص: 28-29

48۔ نعیمی، احمد یار خان، شان حبیب الرحمٰن مِن آیاتِ القرآن، ازہر بک ڈپو، کراچی، ص: 13

49۔ شان حبیب الرحمٰن مِن آیاتِ القرآن، 16

50۔ صدیقی، محمد یٰسین مظہر، ڈاکٹر، مکی اُسوہء نبوی، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، دسمبر 2010ء، ص: ix-x

51۔ مکی اُسوہء نبوی، ص: xi

52۔ صدیقی، محمد یٰسین مظہر، عہد نبوی کا نظامِ حکومت، الفیصل ناشران و تاجر کتب، لاہور، جون 1995ء، ص: 6

53۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 11، ص: 509

54۔ نقش سیرت، ص: 60

55۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص: 752

Reference:

1. Siddiqi, M. N. (2004). Riba, bank interest and the rationale of its prohibition. Jeddah, Saudia Arabia: Islamic Research and Training Institute.

2. Quran : verses, 30:39

3. Quran : verses, 'Imran 3:130

4. Quran : verses, 'Al-Baqarah 2:275

5. Muslim, Kitab al-Musaqat, Bah bay'i al-ta'ami mithlan bi niithlii also in Nas'an.

6. Ibn Majah, Kitab al-Tijarat, Bab al-taglilizi fi al-riba; also, in Musnad Ahmad.

7. Sunan al-Bayluqi, Kitab al-Buyu', Bab kulli qardin jarramanfa'atan fa huwe riban.

8. Sunan an-Nasa'I

9. Dr.Muhammad Imran, Ashraf .(2017) Meezan book guide to Islamic banking .

10. M , Ahmad . (2011) . Towards Interest -free Banking , p.192 . Adam publishers , pakistan

11. M.Ahmad , (2011) Towards Interest -free Banking , p.192 . Adam publishers , pakistan .

12. M. Ahmad , (2011) Towards Interest- free Banking , p. 196 . Adam publishers , Pakistan.

13. Uzair , M.(1976) . Some conceptual and practical Aspects of interest – free banking . Studies in islamic economics . pp 37-57.

14. Qasam, M. Qasam, (1986). Islamic banking, New Opportunities for Cooperation Between western and Islamic Financial Institution, in Butter worth's addition (eds), P. 19-20,). Islamic banking and Finance.

15. See S.N.H Naqvi, (1981) Ethics and Economics : An Islamic Synthesis , p.136 .Liecester)

approach a fine progress, Islamic financial system need to concern their own laws as directed by their religion. First of all Islamic Financial system requires to follow a line in which all issues should have the solution at different levels. They need to create an environment where there is so easy to operate and handle.

Summary and Conclusion:

Inspection of Islamic Banking across the globe requires a study to differentiate the Islamic and conventional Banking system. Human beings perform religious, social and economic activities according to their specific environment. In Islam, social and economic activities are closely tied with religious activities. The basic source of Islamic instructions is the Holy Quran and the Sunnah. Islam allows tradeoriented activities in the society for the collective wellbeing. This study presented a glossary regarding the prohibition of riba/interest in the light of the Holy Quran and Sunnah (Ahadith). Islamic banking is desirable because it promotes cooperation and mutual benefit-oriented behaviour among different stakeholders with the assurance of welfare-oriented society. This study attempts to differentiate Islamic Banking g from conventional banking on the base of interest.

Moving towards the conclusion we can say we are not on right track as we are cheating God and His Prophet Muhammad (P.B.U.H). while being involved in Interest we can say that we are in war with God and His Prophet (P.B.U.H). while doing so, we can cheat the people for a short period. It does not mean the person we are cheating will be cheated for all the time. Cheating is never good at all. Playing with innocent masses. Doing profit by unfair means is never going to be the part of any true profit. In addition to this Islamic Banking is also going against the shari'ah as it includes the unfair means and we need to demolish this from Islamic Financial system with our both hands.

rid of this unfair means of profit as it is also prohibited in our religion. In order to sweep away this flaw, Islamic Banking Institutions offered a system of profit and loss in which no interest is paid or received by the provider or user of the funds. This type of interestfree Islamic Banking introduced strategies termed as; mudaraba, musharaka and murahaba. After this a dual system of Banking was introduced in certain Muslim countries; Interest-free and Interest-based. Interest-based banking system examined after having a look at functioning history that Interest-free banking ran into different severe and harsh difficulties. To overcome them, several adjustments had to be made that ultimately transform the nominally interest free Islamic Banking system into a system which actually disguises an interest-based one. When all was set that Islamic Banking System was labeled as interest-free banking system but was treated as interest-based financial system.

Scholarly analysis can play a vital role in invoking awareness among people to make them known about the true definition of Riba and Interest but unfortunately they are not providing such analysis. A prominent figure of recent reflections is Muhammad Taqi Usmani. Earlier, Khurshid Ahmad equivocated riba with interest and propagated the view of Mawlana Mawdoodi who started categorically that, in Islam, “the term riba stands for interest in all its forms and types”. The rules and regulations in contemporary finance are derived from western economic ethos and are based on an interest based system. This is one of the problem faced by Islamic Banking that they make their rules by keeping in mind that what is done by western world regarding the same issue without having sight on their own perception and hence the situation of tense is created because Islamic Banking system try to follow the western tradition and keeps on compromising their own core values. The right way to

likely to show an increase consequent to the replacement of interest-based banking by PLS based banking.

B) Impact on the stability of Banking System:

It has been argued in the writings on Islamic Banking by some writers that a switchover from interest-based banking to PLS based banking would impart the greatest ability to the banking system in the interest-based system the nominal value of diapositives liabilities is fixed and no assurance that all the loans and advances will be recovered.

C) Impact on the stability of Economic System:

Muslim scholars in their literature on Islamic Banking have taken note of apprehensions expressed in certain circles that the replacement of interest by PLS may make the whole economic system highly unstable as disturbances originated in the one part of the economy will be transmitted to the rest of economy[15]. Elimination of the interest will tend to in hands stability in Islamic Economy. It has been pointed out that interest-based financing is a major fact in causing economic instability in capitalist economies. On the other hand, Islamic Banking has to be regarded as a promoter of stability rather than instability.

D) Impact on the rate and pattern of growth:

Several scholars have pointed out that the expected favourable impact of PLS-based banking on the level of investment would impart a distinct growth orientation to the economy. Islamic Banks are also expected to influence the pattern of growth through appropriate selectivity in their financial operations to ensure that the process of the growth is brought based and an optimal use of bank resources is made for the purposes which rank high in Islamic socioeconomic objectives.

Interest Free Banking Strategies and Sharia:

As the interest was being imposed in 20th century, Islamic Banking Institutions decided to find a solution to get

Due to the failure of the project the loan is written off as it becomes a non-performing loan.	Due to the failure of the project, the management of the organization can be taken over to a better management.
Bridge financing and long-term loans lending is not made on the basis of the existence of capital goods.	Musharakah and diminishing musharakah agreements are made after making sure that the existence of capital good before disbursing funds for a capital project.
The Government very easily obtains loans from Central Bank through Money Market Operations without initiating capital development expenditure.	The Government can not obtain loans from the Monetary Agency without making sure the delivery of goods to National Investment fund.

Socio-economic consequences of Islamic Banking:

The possible socioeconomic consequences of Islamic Banking have been the prominent discussion in recent literature mainly on the basis of the presumption that PLS modes of financing of Islamic Banking have a promising role with the other modes would be used sparingly.[14]

The major focus of discussion has been on the possible intact of Islamic Banking on the following specific areas:

A) Impact on Saving and Investment:

In Islamic Banking the focuses expressed in literature which can help in adoption of an interest-free system because there was a chance in increasing the uncertainty in the rate of return. Muslim economist has concluded that the actual income would depend on a number of factors such as the form of utility function at its risk properties. Muslim Economists pointed out that both the demand for the investment funds and the supply of investment funds are

Perhaps the most striking feature of modern banking and finance is the use of credit institutions of accumulated wealth. loans on deposit funds provide financial support of varied business and industrial enterprises in which man engaged banking system not only make their actual value of their deposit services available to society, but they have also multiplied the effective use of such funds by a system of discount and reserved which is of a comparatively recent.

Therefore, the bank occupies a very important position in a modern economy wise banking policy may go long towards mitigating the shocks of economic crises while a banking system, if badly constructed or badly handled, is capable of inflicting great harm on trade and industry and may even upset the whole economy.

The Similarities between the two systems or date in an Islamic system, banks, although the distinct characteristics which provide Islamic banking with its main points of departure from the traditional interest-based commercial banking system:[13]

Conventional Banking System	Islamic Banking System
Money is a product besides medium of exchange store of value.	The real asset is the product. Money is just the medium of exchange.
Time value is the basis for charging interest for the capital.	Profit on the exchange of goods and services is the basis for earning a profit.
Interest is charged even in case the organization suffers losses thus no concept of sharing loss.	The loss is shared when the organization suffer loss.
Real growth of wealth does not take place, as the money remains in a few hands.	Real growth is the wealth of the people of the society takes place. Due to the multiplier effect and real wealth goes into the ownership of a lot of hands.

the very harmful effects of interest and decide for ourselves why it has been prohibited.

Riba in Islamic banking is usury includes miserliness, selfishness, indifference, inhumanity, greed and worship of wealth. It destroys the spirit of sympathy, mutual help, harmony and co-operation and thus effects adversely the feelings of love, brotherhood and unity among humanity.

Interest causes many economic evils as well. It causes establishment of monopolies, cartels and concentration of wealth in few hands. the community is divided sharply into two camps-have and havenots. Moreover, due to interest economic distortion like a recession, depression, inflation, unemployment etc. are also caused.

Capital investment is withheld from those enterprises which can not yield profit equal to the prevailing rate of interest even though such projects may be very vital for the country and nation. The flow of all the financial resources in the country turns in the direction of those enterprises which carry the prospect of a profit margin equal to or more than the current rate of interest even though such enterprises may have little or no social value.

Islamic and Conventional Banking, A Comparison:

Banking in the form in which exists today is comparatively of recent origin. Before the advent of modern banking, direct finance, where the honour of capital deals directly with the user of capital, was the customary mode of transference of funds from savers to investors. With the progress of trade and industry and increase financing requirements of productive enterprises, direct finance proved and indicate mechanism and banks emerged on the scene to undertake financial intermediation between saver and investors furthermore, in modern times, they emerged as organizations that engaged in any or all of the varies functions of banking.

'inna to bai al mu ajjal. All as indistinguishable from interest as a mark up. No wonder the weekly economists of London was forced to call it an "Islamic Fudge".[11]

Islamic economic has exactly identical objectives and instruments for its guidance as spelt out by the Quran. The Holy Book gives expression to its objectives in the economic sphere by employing the remarkable constructions of rizqun kareem. The Quran spells out three major instruments for the attainments of this objectives. The first one is the instrument of the free enterprise ahallallahul bai'a . The second is the eradication of exploitation through the elimination of interest wa harrama al riba and the third is accordantly concerned with egalitarian purpose and social justice raised to the level of the pillar of the faith under the title of zakat. This sharply distinguishes the difference of Islamic economics from the capitalistic and socialistic version of this discipline. Capitalism accepts both whiles accepts prophet motive and reject interest. [12]

Unfortunately, Islamic economics has yet to reach even its starting point without looking into the possibilities whether some mechanism can be devised by which lending and borrowing on zero rates of interest may be possible, feasible and workable.

Why is interest prohibited?

According to Al Quran, charging of interest amounts to a declaration of war against God and God's Messenger; while according to the sunnah it is a criminal and sinful act, worse than adultery. This has left the scholars and jurists to find out reasons and explain as to why interest has been prohibited regarding reasons of the prohibition of interest views differ widely, however, they are unanimous on one single point at least that the prohibition is due to moral social and economic harms of interest. Let us briefly underline some of

The prohibition of Riba Al-Fadl is intended to ensure justice and remove all forms of exploitation through unfair exchanges and to close all back doors to riba Al-Nasi'ah because in the Islamic shariah anything that serves as a means to the unlawful is also unlawful.[9]

The contribution of Jews and Christians:

The first interest – free bank, by the name of Agile bank was started by the Jews in Babylonia in 700 B.C.[10] The basis adopted was a mortgage of some productive assets like a house, a piece of land, a horse or a slave etc. which the parted with and the bank hired out in exchange of a loan without interest. For Example, like profit and loss sharing, it has no answer to the problem of equating hire – purchase and cash purchase price nor to that of encashment of bills of exchange without deduction of discount. This means that even the financial wizardry of the Jews could find no adequate answer to the problem of elimination of interest.

Under the patronage of the Christian church, the concept of service charge as a substitute for interest was evolved. At first, free loans were given following the precedent of Babylonian and Greek temples soon it was found that small charges to cover working expenses were necessary. This exemplifies the unreliability of this concept as a workable substitute for interest. The concept of triple contract and perpetual annuities, the only other significant concepts evolved under Christian influence are indistinguishable from interest.

The contribution of Muslims:

No significant device has been evolved by Muslims as a substitute for interest. Their reliance on shirkah is no different from that of Hammurabi on profit and loss sharing and modaraba is likewise a preIslamic arrangement. All effort has been evolved some method of rewarding capital, and limitless subterfuges have been devised, from bai'al-

dates, sell wheat in exchange of equivalent wheat, sell salt in exchange of equivalent salt, sell barely in exchange of equivalent barely, but if a person transacts in access, it will be usury (Riba). However, sell gold for silver anyway you please on the condition is hand to hand (spot) and sell barely for a date anyway you please on the condition it is hand to hand (spot)."[8] (Sunan An Nasai)

This hadith enumerates six different commodities namely; Gold, Silver, Dates, Wheat, Salt and Barley.

Six commodities can only be bought and sold in equal quantities on spot. An unequal sale or deferred sale of these commodities will constitute Riba Islamic finance. These six commodities in fiqh terminology are called "Amwal-e-Ribawiya". Some scholars hold that Riba Al-Fadl includes these specified types only. However, a majority of Islamic scholars believe that some other commodities should also be included.

Various schools define these causes differently.

Imam Abu Hanifa; sees only two common characteristics namely:

1. Weight
2. Volume

Imam Shafi: Two characteristics observed by Imam Shafi are:

1. The medium of exchange or
2. Eat-able

Imam Malik: Imam Malik identified the following two characteristics;

1. Eatables and
2. Preservable

Imam Ahmed bin Hanbal: Three citations have been related to him:

1. Citation conforms to the opinion of Imam Abu Hanifa
2. Citation conforms to the opinion of Imam Shafi
3. The citation includes three characteristics at the same time namely Edible, Weight and Volume.

the loan and is technically the same as interest. The prohibition of Riba Al-Nasi'ah is one of those issues which have been confirmed in the revealed laws of all Prophets (A.S). the wisdom behind the prohibition of Riba Al-Nasi'ah, first of all, we should realize that there is nothing in the entire creation of the world which has no goodness or utility at all but it is commonly recognized in every religion and community.

Hadith on Riba Al-Nasi'ah:

From Usamah ibn Zayd: The Prophet said:

"There is no riba except in Nasi'ah [waiting]." (Bukhari, Kitab al Buyu, Bab Bay al- Dinari bi al-dinar nasa'an; also, Muslim and Musnad Ahmad) "There is no riba in hand-to-hand [spot] transactions."[5]

From Ibn Mas'ud: The Prophet said:

"Even when interest is much, it is bound to end up into paltriness."[6]

Another Hadith which is narrated by Anas ibn Malik: The Prophet said:

"When one of you grants a loan and the borrower offers him a dish, he should not accept it; and if the borrower offers a ride on an animal, lie should not ride, unless the two of them have been previously accustomed to exchanging such favours mutually."[7]

2. Riba Al-Fadl:

The second classification of riba is Riba Al-Fadl. Since the prohibition of this Riba has been established on Sunnah. It is also called Riba Al-Hadith.

Riba Al-Fadl actually means that access which is taken in exchange of specific homogenous accommodates an encountered in their hand to hand purchase and sell as explained in the famous hadith; The Prophet said:

"sell gold in exchange of equivalent gold. Sell silver in the exchange of equivalent silver, sell dates in the equivalent of

"God has forbidden you to take riba, therefore all riba obligation shall henceforth be waived. your capital, however, is yours to keep. you will neither inflict nor suffer inequity."

(Last Sermon of Holy Prophet Mohammad (PBUH) given on 10 Dul-hajj 10 hijra,)

The Prophet said:

"Avoid the seven great destructive sins." The people inquired, "O God`s Apostle! What are they?" He said, "To associate others in worship along with God, to practice sorcery, to kill the life which God has forbidden except for just a cause, to eat up riba, to eat up orphans' wealth, to give back to enemy to flee from the battlefield at the time of fighting, and to accuse chaste women who never even think of anything touching chastity and are good believers." (Sahih Muslim)

Types of Riba:

The first and primary typ is called **Riba Al-Nasi'ah or Riba Al-Jahiliyah**.

The second type is called **Riba Al-Fadl, Riba An-Naqd or Riba Al-Bai**.

The first type was specified in Quranic verses before the sayings of the Holy Prophet. This type of Riba was termed as Riba Al-Quran. However, the second type was not understood by the Quranic verses alone but also had to be explained by the Holy Prophet. It is also called Riba Al-Hadith.

1. Riba Al-Nasi'ah:

This is the real and primary form of Riba Islamic Finance. Since the verses of the Quran have directly rendered this type of Riba as Karam, it is called Riba Al Quran. Similarly, since only this type of riba was considered riba in the dark ages, it has earned the name of Riba Al Jahiliya. Riba Al-Nasi'ah refers to the addition of the premium which is paid to the lender in the return of his waiting as a condition for

"O believers, devour not usury (riba), doubled and redoubled, and fear your God; happily, so you will prosper."[3]

Culminating with the verses in Surah Baqarah:

"Those who consume interest (Riba) cannot stand [on the Day of Resurrection] except as one stand who is being beaten by Satan into insanity. That is because they say, "Trade is [just] like interest (Riba)." But Allah has permitted trade and has forbidden interest (Riba). So, whoever has received an admonition from his Lord and desists may have what is past, and his affair rests with Allah. But whoever returns to [dealing in interest or usury] - those are the companions of the Fire; they will abide eternally therein."[4]

Hadith and Prohibition:

Some Ahadith that prohibit any increase in the amount of a debt include:

"every loan draws excess is Riba" (quoted by Ali ibn-e Talib RAA)

From Ibn Masud: The Prophet said: *"even when interest is much, it is bound to end up into paltriness"*. (Ibn Majah, Kitab Al Tijarat, Bab al taglilizi fi al riba; also in Masnad Ahmad)

Sayyidina Anas Ibn Maalik reports from the Prophet (Allah bless him and give him peace):

"if one of you has advanced a loan and the debtor offers the creditor a bowl (of food), he should not accept it, or if the debtor offers him a ride of his animal (cattle), the debtor must not take the ride unless this type of gift has been a usual practice between them before advancing the loan." (Sunan al baylqi, Kitab al Buvu, Bab kulli qardin jara manfaatn fa huwe riban)

From Anas bin Malik: The Prophet said; *"If a man extends a loan to someone lie should accept a gift"* (Mislikat, on the authority of Bukhara Tarikh and Ibn Tayamiyyahs al-Muntaqa)

Muhammad PBUH said on the Occasion of the last pilgrimage:

Introduction:

Riba is defined as usury or unjust, illegal gains made in trade or business under Islamic Law. It is mentioned and strongly condemned in several different verses of the Holy Quran. Holy Quran also emphasizes not to rely on riba as it is prohibited in our religion strictly.

By having a look at the little background of Riba we come to know that John Esposito describes the riba as a pre-Islamic practice in Arabia **"that doubled the debt if the borrower defaulted and redoubled it if the borrower defaulted again"**. It was held responsible for enslaving some destitute Arab borrowers. Abdullah Saeed quotes the son of Zayd ibn Aslam on what the Quran means by Riba is being **"doubled or redoubled"**.[1]

Riba in the pre-Islamic period consisted of the doubling and redoubling either in the case of money or any other commodities in the age of cattle. At maturity, the creditor would say to the debtor that will you feel ease for paying me or increase the debt? If the debtor had anything to pay he would pay.

Riba is the unjustified increment in lending and borrowing paid in kind or in money above the amount of loan. **Interest** refers to the fee a lender charges when he allows your business to borrow money and **Usury** refers to the interest that is higher than the maximum rate that allows the lender to charge.

Quran and Prohibition:

Twelve verses in the Quran deal with riba. The word appears eight times in total. The Meccan verse in Surah Ar-Rum was the first to be revealed on the topic:

"And whatever you give for interest to increase within the wealth of people will not increase with Allah." [2]

Other Medinan verses are:

Riba in Islamic Banking and its Contemporary Applications; in the Seerah of Muhammad *(P.B.U.H)*

Mr. Muhammad Haseeb Khan
(MS Islamic banking and finance IIUI Pakistan)

Abstract:

"The paper deals with the paradigm of Islamic banking and finance. Islamic banking and finance, has been witnessed to become a competitive alternatives to conventional system, claim to compliance with Shriah and entitle to eliminate Riba at the Global level. Riba can be translated as "usury" means "increase". All schools of Islamic jurisprudence agree that it implies increase in amount of loan to be repaid. Riba is mentioned and condemned in several Quranic verses. Its prohibition is also witnessed in many Ahadith and actions of Holy Prophet (PBUH). On the other hand, issue of Riba is not only addressed in Islam but also in Judaism and Christianity. As per pre-Islamic practice in Arab, it is called Riba an-jahiliya. The position of Riba was condemned by all these religion which are divine in origin. In the present study Islamic banks arrangements have been analyzed in the light of Shariah basis and Islamic principle essence. For example, the formulas for SLR (statutory liquidity requirements), capital adequacy ratio, and risk management standards are studied as compared with interest –based banks. Most of Islamic banks have their own Shariah boards' ruling on their banks policies. The four sunni fiqhi schools have different interpretation to Islamic banking transactions. Disagreements on specific points of religious law occur both between those four schools and within them, there are number of confusions arise mainly from the misinterpretations of Riba in general and Pakistan in particular. My research is based on the Islamic banking products that are both religiously appealing and financially viable."

Keywords: Finance, Islamic Banking, Quran, Islam, Riba, Sunni Schools, Shariah, Trade.

Reference:

1 Al- Zaariat 51:56

2 Al-Baqra 2:29

3 Al-Isra 103:70

4 Al-Baqra 2:30

5 Al-Baqara 2:34

6 Saad 38:75

7 Al-Shura 42:13

8 Al-maida 5:48

9 Al-Saba 34:119

10 Al-Imran 3:64

11 Fussilat 41:34

12 Imam Muslim, Muslim Bin Hajjaj, Sahih Muslim, (Beruit: Dar Ahyaul Turras Al Arabi,1422 A.H),Hadith No:2599

13 Al-Anbia 21:107

14 Michael H. Hart, The Hundred, (Carol Publishing Group,1993) P,3 15 Al-Imran 3:103

16 Al Suhaili, Abdul Rahman bn Abdul ullah, Al Rowzul Onuf, Bab Khulful Fuzol (Beurit: Dar Ahy turras Al arabi) Vol2, P 46

17 Ibne Hisham, Abdul Malik, Seerah Ibne Hisham, (Beruit, Darul Fikar, 1398 A.H) Vol: 1, P: 108

18 Ibn Sayyed Alnas, Oyoon Al asar, (Beruit: Dar ul Qalam, 1993) Vol:1, P:230

19 Oyoon Al asar) Vol:1, P:230

Charter of Madina:

When The Holy Prophet (Peace Be Upon Him) migrated to Madina with his sincere followers, they left over all their property and assets in Makkah. They faced many financial and local challenges. The Prophet (peace be upon him) made a decisive solution and established a relation of brotherhood among the believers (The Emigrants and The Helpers) known as "Muakhat"[18] in Islamic History.

In the territory of Madina a lot number of the disbelievers Jews) had located. The Holy Prophet (peace Be Upon Him) signed a treaty called the Charter of Madina with Jews and safeguarded the geographical and theoretical boundaries of all the inhabitants. This reveals that the Holy Prophet (peace be upon him) determined the rights and status of the local population.[19]

Conclusions:

From the above discussion, it is clear that the Holy Prophet (peace be upon him) has, throughout his glorious life, struggled for maintaining peace, tolerance and solidarity. He played an exemplary role in his dealing with non-Muslims. Following his guideline, the Muslims in the present era can overcome the numerous socio-political problems.

destitute will be ensured and no violence and injustice will be practiced at all.

The Prophet (peace be upon him) attended this oath ceremony and commented on the occasion with very positive words:

"I was present during the oath made in the house of Abdullah bin Jada`an, to me which is more favorable than herds of cattle. If someone invite to such like treaty in Islam, I shall positively respond".[16]

Placement of Black stone:

When the prophet (peace be upon him) was 35, the Quresh intended to rebuild the Ka` aba the House of Allah. For this purpose they gathered and started the construction of the sacred house. But at the time of placing the Black stone in the corner of the house, everybody was eager to have this honor.

A situation of dispute arose, but the prophet wisdom and broad vision resolved this issue. Abu Umayya bin Mugheerah Al Makhzumi suggested that the one who entered the House of Allah first in the morning will be deserving to get this prestige. All favored this proposal and appointed persons to observe who enters first. Fortunately, the Holy Prophet (peace be upon him) entered the house of Allah earlier.

Seeing him the watcher cried that the trustworthy has entered. The Holy Prophet very cleverly tackle this issue and spread a sheet on the ground and placed the Black Stone on it. Then he asked the representatives of every tribe to hold the corners of the sheet and lifted the stone. The Holy Prophet (peace be upon Him) and laid it on its right position. The far reaching vision and deep insight of the Prophet (peace be upon Him) saved the inhabitants from a sever war.[17]

(وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا)[15]

"And remember the favor of ALLAH which HE bestowed upon you when you were enemies and HE united your hearts in love, so that by HIS grace you became as brothers; and you were on the brink of a pit of fire and He saved you from it."

The Holy Prophet (peace be upon him), during his whole sacred life struggled for peace, solidarity and social integrity. The following is the brief description of the efforts the Holy Prophet undergone for the uplift of society and assurance of harmony and unity.

Al –Fudoul Confideracy:

As discussed prior the Peninsula of Arabia was divided into many tribes which had created a state of mutual contradiction with after shakes in form of injustice and social violation.

At boyhood when the age of the Prophet (peace be upon him) was 15 to 16, a war broke out between Quresh and the other tribes of Arabia. This war continued for many years and left behind a sever bloodshed. This series of war is known as "The sacrilegious wars or Harb Al Fijar. In one of those battles the Prophet attended but did no traise arm against his opponents.

As this war had brought an enormous loss on every level especially man power and economy so it was followed soon after by a league of the Just called Half Al Fudoul. In this treaty the eminent leaders from within the various tribes of Arabia including Zubair, uncle of the Holy Prophet (peace be upon Him) allied themselves into a league under an oath(Halaf). This treaty got the name "Half Al Fuoul" because its four leading members had the word Fazal in their names. This was resolved that rights of every oppressed, weak and

In these verses Allah has ordered His Prophet (peace be Upon Him) and the faithful believers to be patient at the time of anger and to excuse those who treat them badly.

The Prophet (peace be upon Him) gave a practical example and impressed the followers with his broad thinking and overwhelmed their hearts with love.[12]

The Holy Prophet always remained in full control of his temper and did not revenge even from his personal enemies. Because he was sent a mercy for all creatures. The Holy Quran says:

(وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ)[13]

And we have not sent you O prophet Muhammad but as a mercy to the worlds.

His prophet hood is Allah's grace bestowed on believers and disbelievers alike.

Abu Huraira says: someone asked RasoolUllah (peace Be Upon Him) to curse on the disbelievers. He responded," I have not been sent to curse others but I am amercy for mankind.

The great American scholar Michael H.Hart says:

"Muhammad (peace be upon him) is the only person in the history who was supremely successful on both religious and secular levels".[14]

Before the advent of Islam, Arabia was not a political entity and every tribe was autonomous and independent under the supervision of a tribal chief. They were fastened in strict Inter- tribal hostility and the customs of forefathers. They had no soft corner to recognize the supremacy of others and so they remained engaged in tribal wars constantly. The Holy Quran says:

The prophet hood of Hazrat Muhammad (peace be upon Him) is everlasting and final and He came to accomplish the mission of His pioneers. The Holy Prophet says:

The example of mine and the prophets before me is like a person who built a beautiful house except a corner incomplete with a brick. The people seeing this, got astonished with its beauty but say, "why did this place has remained incomplete? The Holy Prophet said, I am just like that brick which has made up the deficiency and I am the seal of the prophets.

It can be perceived from the Holy Quran that the Prophet (peace be upon Him) was commanded to call upon the people of the book to an equitable word. The holy Quran says:

(قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ)[10]

Say, "O followers of the scripture, let us come to a logical agreement between us and you: that we shall not worship except GOD; that we never set up any idols besides Him, nor set up any human beings as lords beside GOD." If they turn away, say, "Bear witness that we are submitters.

The life of the Holy prophet (peace be upon Him)projects a picture of affection, tolerance, mercy and forbearance. He discarded every evil from society with the weapon of moral values and laid the foundations of society on love, honor, dignity and patience. Allah says in the Holy Quran:

(وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ)[11]

"The good deed and the evil deed cannot be equal. Repel (the evil) with one which is better than verily! He between whom and you there was enmity, (will become) as though he was a closed friend."

(قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ)[6]

The Lord said, "O Satan, what prevented you from prostrating before what I have created with My own hands?

Allah has, even from the first appearance of mankind on earth, managed for spiritual well-being by sending His messengers with divine books. The series of sending the prophets started from Hazrat Adam (bless be upon him) and was ended on Hazrat Muhammad (peace be upon Him). The prophets of Allah called the people to a common and collective ideology which the Holy Quran has elucidated as follows:

(شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ)[7]

"He decreed for you the same religion decreed for Noah, and what we inspired to you, and what we decreed for Abraham, Moses, and Jesus: You shall uphold this one religion, and do not divide it."

The mentioned above verse of the Holy Quran identifies that all the prophets came with a common mission and the books revealed to them came from a similar origin. The Holy Quran is the book which confirms and verifies the books that have revealed before it. This has been highlighted in Sura Ma'eda as under:

(وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ)[8]

And we have revealed to you the Book with the truth, verifying that which is before it of the Book and a guardian (watcher) over it.

As the Holy Quran is a universal guideline for the entire humanity likewise the Holy Prophet has been sent as a universal messenger by Allah. This has been illustrated by Allah as:

(وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا)[9]

And We have sent you to all the people, a bearer of good news, as well as a Warner.

Allah the Almighty has created this universe in perspective of fulfilling a core objective and a key purpose that is to bow before His commandments and to acknowledge His supremacy. This confession is, in other words, called the worship. The holy Quran unveils this fact as:

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ)[1]

"I created the jinn and humankind only that they might worship me"

Before setting here the human being, all the basic needs were provided to him such as light, food, cloth, Oxygen and shelter etc. enabling him tackle his spiritual duties thoroughly. The Holy Quran has describes this fact on many places. For example, Allah says:

(هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا)[2]

"He it is who created for you all that is in the earth."

The human being has been sent as the vicegerent of Allah and the ideal creature of the universe. The Holy Quran highlights this as:

(وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا)[3]

Verily we have honored the Children of Adam. We carry them on the land and the sea, and have made provision of good things for them, and have preferred them above many of those whom we created with a marked preferment.

(وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً)[4]

And when your Lord said to the angels, I am going to place a vicegerent in the earth.

The human being besides this got the prestige to be prostrated by the innocent angles as Allah had ordered them to do so.

(وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ)[5]

When We told the angels to prostrate before Adam

Foundations of Social stability in perspective of Seerah: A research study

Muhammad Naeem
(Assistant Professor, Department of Islamic Studies, AWKU Mardan)
Muhammad Zubiar
(Assistant Professor, Department of Islamic Studies, AWKU Mardan)

Abstract:

"The glorious lifte of the Holy Prophet (S.A.W) is a perfect guideline for the entire humanity till the Day of Judgment. He was sent as mercy for all the creatures. Form his lifestyle it reveals that he laid the foundations of society on broad based grounds. He treated even his enemies and the Non believers with kindness, mercy and forgiveness. He declared equal rights to all the inhabitants of society without any discrimination. In the present era, we can follow these examples in resolving conflicts.

The article deals with the same and highlights the various aspects of the Prophet (S.A.W) life".

Keywords: *treaty, patience, conflicts, harmony*.

31. Pride, F.B. (1974). *The Social Meaning of Language*. London: Oxford University Press.
32. Qadri, G.Y. (2003, May 14). Na'at Khawni key Farogh mein Electronic Media ka Kirdar Mutassar kun Nahee [The Role of Electronic Media is not Effective in the Promotion of Na'at Khawni]. *Jang Mid Week Magazine*, p. 23
33. Ross, A. (2000). *Curriculum: Construction and Critique*. London & New York: Flamer Press.
34. Rubin, D. (1985). *Teaching Elementary Language Arts*. New York, London: Holt, Rinehart & Winston.
35. Saeedi, A. (2003, May 14). Muzakrah: Urdu Na'at Nigari mein Fikri Rohjanaut [Symposium: Thoughtful Tendencies in Urdu Na'at Versification]. *Jang Mid Week Magazine*. P. 14.
36. Shrum, J.L. and Glisan, E.W. (2000). *Teacher's Handbook: Contextualized Language Instruction.* Australia: Heinle & Heinle.
37. Sultan, T. (1991). *Muslim Education and Community Development: An Analytical Case Study of Pakistan*. Makkah al-Mukarramah: Institute of Research and Revival of Islamic Heritage.
38. Virginia Board of Education, Commonwealth of Virginia, Richmond. (n.d.). Standards of Learning Currently in Effect for Virginia Public Schools: Modern Foreign Language Standards of Learning. Retrieved September 21, 2003, from http://www.pen.k12.va.us/VDOE/superintendent/sols/home.shtm.
39. Warsi, R. (1999). Ma'arif-i-Hamd. In Tahir Sultani (Ed.) *Jehan-i-Hamd.* Karachi: Idara Chamanstan Hamd-o-Na'at.
40. Webster, J. W. (Sep/Oct, 2001). Effects of Ninth Graders' Culture Specific Schemata on Responses to Multicultural Literature. *The Journal of Educational Research*, Volume 95, Number 1, September/October 2001. (pp. 12-25)
41. Weinberg, and Reidford, P. (1972). Humanistic Educational Psychology. In Carl (Ed.). *Humanistic Education Foundation.* Weinberg, Englewood Cliffs: Prentice Hall.

15. Government of Pakistan (1960). *Report of the Curriculum Committee for Secondary Education (Part III): curriculum and syllabuses for secondary stage (class ix & x).* Ministry of Education, Rawalpindi: Education Commission Reforms Implementation Unit.
16. Government of Pakistan (1960). *Report of the Curriculum Committee for Secondary Education (Part III): curriculum and syllabuses for secondary stage (class ix & x).* Ministry of Education, Rawalpindi: Education Commission Reforms Implementation Unit.
17. Government of Pakistan (March 2002). *National Curriculum English (Compulsory) for Class IX – X.* Islamabad: Ministry of Education (Curriculum Wing).
18. Hafeez, A. (2000). *Nursery Rhymes for Pakistani Children.* Islamabad: National Book Foundation.
19. Hassan, M. (1999). Pakistani Saqafat ki Meeras [The Heritage of Pakistani Culture]. In Rasheed Amjad (Ed.). *Pakistani Saqafat* (pp. 161-165). Islamabad: Academy of Letters, Pakistan.
20. Jundran, S. U. (1999). *Na'at: Need and Scope in English Curriculum.* Islamabad: National Book Foundation.
21. Karmani, S. (1995). Islam, Politics and English Language Teaching. *Muslim Education Quarterly,* 1995, Vol. 13, No. 1, pp. 13-22.
22. Kaviani, M. (2000). The Psycho-Social Effects of Belief in God. *Al-Tawhid,* A Quarterly Journal of Islamic Thought and Culture, Autum 2000, Vol.16, No. 3, (73-110).
23. Kursheed, A. (1999). Pakistani Saqafat [Pakistani Culture] In Rasheed Amjad (Ed.). *Pakistani Saqafat* (pp. 124-131). Islamabad: Academy of Letters, Pakistan.
24. Lapati, A. D. (1961). *A High School Curriculum for Leadership.* New York: Bookman Associates.
25. Lay, E.J.S. (1992). *Encyclopedia of Modern Methods of Teaching.* Delhi: Anmoal Publications.
26. Lay, E.J.S. (1992). *Encyclopedia of Modern Methods of Teaching.* Delhi: Anmoal Publications.
27. Nasir, N.A. (n.d.). *Islami Saqafat (Islamic Culture).* Lahore: Feroz Sons Ltd.
28. Nasreen, S. (1997). Education for Self Actualization. *Journal of Elementary Education, Vol. I (7).* Pp. 150-166.
29. New Jersey Department of Education. (n.d.). *New Jersey Core Curriculum Content Standards for World Languages.* Retrieved September 21, 2003, from http://www.stake.nj.us/njded/cccs
30. News in Brief: Knowledge Village from Yusuf Islam. (2003, October). *The Minaret,* p. 29.

Reference:

1. Abraham, P.A. (2000, January 2). Literature through Language [Electronic Version]. *Yemen Times*, Issue 52, Vol. IX, Culture Page.
2. Afsar, A. (1998). *Developing Materials from Islamic Sources for English Language Teaching.* Paper presented at the Society of Pakistan English Language Teachers, Islamabad
3. Ahsan, A. (2003, May 14). Muzakrah: Urdu na'at Nigari mein Fikri Rohjanat [Symposium: Thoughtful Tendencies in Urdu N'at Versification]. *Jang Mid Week Magazine*, p. 14
4. Alam, A. (2003, October 13). Islami Surbrahi Conferensein [Islamic Summit Conferences: Special Edition]. *Jang*, p. 7
5. Allama Iqbal Open University (1991). *EFL in the Classroom* (Code No. 554 Chap: Dramatization, Games and Songs). Islamabad: Author.
6. Allama Iqbal Open University (1991). *EFL in the Classroom* (Code No. 554 Chap: Dramatization, Games and Songs). Islamabad: Author.
7. Asraf, RM (1996). *Teaching English as a Second or Foreign Language: The Place of Culture* in English and Islam: Creative Encounters 96, Proceedings of the International Conference, pp. 349-367, Department of English Language and Literature, International Islamic University Malaysia. Available at: www.tesolislamia.org
8. Azam, I. (1998). *Futuristics, Education, Creativity and Creative Writing: An Introduction to the Theory and Practice of Language and Literature*. Islamabad: *The* Pakistan Futuristics Foundation and Institute.
9. Chaudhry, B. A. (2003). *Rhymes of Soul.* Lahore: Darulflah, 36-S-2 Canal Park, Gulberg II.
10. Chenfeld, M. B. (1978). *Teaching Language Arts Creatively.* London: Harcourt Brace Jovanovich, Publishers.
11. Eliot, T. S. (1971). *On poetry and poets.* London: Faber and Faber.
12. Evangelia, G. (n.d.). *Using Literature in the EFL Classroom*. Retrieved October 5, 2003, from http://www.thrace-net-gr/bridges/ gantidou.html.
13. Evans. (1971). *Religious Education in Secondary Schools.* London: School Council Publications.
14. Gebhard, M. (2003). Getting Past: "See Spot Run". *Journal of the Association for Supervision and Curriculum Development* December 2002/January 2003, Vol. 60, No. 4, (pp. 35-39).

the endorsement of graded exercises which might be effectively used for the reinforcement of students listening, speaking, reading and writing skills.

6. The Punjab, Sindh, NWFP, and Baluchistan Boards Text-book developers in English curriculum should consider Hamd and Na'at materials during the revision, up-dation and renewal of the prevalent English curriculum, whenever it is possible.
7. The university departments of Islamic studies should recommend research studies to evaluate Hamdia and Na'atia poetry in English. Multiple such poetical works in English can be had from Federal Ministry of Religious Affairs. The said ministry has included specific competition of English Na'at books, in her yearly Seerat award programme.
8. The project of Hamd and Na'at inclusion should not be confined upto only matriculation level rather it should be extended upto B.A. level compulsory English curriculum.
9. The evaluation of poetical English translations of Urdu Na'at collections should be recommended from curricular point of view. For example, Imam Ahmad Raza Khan Brailvi's whole Na'atia Devan "Hadaiq-i-Bakhshash" has been rendered into English poetical form by G.D.Qureshi. So, standardized poetical translations of religious poetry should be selected for evaluation and selected incorporation into the curriculum of English textbooks
10. The provincial ministries of religious affairs also should announce Na'at awards upon English Na'at books. Already, English Na'at in not included thereby. The interest towards English Na'at at Governmental level would inspire more Pakistani English poets for such composition. The standardized Na'at collections should be published by the ministries themselves.

Prophet Hazrat Muhammad (*sall-Allah-o-alaihi wa alihee wa sallum*) is the most distinguished feature of Islamic Culture''. (Nasir,n.d)(P.169). Na'at , indeed is the most effective medium for propagating the Holy Prophet's (*sall-Allah-o-alaihi wa alihee wa sallum*) love.

vi. The subject and theme of Na'at .i.e., poems in the praise of the Prophet Hazrat Muhammad (*sall-Allah-o-alaihi wa alihee wa sallum*) is quite familiar for the Pakistani learners. It is not alien for this community. Its teaching will reinforce the teachers and learners emotional association with this topic. Thereby, it will also strengthen and reinforce its teaching in English.

Recommendations

According to the findings of the study, following recommendations are made hereby for the implementation:

1. Poetry should be a compulsory part of English curriculum at school level in Pakistan.
2. Among the topics of poetry curriculum to be included in compulsory English text books, the religion should be ranked at the first position.
3. Hamd and Na'at must be included as the integral part of poetry-curriculum in English textbooks, at all levels.
4. The language of the Hamd and Na'at materials selected for the compulsory English curriculum in Pakistan should be comprehensible and readable for the students of respective classes. Simple and common words should be used in the Hamds and Na'ats selected or developed for the primary classes.
5. In addition to benefiting from the spiritual, moral, aesthetic and ethical objectives of Hamds and Na'ats, Hamds and Na'ats developed for the compulsory English curriculum should be appropriately exploited for the attainment of linguistic objectives of ELT (English Language Teaching). These poems should have

Here it is very relevant to declare that Allah Almighty is the Giver of all 'the good, the true, the beautiful'. All these attributes of goodness, truth, beauty find their culmination in the personality of Hazrat Muhammad (*sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa um*). Na'at are the poetical expression of same attributes. So, the claim of command upon good English would require the users' faculties to express these attributes, too.

Conclusions

i. English curriculum content consonant with the Pakistani life and culture is more suitable for the learners. Na'at material projects the basic traits of the muslim faith and Islamic culture.

ii. Foundation of religious poetry is Na'at writing (Saeedi, 2003, P.14). Religion is the basic thread of national curriculum. So, poetry section without this topic would remain incomplete. The topic of Na'at has been found in line with the approval topics of National Curriculum English Compulsory (2002).

iii. It was the finding of multiple research studies that reading and writing in one's first and second language are interdependent. Na'at in English would reinforce this cause.

iv. It was the basic point of Casablanca Declaration of the Islamic Summit Conference (1994) Morocco: "To protect the common Islamic cultural heritage of the Muslim world". Na'at would support this cause.

v. The British curriculums Authorities are also of the view that local culture and traditions should be at the core while developing the national curriculum. So, the western educationist view can be derived here that while developing the national compulsory English curriculum, the topic of Na'at would be representing the core topic of the local culture and tradition. Because, "Love for the

led to attitudinal resistance to English in certain parts of the Muslim world. For curing such sort of attitudinal resistance to English in the Muslim countries, the Islamic TEFL is the need of hour in the Muslim countries.

Significance of Hamd and Na'at for the Curriculum of English Speaking Foreign Islamic Schools

According to "News in Brief" (2003) the International Board and Educational Research and Resources (IBERR) is developing Islamic Education syllabi for 825 English speaking Muslim schools situated in the US, UK, South Africa and Australia.

It can be anticipated here that development of English Hamd and Na'at would be a beneficial instructional/textual item not only for English curriculum of Pakistan but also for the curriculum of Islamic Education to be taught in English speaking foreign Muslim schools. It has scope and significance for English speaking Muslim schools situated in the US, UK, South Africa and Australia, too.

Na'at: The Need of Good and Communicative English Language

Lapati (1961: 49) explains that language communicates "thoughts, feelings, attitudes, ideals." Na'at is the expression of the believers' feelings of love and obedience His Prophet (*Sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa sallum*). The "ideal" personality for the whole universe is the Holy Prophet Hazrat Muhammad (*Sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa sallum*). So, the believers should be able to communicate their feelings, sense of obedience to their Crator and His Messenger in English language, too, if we have to make English a communicative language in the true sense. Hamd and Na'at will reinforce this thought.

Lapati thereby concludes:

"Good English is that medium of communication by which man uses his faculty of speech to express **the good, the true, the beautiful**."

et al. 1982; Carrell, 1983; Malik, 1990) that students are more likely to assimilate information that is congruent with their cultural background and more likely to ignore that is inconsistent with their culture. Asraf (1996: 14) has also asserted:

"By using Islamic texts written in English, the teacher will be providing Muslim students with contexts that they are familiar with ... Thus, they are more likely to respond to it in a meaningful way."

Afsar (1998) adds that the Holy Quran and other Islamic texts are a rich source of material for teaching the most important functions of English language i.e. instruction, description and narration, etc.

To sum up, this whole discussion reaches the point that Hamd and Na'at as rich relevant cultural items have great potential value for the enhancement of English language literacy, in the bi-multilingual society of Pakistan. It also implies that the anticipatory role of Hamd and Na'at for the psychological, behavioral, cultural and linguistic development of the learners will be significantly positive in the context of TEFL in Pakistan.

iii. According to Asraf (1996):

Muslims have long recognized that language reflects culture in the semantic sense. In Islam, contrary to the modern secular conception of it, culture and worldview it embodies are products of religion. The Islamic basic vocabulary includes key concepts as God, religion, Risalat, truth, reality, etc. The vocabulary and the discourse patterns of the Muslims will reflect their Muslim values and beliefs. While English has been used as a tool of cultural imperialism. The teaching of only European literature in our schools means that our children are confronted with a distorted image of themselves and of their history as reflected and interpreted in European imperialist literature. The association of English with colonialism and imperialism has

for the achievement of these purposes. Irrespective the local or first language of the OIC member Islamic countries, Hamd and Na'at in English will be helpful and useful for the English curriculum of all Islamic countries. It will also reinforce Islamic cultural development at global level.

The instructional/textual Hamd and Na'at materials have great potential value for the linguistic development of English literacy, in the context of EFL (English as a Foreign Language). Its logical background is as under:

Contributive Role of Na'at for Linguistic and Cultural Development: Logical Background

i. Gebhard (Dec/Jan 2003: 37) has noted in the light of five different researches (Faltis and Hudelson; 1998; Ferdman, Weber and Ramirez, 1994; Guiterrez, Baquedano-Lopez and Turner, 1997; Solsken, Willett and Wilson-Keenan, 2000; and Tharp, 1997) that process of listening, speaking, reading and writing in one's first and second language are highly interrelated and interdependent. Hamd and Na'at both are included in the curricula of first language i.e. Urdu in Pakistan. So, if Hamd and Na'at are included in the curricula of second language i.e. English in Pakistan, its teaching will be highly interrelated with Urdu Hamd and Na'at and it will enhance the learners' reinforced literacy in this field. The New Jersy Department of Education (n.d.) also mentions in the core curriculum standards of World Languages Draft that exchange of information in class on the familiar topics studied in other core content areas is very essential for the cumulative progress in direct oral or written communication for students of grade 2 – 8.

ii. According to Webster (2001), cultural specific schemata has shown strong influence upon the reading comprehension. Webster (2001: 15) has supported the supposition with the help of four different researches (Steffensen et al. 1979; Reynolds

University Lahore, endorse as cited in Jundran (1999: 110), “I have no hesitation in recommending that Hamd and Na’at should be included in the curriculum of Urdu and English at all levels upto graduation in Pakistan. I am sure Almighty Allah will guide all of us in the right direction regarding the project of including Hamd and Na’at in the curricula of Pakistani students of class one to B.A/B.Sc.” Ahmed also reiterates in the same study that the significance and scope of Hamd-o-Na’at in the realm of school curricula of a country like Pakistan cannot be gain said. The school children can satiate their spiritual attachment to Almighty Allah and the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H.) as well as gain essential knowledge regarding the acquisition of English language through this aesthetical medium. It will go a long way in reinforcing the moral health and character building as well as catering to the linguistic needs of the students.

So far our cultural development is concerned, Azam (1998: 46) observes that our very survival is at stake with the advent of the 21st century. We need to reconnect with our socio-cultural, politico-economic, historical, and moral-spiritual roots in the Muslim world. According to Alam (2003, October 13), it were the important points of Casablanca Declaration released at the end of the Islamic Summit Conference (Dec 13-14, 1994) Morocco:

i. “To protect the common Islamic cultural heritage of the Muslim world;
ii. To familiarize the Muslim youth with the supreme Islamic values;
iii. To develop the sense of pride in one’s own culture and civilization among the young Muslim scholars.” (p. 7)

Love for Allah almighty and His Prophet Hazrat Muhammad (*sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa sallum*) are supreme Islamic values and the most distinguished features of the Muslims. The instrumental value of Hamd and Na’at cannot be denied

world to one's experiences. Pride (1974) observes that 'other' language will in any case be responsive to the forms of the learner's own culture. Shrum and Glisan (2000) suggest for the successful learning of foreign language that students should be encouraged to express their own ideas concerning values, morals and religious views as shaped by their own cultures and religious convictions.

Educationists View for the Inclusion of Hamd and Na'at into English Curriculum

According to Saeedi (May 14, 2003:14), "the foundation of religious poetry is Na'at writing". Ahsan (May 14, 2003) adds, "the history of Urdu literature takes the very start with Hamd and Na'at". It means that literature written in the national language of Pakistan begins with Hamd and Na'at. In view of EFL learning principles given by Weinberg and Reidford, Pride, and Shrum and Glisan, it can be anticipated that incorporation of Hamd and Na'at into compulsory English curriculum of Pakistan will enhance the learners' response and motivation towards English language acquisition.

Hamd and Na'at can play a great deal of anticipatory role in the behavioral development of the learners. As Lay (1992) has declared that poetry awakens the emotions which inspire thought and good deeds. Qadri (May 14, 2003) notes that true love for the religion Islam can be developed through the medium of Hamd and Na'at. According to Nasreen (1997), the message of love for Allah Almighty and the Prophet Hazrat Muhammad (*Sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa sallum*) should be taught to the individuals for their self-actualization in primary education. And, it is mentionable here that Hamd and Na'at are reliable tools for teaching the lesson of love, respectively, for Allah Almighty and Hazrat Muhammad (*Sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa sallum*). Such divine love is very impressive and effective for the avoidance of denounced (sinful) behaviors. Sajjad Sheikh, the oldest member of the Board of Studies in English, Punjab

"Demonstrate an awareness of unique elements of the student's own culture." (p. 5) According to Nasir (n.d.169),

"Love for the Prophet Hazrat Muhammad (Sall-Allah-o-Alaih-i-wa Sallum) is the most distinguished feature of Islamic culture".

Na'at is an instrument for the propagation *of* the Prophet's (*Sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa sallum*) love. Hamd is the first and foremost feature of Islamic culture. The book of Allah Almighty starts with the Arabic word – 'Al-Hamd'. (Al Quran: Sura Al-Fatiha: 1).

Relationship between Culture and Religion in the Paradigm of Islam and Pakistan

While discussing the emphasis upon the uniqueness of student's own culture in the modern foreign language standards, a brief explanation about the 'culture' itself is desirable. Khursheed (1999) declares:

"Culture takes its form from three things i.e. (i) Religion (ii) History (iii) Geography." (p. 124)

Khursheed (1999:125) further declares that Pakistan came into being in the name of Islam and its greatest heritage is Islamic culture.

Hassan (1999: 161) reiterates that presently dominant color of the Pakistani culture is Islamic and generally it is called Islamic culture.

Anticipatory Role of Na'at for Psychological, Behavioral, Cultural and Linguistic Development of the Learners

The development of Na'at for children's English curriculum is strongly needed upon the grounds that it can contribute a lot towards the psychological, behavioral, cultural and linguistic development of learners.

Teaching of Na'at into English curriculum in Pakistan is in line with the psychological principles of learning. Weinberg and Reidford (1972) note that one learns by relating the

Evans (1971:67-68) had also noted that in the Christian religion what was always regarded as the first and great commandment for the believer was his love towards God. In England, from the first, education was the creature of religion. Moral education in schools should for centuries have been taught in the context of religious beliefs and this legacy should remain with us today.

Incorporation of Literature, Culture, History, Civilization in the Curriculum of Foreign Languages in America

American Council on the Teaching of Foreign Languages (ACTFL, 1998, 1999) (as cited in New Jersey Department of Education (n.d.) mentions in the Contents Draft of World Languages the inclusion of following cultural topics:

“Level	Content
Novice-Mid	Cultural and Historical Figures
Novice-High	Cultural and Historical Figures
Intermediate Low	History, Art, Literature, Civilization
Pre-Advance	Concepts of broader and cultural significance, topics of social and personal interest i.e., literature, arts, etc.” (P. 4)

The inclusion of history, literature, culture, civilization in the Contents Draft of world languages in the context of TEFL verifies the point that Islamic literature, Islamic culture, Islamic civilization and Islamic history find their due place in the foreign language curriculum of the Muslim countries.

Hamd and Na’at are salient features of Islamic culture. They both, respectively, revolve around Tauheed and Risalat which are basic fundamental of Islamic culture (Nasir, n.d.); (Warsi, 1999: 37).

Focus upon the Uniqueness of Student’s Own Culture in the Modern Foreign Language Standards of Virginia

According to Virginia Board of Education, Commonwealth of Virginia (n.d.), the course description of modern foreign language level I relates the Cultural and Linguistic Comparisons Model and adds thereby:

In an elaborative list of contents set for the National Curriculum English Compulsory (March 2002) class I – X, the Government of Pakistan (March 2002) has particularly prescribed following Islamic topics:

i. My Creator;
ii. Last Prophet Hazrat Muhammad (PBUH);
iii. Religion;
iv. Islamic Festivals;
v. Events with special reference to Islamic history;
vi. Muslim national heroes;
vii. Poems reflecting Islamic, moral, social, ethical values.

Hamd and Na'at envisage all these topics. These topics can be easily rhymed under the title of Hamd/Na'at. It has been already discussed with great detail that children have more appeal for poetry curriculum. Thus, the aims, objectives and selected contents of National Curriculum Compulsory I – X well realize the textbook writers, readers and learners about the perceived and felt need of Hamd and Na'at.

The British Curriculum Authority's Remarks in Favour of Local History, Culture and Religion:

In the context of "Nationalism, identity and English curriculum", Ross (2000:152) quotes remarks of the British Chief Executive of School Curriculum and Assessment Authority:

"A key role of a national curriculum should be the explicit reinforcement of a common culture: pupils first and foremost should be introduced to the history of the part of the world where they live, its literary heritage and main religions traditions. They should be taught other things too; but the culture and traditions of the British should be at the core." This synoptic statement clearly shows that British Authority's focus upon the inclusion of local history,

culture, literature, and religion into the national curriculum and Ross has reiterated it with reference to a language curriculum.

ii. For enhancing students' motivation for English language learning, the poetry materials which envision totally alien religio-socio-cultural aspects should be avoided;
iii. Non-native poets and their poems should also be given representation in the poetry materials selected for the curriculum of EFL.
iv. Instead of stuffing the English curriculum with old, out-dated and remote poetry materials, modern, relevant and 21st century poems are preferable for effective and interesting teaching of English as a foreign language;
v. Priority should be given to such poetry materials which are based upon well acquainted and familiar topics/ themes and are easily comprehensible for the learners of English as a foreign language.

Provision for the Integration of Islamic Literature into National Curriculum English Compulsory (2002) Class I – X

The researcher has found that the demand of Hamd and Na'at is compatible with the national (Pakistani) and international (foreign) standard of English curriculum as a foreign language.

According to the Government of Pakistan (March 2002), it has been stressed in the Aims of National Curriculum English Compulsory (March 2002) class I – V:

i. "Inculcate the sense of gratitude to Allah Almighty of His blessings" (p. 5) i.e., it is the primary topic of a Hamd;
ii. "Include matter, where possible, pertaining to Islamic civilization" (p. 5) i.e., Hamd and Na'at are deep-rooted in an Islamic civilization;

Among the contents of National Curriculum English Compulsory (March 2002), the Government of Pakistan (March 2002) has reiterated:

"Nursery rhymes should inculcate the Islamic spirit" (p. 13) (Hamd and Na'at are an integral part of Islamic rhymes/Islamic poetry).

As a critique upon the existing poetry of the Pakistani English curriculum, Hafeez (2000:01) says that nursery rhymes being taught in Pakistani schools for the last fifty years are far from meeting the requirement of our young scholars. They are wanting in many ways. In the first place, they are old and out-dated, borrowed from an alien culture and language. Their perspective with respect to time and place is so remote that there exists no relevance and correlation between them and the contemporary life in Pakistan. We must not forget that we are Pakistanis and Muslims and they (the alien poems) represent an alien culture, religion and traditions and the ways of life conflicting with ours.

According to Chaudhry (2003: 08), the poets and poems included in the courses of English language in Pakistan are mostly of England and America. Their socio-politico-econo-religious culture differs from that of Pakistan so the teaching and learning English though poetry is considered a difficult task without the good knowledge of their history.

Government of Pakistan Curriculum Committee's Report (1960) had given following instructions for the preparation of compulsory English text-books:

i. "They should reflect Pakistani life and culture." (p. 282)
ii. "Poetry should be suitable in content for the mental and emotional age of the pupil and in language free from archaisms and complicated structures. Twentieth century poems should be included in the selection." (p. 282) "Poetry should be suitable in content for the mental and emotional age of the pupil and in language free from archaisms and complicated structures. Twentieth century poems should be included in the selection." (p. 282)

Consequently, the critique upon the inappropriateness of the poetry materials included in the Pakistani English Curriculum guides us for following corrective treatment

i. The instructional poetry materials (of the Pakistani English Curriculum) should project the tenets of the Muslim faith;

Abraham (2000, January 2) has endorsed that both students and teachers agree that the materials for language teaching in the classroom should have a human interest, must appeal on then imagination and should generate aesthetic feelings. Isolated sentences are never effective even while teaching grammar. Narrative poems, lyrics can be legitimate ELT (English Language) Teaching materials.

A Critique upon the Inappropriateness of the Poetry Materials Included in the Prevalent Pakistani English Curriculum:

According to the Indian Education Commission 1882, as cited in Sultan (1991:54), among the major causes of the failure of "the endeavor to impart a higher order of English education" to Muslims, the first and foremost cause was:

"The absence of instruction in the tenets of their faith"

It implies that until the instruction of English curriculum (whether it is prose or poetry) is not wrought with or replete with the tenets of Muslim faith, the Muslims will not be able to acquire a higher order of English education. Hamd and Na'at pertain to two basic tenets of the Muslim faith i.e. Tauheed and Risalat.

According to Kaviani (2000:78), "faith is synonymous with religious belief". Karmani (1995) points out an intimate relation between language and religion. With reference to Clammer (1980), Karmani (1995:12) notes down that of all the manifestations of human culture, language and religion are two of the most basic, the most universal and the most important for understanding the motivations of any group of people.

So far the appropriateness of poetry materials for the curriculum of English prescribed for the Muslim learners is concerned, it can be concluded through these references that poems not based upon the Muslim religious foundations or lacking the spirit of Muslim faith will not be able to motivate Muslim students towards English language learning.

Clark's statement also implies that poetry effectively develops students' ideas, and powerfully satisfies their feelings. It reinforces children's imaginative faculties. It all supports language learning process.

Linguistic Importance of Poems for English Language Classroom:

Figuerora (1964) has declared that rhymes aid a lot in the teaching of a language:

i. They offer the opportunity for gaining valuable insight into the culture;
ii. Their musicality and tone aid the teaching of pronunciation and intonation;
iii. They can be used to illustrate grammatical constructions in a more appealing manner.

Allama Iqbal Open University (1991: 183-186) summarizes that:

i. Keeping in view the world wide importance of poems/songs for teaching English as a foreign language, their use cannot be ignored in a language classroom;
ii. Songs/poems bring more variety into the language classroom, and, at the same time, they motivate students to learn;
iii. Poems, well chosen, can give learners intensive practice in selected patterns – both grammatical and phonological – and allow the whole class (or groups, if the class is large) to be involved in an enjoyable community activity;
iv. Reciting rhymes together in the classroom achieves best results with young children just beginning to learn a second language. However, they can be used with much older students for other purposes such as listening comprehension. With older students, poems that tell a story are popular.
v. Owing to repetition, rhyme and rhythm, the language of poems is more appreciable to and memorable for the learners.

Introduction: Poetry as a Source of Emotion and Feeling:

Real interest into a new language cannot be developed until people learn "to feel" in a new language. Eliot (1971) observes that it is poetry rather than prose that is concerned with the experience of emotion and feeling. Lay (1992) maintains that poetry awakens the emotions which inspire thought and good deeds.

Young children seem to have an ear for poetry. According to Rubin (1985), poetry does have a place in the curriculum at school level.

Poetry is an important ingredient of literature. Evangelia (n.d) notes down that during the last fifteen years increasing interest in the use of literature, in the EFL classroom, has begun to rise. Until the 1980's, the incorporation of literature in the EFL syllabi was almost non-existent. There are a number of considerable benefits for the learners that the incorporation of literature in EFL teaching brings i.e. the exposure to literary language along with the negotiation of meanings of the texts aid learners to expand their language awareness, and develop their language competence. Thus, the learners learn to express their feelings and thoughts and to share them with their fellow. With reference to a question about to the use of poetry as a part of English language learning, Evangelia quotes Watts' words:

"It looks very much as the lack of a means of expression can lead to anti-social conduct, so that purely vocational training that neglects emotional education may turn to be dangerously defective.

Leonard Clark as cited in Chenfeld (1978: 219) also warns: "If poetry is omitted from the lives of very young children or if it is allowed to play on a minor part in their experience, there is a serious danger that powerful, though undeveloped, feelings will remain only partially satisfied and ideas, though not fully formed, will be confined to too narrow a range."

Na’at in English Language: Relevance and Significance for the Pakistani English Curriculum and Culture

Dr. Saleem Ullah Jundran
(Principal Govt. High School Dhunni Klan
Tehsil Phalia Punjab, Pakistan)

Abstract:
“Na’at is a poetical composition in praise of the last prophet Hazrat Muhammad Sall-Allah-oalaih-i-wa alihee wa sallum. Foundation of religious poetry is Na’at writing. Since the origin of Islam, Na’at is prevalent in the history of Islamic literature. Wherever, Islam has reached, Na’at has been presented in the local language of those natives. Na’at has its own religio-socio-cultural and psycho-linguistic worth. Na’at has its peculiar curricular value, too. English language is being taught as compulsory subject from nursery to degree class in Pakistan. This paper traces the relevance and significance of Na’at for the compulsory English curriculum and culture prevalent and present in Pakistan. Through local and international literature review of curriculum and culture studies, it has been found that Na’at is a potential poetry content that offers great opportunity for gaining valuable insight into the compulsory English curriculum and culture of Pakistan. Na’at presents the instruction in the tenets of the Muslim faith. Na’at is a manifestation of the curriculum and culture of Pakistan. The topic and theme of Na’at are well acquainted and familiar for the learners of English in Pakistan. The topic of Na’at pertains to Islamic civilization and Islamic culture in line with the main religious traditions and local literature heritage. Local history, culture, literature and religion have always been a part of national curriculum across the world whether it may be national language subject or foreign language subject. Focus upon the uniqueness of students’ own culture in the modern foreign language subject motivates students foreign language learning process. It is the finding of multiple researches that process of listening, speaking, reading and writing in one’s first and second language are highly interrelated and interdependent. Shrum and Gilsan (2000) have suggested for the successful learning of foreign language that students should be encouraged to express their own values, morals and religious views as shaped by their own religious convictions and culture. So, Na’at in English would serve this role emphatically.”

Keywords:
Na’at: A poetical composition in praise of the Holy Prophet *sall-Allah-o-alaih-i-wa alihee wa sallum,* English curriculum, Culture, Foreign language, Religion, EFL (English as a Foreign Language).

International Advisory Board

National Advisory Board